قطبِ نیپال حضرت علامہ حافظ زاہد حسین مجیبی علیہ الرحمہ معروف بہ زاہد ملت

کی حیات وخدمات پر ایک مستند اور ضخیم کتاب بنام

حیاتِ زاہدِ ملت

از

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی





ناشر

فخر ملت فاؤنڈیشن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ملک نیپال کے معلم اول، عظیم داعی، مبلغ، مناظر، پیر طریقت، قطب نیپال

زاہد ملت حضرت علامہ حافظ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک مستند اور ضخیم کتاب بنام

حیات زاہد ملت

تصنیف

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی
ناظم جامعۃ المدینۃ فیضان صابر پاک، کلیر شریف

ناشر
فخر ملت فاؤنڈیشن
حالیہ پتہ: دوحہ، قطر

نام کتاب : حیاتِ زاہد ملت
مصنف : محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی
اصلاح و نظر ثانی: فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی، قاضی شریعت حضرت مفتی محمد عثمان رضوی، شیر اعلیٰ حضرت حضرت مفتی عبد المنان کلیمی، بلبل نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین اشرفی
پروف ریڈنگ: مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی، مولانا محمد علاء الدین رضوی
کمپوزنگ : بدستِ خود و مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی
صفحات : 216
اشاعت : بموقع عرسِ زاہد ملت ۱۹، ۲۰/مارچ ۲۰۱۷
تعداد : ۱۱۰۰
ناشر : فخرِ ملت فاؤنڈیشن، حالیہ پتہ دوحہ قطر
رابطہ نمبر: +97433305453/ +97477413117

ملنے کے پتے:

(۱) دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مہوتری، نیپال
(۲) جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر جنک پور، دھنوسا، نیپال
(۳) دار العلوم رضویہ اصلاح المسلمین، بھمر پورہ، مہوتری نیپال
(۴) دار العلوم عطاے المصطفےٰ، بیلا، جنک پور، دھنوسا، نیپال
(۵) دار العلوم امانیہ امان الخائفین، علی پٹی، مہوتری، نیپال
(۶) مدرسہ محمدیہ برکاتیہ، بھمر پورہ، مہوتری، نیپال

FAKHR-E-MILLAT FOUNDATION



شرف انتساب		۱۲
دعائیہ کلمات	حکیم ملت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) مدظلہ العالی	۱۳
تقریظ جلیل	شیر اعلیٰ حضرت حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی مدظلہ العالی	۱۴
تقریظ جلیل	فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مدظلہ العالی	۱۶
تقدیم	قاضی شریعت نیپال حضرت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ العالی	۲۰
حرف آغاز	بقلمِ مصنف	۲۳

بابِ اول: تنویرِ حیات

۱	تمہید	۲۷
۲	شجرۂ نسب	۲۹
۳	القاب و خطابات	۳۰
۴	سراپا	۳۱
۵	حلیہ مبارکہ	۳۳
۶	ولادت، جائے ولادت اور خاندان	۳۴

۷	تعلیم و تربیت	۳۵
۸	فیض الغربا آرہ، بہار میں	۳۵
۹	مشاہیر اساتذۂ کرام	۳۵
۱۰	زمانہ طالب علمی کے چند اہم واقعات	۳۶
۱۱	شب بھر مطالعہ	۳۶
۱۲	صبر صبر اور صرف صبر	۳۷
۱۳	ایسا زہد و تقویٰ	۳۷
۱۴	بیعت و ارادت	۳۸
۱۵	زاہد ملت اور خانوادۂ رضویہ	۳۹

بابِ دوم: نقوش خدمات

۱۶	مدارس کی تعمیر	۴۳
۱۷	دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین	۴۳
۱۸	بانیان " قادریہ مصباح المسلمین "	۴۴
۱۹	خدمات " قادریہ مصباح المسلمین "	۴۵
۲۰	گلشنِ علم و ادب کے خوشہ چیں	۴۵
۲۱	میاں جی	۴۵
۲۲	حفاظ کرام	۴۶

۲۳	علمائے کرام	۴۷
۲۴	پروردۂ دار العلوم قادریہ	۴۸
۲۵	دعوتی و تبلیغی خدمات	۴۸
۲۶	دعوت و تبلیغ	۴۹
۲۷	باطل فرقوں کا مقابلہ	۴۹
۲۸	اساتذۂ دار العلوم قادریہ	۵۰
۲۹	دار العلوم قادریہ کو زینت بخشنے والے علمائے کرام	۵۱
۳۰	دار العلوم امانیہ امان الخائفین	۵۲
۳۱	بانیان دار العلوم امانیہ	۵۲
۳۲	فیض رساں اساتذۂ کرام	۵۳
۳۳	فیض یافتہ علمائے کرام	۵۴
۳۴	دار العلوم امانیہ کو رونق بخشنے والے علمائے کرام	۵۴
۳۵	درس و تدریس	۵۵
۳۶	دار العلوم امانیہ امان الخائفین	۵۶
۳۷	اندازِ تدریس	۵۷
۳۸	تقریر و خطابت	۵۸
۳۹	ردو مناظرہ	۶۰
۴۰	مناظرہ مانا پٹی، مدھوبنی بہار	۶۰

۴۱	مناظرہ بلہا	٦٠

بابِ سوم: اوصاف وکمالات

۴۲	زہد وتقویٰ	٦۳
۴۳	ذوقِ عبادت	٦۴
۴۴	عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	٦۵
۴۵	اتباع سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	٦٦
۴٦	توکل علی اللہ	٦۷
۴۷	تہجد گزاری	۷٠
۴۸	بڑوں کا ادب واحترام	۷۱
۴۹	اصاغر نوازی	۷۲

بابِ چہارم: کرامات

۵٠	وقت کا ٹھہر جانا	۷۵
۵۱	حیوان کو فرمابردار کرلینا	۷٦
۵۲	زمین کے اندر اور زمین کے اوپر	۷۷
۵۳	ٹرین کا رک جانا	۷۸
۵۴	دلوں کی بات جاننا	۷۹

۵۵	جومنہ سے نکلی وہ بات ہو کے رہی	۸۰
۵۶	بارگاہِ زاہد میں دعا کی قبولیت	۸۱

بابِ پنجم: داغِ مفارقت

۵۷	قبل وفات، وفات کی خبر	۸۴
۵۸	تعبیر خواب کی ابتدا (یعنی زاہد ملت کی علالت)	۸۴
۵۹	ہاسپیٹل روانگی	۸۵
۶۰	بوقت روانگی علماء کی ملاقات	۸۵
۶۱	زاہد ملت ہسپتال میں	۸۶
۶۲	زاہد ملت کا آفتابِ حیات غروب ہوا	۸۷
۶۳	غسل اور تجہیز و تکفین	۸۷
۶۴	ایک ایمان افروز واقعہ	۸۸
۶۵	آخری آرام گاہ	۸۹

بابِ ششم: باقیات صالحات

۶۶	پاسبان ملت علامہ یوسف قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۹۱
۶۷	ممتاز العلما، محدث اعظم نیپال مفتی کلیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۹۴
۶۸	حمید ملت حضرت مولانا حافظ و قاری عبدالحمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۹۶

۶۹	مناظر اہل سنت مولانا ساجد حسین نوری مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۹۹
۷۰	استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۰۱
۷۱	حافظ مولانا عبد الشکور فیضی عزیزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۰۳
۷۲	فخر نیپال مفتی اسرائیل رضوی صاحب قبلہ	۱۰۴
۷۳	شیر اعلیٰ حضرت مفتی عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ	۱۰۶
۷۴	قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ	۱۰۸
۷۵	حکیم ملت حضرت مولانا اسمٰعیل حسینی صاحب قبلہ چترویدی	۱۱۱
۷۶	فقیہ عصر حضرت مفتی عثمان برکاتی صاحب قبلہ	۱۱۵
۷۷	بلبل نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین اشرفی قبلہ	۱۱۹

بابِ ہفتم: اعترافِ عظمت

۷۸	علی پٹی کے آسمان پر ایک چاند طلوع ہوا	۱۲۱
۷۹	حضرت زاہد ملت کی مرہونِ منت ہے	۱۲۱
۸۰	علم دوست، علما نواز اور اصاغر پرور تھے	۱۲۲
۸۱	پرہیز گاری زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر موجود تھی	۱۲۷
۸۲	آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیپال میں اہل اسلام کے میر کارواں تھے	۱۲۹
۸۳	رئیس الاساتذہ اور کثیر التلامذۃ تھے	۱۳۱
۸۴	وقت کے عظیم الشان پیشوا اور مقتدا کی حیثیت سے قبول کیے گئے	۱۳۴

۸۵	پورانیپال انہیں کے فیضان علم سے لالہ زار بنا ہوا ہے	۱۳۶
۸۶	مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار عالم گر تھے	۱۳۸
۸۷	حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ ایک متقی اور صوفی بزرگ تھے	۱۴۰
۸۸	آپ علومِ اسلامیہ کے ماہر اور صوفیِ کامل تھے	۱۴۳
۸۹	عظیم الشان عالم ربانی اور روحانی پیشوا کا نام زاہد ملت ہے	۱۴۸

بابِ ہشتم: مقدمات زاہد ملت ایک مطالعہ

۹۰	مقدمہ حافظ زاہد حسین مجیبی	۱۵۲
۹۱	مسئلہ دائرہ میں تنقیح طلب امور	۱۵۵
۹۲	پہلا مسئلہ	۱۵۶
۹۳	شان رسالت میں گستاخی کرنے والے کے کفر کی تصدیق	۱۵۷
۹۴	دوسرا مسئلہ	۱۵۷
۹۵	تیسرا مسئلہ	۱۵۸
۹۶	حکم	۱۶۴
۹۷	مقدمہ کا حاصل مطالعہ	۱۶۴
۹۸	فیصل بورڈ کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ	۱۶۷
۹۹	دو باتیں قابلِ غور	۱۶۷
۱۰۰	اہل سنت کا مقتدا و پیشوا نہ مانا جائے" کا سبب	۱۶۷

۱۰۱	اس مسئلہ میں متہم ضرور ہیں اور ان کی سنّیت مشتبہ ہے" کا سبب	۱۶۷
۱۰۲	فیصل کا بورڈ کا فیصلہ صحیح یا غلط	۱۶۸
۱۰۳	اکابرِ دیابنہ کی تکفیر کے تعلق سے زاہد ملت کا موقف	۱۶۸
۱۰۴	زاہد ملت نے اہل پھلواری کے دو اشخاص کی نامزد تکفیر کیوں نہ کی ؟	۱۶۷
۱۰۵	کتاب "مفتی اعظم نیپال: گوشۂ حیات و خدمات" کی تضاد بیانیاں	۱۷۰
۱۰۶	تضاد :۱	۱۷۰
۱۰۷	تضاد:۲	۱۷۶
۱۰۸	تضاد:۳	۱۸۰
۱۰۹	فیصل بورڈ نے ہرگز زاہد ملت کی تکفیر کا حکم نہیں دیا	۱۸۴
۱۱۰	فیصل بورڈ کے فیصلے سے زاہد ملت کے اسلام کا ثبوت	۱۸۴
۱۱۱	شاہ محی الدین کی شان میں اعلیٰ حضرت کا شعر	۱۸۹
۱۱۲	کیا حامیانِ زاہد ملت حامیانِ پھلواری ہیں ؟	۱۹۴
۱۱۳	کتاب "مفتی اعظم نیپال: گوشۂ حیات و خدمات" کے کذب وفریب	۱۹۶
۱۱۴	کذب وفریب نمبر۱	۱۹۶
۱۱۵	کذب وفریب نمبر۲	۱۹۷
۱۱۶	کذب وفریب نمبر۳	۱۹۷
۱۱۷	کذب وفریب نمبر۴	۱۹۹
۱۱۸	کذب وفریب نمبر۵	۱۹۹

١١٩	کذب وفریب نمبر٦	٢٠١
١٢٠	کذب وفریب نمبر ٧	٢٠٢
١٢١	ایک نکتہ	٢٠٤
١٢٢	احبابِ مولانا جیش کا نظریہ اور اس کی تردید	٢٠٤
١٢٣	آپ بیتی	٢٠٥

بابِ ہشتم: منظومات

١٢٤	ہیں بفضل خدا نائب مصطفیٰ رہبر ورہنما سب کے زاہد حسین	٢٠٨
١٢٥	سربزم کس نے کیا ذکر زاہد	٢٠٩
١٢٦	غیر بھی جن کی ولایت کے رہے ہیں معترف	٢١٠
١٢٧	تیرا ثانی کوئی بھی پایا نہیں نیپال میں	٢١١
١٢٨	وہ علی پٹی، ہے مرکز کا شرف حاصل جسے	٢١٢
١٢٩	نیپال کی زمین کا وہ آفتاب تھا	٢١٣
١٣٠	ہو کر بریلی آئیں گے ہر سال تمھارے جلسے میں	٢١٣
١٣١	سرزمیں نیپال کے زاہد تو آفتاب ہیں	٢١٤
١٣٢	گوہر دیا ہے فخرِ نیپال جیسا جس نے	٢١٥
١٣٣	زمیں پر زہد وتقویٰ کا نشاں معلوم ہوتا ہے	٢١٦

شرف انتساب

صاحب تذکرہ قطب نیپال حضرت علامہ حافظ زاہد حسین مجیبی معروف بہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(بانی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین و دار العلوم امانیہ امان الخائفین، علی پٹی)

و

جملہ اکابر و بزرگانِ اہل سنت کے نام

جنھوں نے ملکِ نیپال جیسے کفرستان میں دین متین کی شمع روشن کی اور اس کی حفاظت وصیانت اور تبلیغ واشاعت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کردی۔





اپنے جد اعلیٰ حاجی محمد عرف حاجی لوٹن میاں کے نام

جن کی سخاوت و شجاعت نے مسلمانانِ اہل سنت و مدارسِ اہل سنت نیپال کا خوب خوب تعاون کیا۔

اور اپنے **دادا حاجی محمد ادریس راعین مرحوم** کے نام جن کی دعائیں ہر نیک کام میں میرے رفیقِ سفر ہوا کرتی ہیں۔

دعائیہ کلمات

حکیم ملت، مصلح قوم وملت، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) صاحب قبلہ، خطیب وامام کھردہ جامع مسجد، کولکاتا/۱۱۷

آج میں نہایت مسرت و شادمانی کے عالم میں خود کو پارہا ہوں کہ ملک نیپال اور شمالی بہار خصوصًا ترائی نیپال میں اسلام وسنیت کی حقیقی عقائد و معمولات اور احکامات و تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والی ایک عظیم ہستی ملکِ نیپال کے معلمِ اول قطب نیپال حضرت علامہ مولانا حافظ زاہد حسین معروف بہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و خدمات کو منظرِ عام پر لایا جارہا ہے جسے کہیں پہلے ہی آجانا چاہیے تھا لیکن؎

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے

مجھے مزید خوشی اس لیے بھی ہے کہ اس کام کی توفیق رفیق اللہ تعالیٰ نے میرے نورِ نظر لخت جگر مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی سلمہ الباری کو بخشی اور موصوف نے بڑی محنت و کوشش سے اپنی اس کتاب کو تیار کیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ موصوف سے اسی طرح اپنے دینِ متین کی خدمت لیتا رہے۔ نیز جن حضرات نے اس کتاب کی اشاعت میں جس طرح کا بھی حصہ لیا انہیں دین و دنیا میں شاد و باد رکھے اور اپنے شایانِ شان اجر سے نوازے۔ آمین بجاہ جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فقیر قادری چشتی ابو العلائی
محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی)
خطیب وامام کھردہ جامع مسجد کولکاتا/۱۱۷

تقریظ جلیل

شیرِ اعلیٰ حضرت، مناظرِ اہل سنت، فقیہ ملت، نباضِ قوم وملت، مفکر اسلام، حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ اکرم العلوم و قاضی شہر مرادآباد، مرادآباد، یوپی وبانی اسلامیہ وکلیمیہ یونیورسٹی، براہی سیتامڑھی، بہار

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت و شادمانی ہوئی کہ جماعت اہل سنت نیپال کے نوجوان عالم دین صاحب قلم جناب مولانا محمد عطاء النبی صاحب حسینی مصباحی نے ملک نیپال کی عظیم علمی، عملی و روحانی شخصیت حضرت قطب نیپال استاذ العلما حضرت مولانا زاہد حسین معروف بہ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و خدمات پر قلم اٹھایا ہے اور موصوف نے ان کی تمام تر دینی و علمی اور فکری و اسلامی خدمات کو قلمی شکل میں لانے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ میں اپنی معلومات کے مطابق تحریر کرنے میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں سمجھتا کہ آج ملک نیپال خاص طور پر خطہ ترائی میں اسلام و سنت کی جو بہاریں نظر آرہی ہیں وہ حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرہونِ منت ہے۔ حضرت زاہد ملت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ رحیم بخش آروی قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ صوبہ بہار و نیپال کی مشہور قدیمی و معیاری درس گاہ جامعہ فیض الغربا آرہ بہار کے فارغ التحصیل تھے۔ آپ بعد فراغت سے اپنی زندگی کے آخری ایام تک کم و بیش ۵۰/ سال درس و تدریس، تعلیم و تعلم، تصوف و طریقت اور اصلاح عقائد و اعمال میں مصروف عمل رہے۔ ان کے مشاہیر تلامذہ میں بہار و نیپال کی مشہور شخصیات شامل ہیں۔ خاص طور پر ان کے صاحب زادۂ والا تبار علامہ مفتی ساجد حسین صاحب رضوی مصباحی علیہ الرحمہ، پاسبانِ ملت علامہ یوسف رضوی علیہ الرحمہ، والد بزرگوار استاذ الحفاظ حکیم عبد الشکور صاحب عزیزی علیہ الرحمہ، غزالی دوراں محدث نیپال حضرت مولانا مفتی محمد کلیم الدین رضوی علیہ الرحمہ، شیر نیپال مولانا جیش محمد صدیقی، فخر نیپال علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی قاضی شریعت علامہ مفتی محمد عثمان صاحب رضوی، علامہ مفتی عبد العزیز صاحب اور خود راقم عبد المنان

کلیمی وغیرہ شامل ہیں۔

ذاتی بغض وعناد اور قومی ونسلی عصبیت کی بینا دپر شیر نیپال مفتی جیش محمد صاحب اینڈ کمپنی نے حضرت زاہد ملت کی سلسلہ مجیبیہ سے بیعت وارادت کی بنیاد پر ان کی ہمہ گیر شخصیت کو داغدار بنانے کی ناروا جرأت وجسارت کی تھی جس کا دنداں شکن جواب قاضی شریعت حضرت مفتی محمد عثمان صاحب رضوی نے اپنی زبردست علمی و تحقیقی کتاب ''آئینۂ حق نما'' میں پوری شرح وبسط کے ساتھ دے دیا ہے۔ مسلمانان اہل سنت کو چاہیے کہ حضرت زاہد ملت کی پاکیزہ اور مقدس شخصیت پر مفتی جیش محمد صاحب کی طرف سے لگائے ہوئے بے بنیاد الزامات پر کان نہ دھریں اور ''آئینہ حق نما'' کا مطالعہ کریں یقینا! تمام شکوک و شبہات ھباءً منثورا ہوجائیں گے نیز مفتی جیش محمد صاحب کو بھی چاہیے کہ اپنی بے سروپا مشہور و معروف ہذیانات و ہفوات کو شرعی نقطہ نظر سے سمجھنے کی کوشش کریں اور اتحاد اہل سنت میں کوشاں رہیں۔ میں زیر نظر کتاب ''حیات زاہد ملت'' کی ترتیب و اشاعت پر مولانا عطاء النبی صاحب حسینی مصباحی کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کے تمام گوشوں پر خوب لکھا ہے اور بہت سے ایسے مواد جمع کر دیے ہیں جن سے بہت لوگ واقف نہیں۔ اس لیے اس کتاب کو حضور زاہد ملت کی حیات و خدمات پر باضابطہ مستقل اور مستند کتاب قرار دیا جائے تو بجا ہوگا۔ اور دعا کرتا ہوں کہ رب کریم اپنے محبوب ﷺ کے صدقے و طفیل اس کتاب کو مقبول انام بنائے اور قارئین کرام کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر ابوالضیا محمد عبد المنان کلیمی عفی عنہ
مفتی شہر مرادآباد و صدر مجلس علماے ہند و بانی اسلامیہ کلیمیہ یونیورسٹی
ملت نگر براہی سرسنڈ ضلع سیتامڑھی، بہار
بذریعہ موبائل بتاریخ ۲۸ جنوری ۲۰۱۶

تقریظ جلیل

قائد اہل سنت، امین شریعت، مناظر اہل سنت، تاج الفقہاء، عمدۃ المحققین، قاضی القضاۃ، مفتی اَعظم نیپال، پیر طریقت رہبر شریعت، آبروے سنیت، فخرِ نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی برکاتی صاحب قبلہ شیخ الحدیث صدر المدرسین دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مہوتری

باسمہ و حمدہ

استاذ العلما حضرت العلام الحاج الشاہ مولانا و حافظ محمد زاہد حسین صاحب قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی ولادت ملک نیپال کے اس علاقے میں سرزمین علی پٹی شریف میں آج سے تقریبًا سو سال قبل ایک دیندار و زمیندار گھرانے میں ہوئی تھی۔ یہ وہ دور تھا کہ علاقے میں مسلمان نام کے لوگ تو ضرور بستے اور رہتے تھے مگر غیر مسلموں کے ساتھ گھال میل اور اسلامی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے غیر مسلمانہ رسم و رواج، اخلاق و عادات رفتار و گفتار اور پرب و تہوار کے خوگر و عادی علاقہ کی اکثر بستیوں میں اکثر مسلمان کہلانے والے لوگ تھے۔ حضرت زاہد ملت علیہ الرحمۃ کے والد بزرگوار جو ایک سادہ لوح، پابند شرع، صوفی باصفا دینی حمیت رکھنے والی ذات اور قاضی صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ انہوں نے اپنے اس فرزند ارجمند کو ابتدائی تعلیم سے مزین کر کے مزید حصول تعلیم کی غرض سے صوبہ بہار کی مشہور و معروف درس گاہِ اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان مدرسہ فیض الغربا، آرہ ضلع بھوج پور جو سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا رحیم بخش آروی کا قائم کردہ ہے، اس میں داخل کر دیا۔ آپ نہایت محنت و مشقت کے ساتھ مصروف تعلیم ہو گئے، چوں کہ آپ کی ولادت ایک دیندار گھرانے میں ہوئی تھی اس لیے دین داری، تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر موجود تھی۔

بالائے سرش ز ہوشمندی　　　　می تافت ستارۂ بلندی

حتیٰ کہ حصول تعلیم ہی کے زمانے سے بڑی سختی سے نماز تہجد کے پابند تھے ، اگر کسی رات کثرت مطالعہ کی وجہ سے سونے میں تاخیر ہو جاتی اور نماز تہجد قضا ہو جاتی تو روتے ، اظہار افسوس کرتے اور اپنے نفس کو سزا دینے کی نیت سے چند شام کا کھانا تناول کرنا ترک کر دیتے۔ بعد میں تو نماز چاشت ، اشراق ، اوابین اور دیگر اوراد و وظائف سفر و حضر میں آپ کے لیے جزء لاینفک بن گئے تھے۔

حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب حفظ و فضیلت کی دستار لے کر اپنے وطن مالوف علی پٹی شریف تشریف لائے تو دینی حمیت (جو آپ کو اپنے والد بزرگوار سے وراثۃً ملی تھی) کے پیش نظر علاقہ کے چند معزز حجاج کے تعاون سے اپنے وطن ہی میں ایک دینی درس گاہ بنام مصباح المسلمین قائم فرما کر دینی علوم کی تدریس کا آغاز فرما دیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد درجنوں حفاظ کرام اور علماے عظام کا ایک زبردست قافلہ تیار فرما دیا۔ ان حفاظ کی کثرت اور جھرمٹ میں آپ کو ممتاز کرنے کے لیے علاقہ کے ذی شعور لوگوں نے آپ کو "بڑے حافظ صاحب" کے لقب سے یاد کرنا شروع کیا اور علاقہ میں اس نام سے اس قدر مشہور ہوئے کہ بہت سارے لوگ آپ کے اصل نام کو بھول گئے اور اسی کو اصل نام تصور کرنے لگے۔ چونکہ بچپن سے ہی آپ کی ذات میں پرہیزگاری ، تقویٰ شعاری اور احکام اسلام کی پاسداری و پابندی موجود تھی اس لیے آپ کے شاگردان علماے اہل سنت جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں ، آپ کے وصال کے بعد آپ کو " زاہد ملت " کہنے لگے ۔ اس طرح آپ اپنی حیات میں " بڑے حافظ صاحب" کے نام سے مشہور رہے اور بعد وصال " زاہد ملت " کے نام سے مشہور ہوئے۔

غرض کہ حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ جب فارغ التحصیل ہو کر علاقہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے دین کا کام بذریعہ تدریس شروع فرما دیا اور مسلمانوں کے دینی معاملات میں زبوں حالی کے پیش نظر علاقہ میں پاپیادہ تبلیغی دورہ شروع کیا تو بہت ساری بستیوں میں بہت سارے گھروں سے پیڑی اکھاڑ پھینکا اور اسلامی اعتبار سے زبوں حالی میں مبتلا مسلمانوں کو خوش حالی میں تبدیل فرمایا یعنی ان نام نہاد مسلمانوں کو پکا سچا سنی صحیح العقیدہ مسلمان بنایا اور اسلامی زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں گزارنے کا شعور عطا کیا اور معمولات اہل سنت کا عامل بنایا

جس کا ثمرہ یہ ہے کہ آج علاقہ میں سنیت کا باغ و بہار اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار موجود ہیں۔ معاذ اللہ رب العالمین اگر ان کے اندر عقیدتاً کچھ گڑبڑی ہوتی جیسا کہ ان کے باغیوں کا کہنا ہے تو آج یہ علاقہ اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبرداروں کا نہیں ہوتا کیوں کہ ”کل اناء یترشح بما فیہ“ ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اپنی محبوبیت کا مقام عطا فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس محبوب بندے کے کچھ باغی، مخالف اور دشمن بھی ہو جاتے ہیں تاریخ اسلام میں جس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ کچھ ایسا ہی ہوا کہ زاہد ملت علیہ الرحمہ کی تعلیمی، تبلیغی، دینی و مسلکی خدمات اور دیگر نیک کاموں کی بنیاد پر اہل علاقہ کے دلوں میں مقبولیت اور بارگاہ الٰہی میں محبوبیت دیکھ کر بربنائے قومی عصبیت کچھ لوگ ان کے باغی ہو کر ان کے وصال کے بعد سر اٹھائے اور زاہد ملت علیہ الرحمہ کا چرچا صفحہ ہستی سے مٹانے کی ناپاک سعی کیے اور ہنوز کر رہے ہیں۔

پھر یہ بھی حقیقت اپنی جگہ حق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کسی کو ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت کا میلان اپنے پاک بندوں کے لعن وطعن کی جانب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی توہین کرنے والے کی عزت خود منہدم ہو جاتی ہے اور وہ دنیا والوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے جس کا انکشاف مولانا روم علیہ الرحمہ نے اپنے اس شعر کے ذریعہ کیا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　　میل او را طعنۂ پاکاں کند

زیر نظر کتاب ”حیات زاہد ملت“ عزیزی مولانا محمد عطاء النبی الحسینی المصباحی زاد اللہ علمہ وقدرہ کا ایک شاہکار قلمی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے اس علاقے کے معلم اول محسن اعظم حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات، عبادات و ریاضات اور ان کی دینی و مسلکی، علمی و عملی کارناموں کو حسن اسلوبی کے ساتھ ایک اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت عامہ و تامہ عطا فرمائے۔ فاضل مصنف نور دیدۂ پیر طریقت حکیم ملت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حسینی چترویدی مدظلہ العالی ساکن بیلا جنک پور دھام نیپال ایک بہترین

باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ حسن اخلاق اور حلم و مروت کے پیکر ہیں ، سنجیدگی و متانت ان کے رگ و ریشہ میں پیوست ہے بلندی فکر اور بڑوں کی قدر دانی ان کا اہم حصہ ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ تصنیف و تالیف کی مزید توفیق انہیں عطا فرمائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ حیات خضر و بخت سکندری عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین ۔

فقیر ابوالفضل محمد اسرائیل برکاتی رضوی نوری

خادم التدریس والافتا دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف، مہوتری نیپال

۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

تقدیم

فخرِ سنیت سراج الاذکیاء، جامع منقولات و معقولات، ماہرِ درسیات، امام النحو، فقیہ النفس ، قاضیِ شریعت نیپال حضرت علامہ مفتی محمد عثمان رضوی قادری صاحب قبلہ، مفتی و قاضیِ ادارۂ شرعیہ و شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر، جنک پور، دھنوشہ، نیپال

یادِ رفتگاں یقینا ایک بڑی نعمت ہے، جو سعادت مندوں کے حصے میں ہی آتی ہے، انھیں اسلاف کے آئینے میں ہمیں نبی پاک ﷺ کا اسوہ نظر آتا ہے اور انھیں کے توسط سے ہماری زندگی بنتی اور سنورتی ہے۔ اسی لیے جو بھی بزرگان دین اور علماے ربانیین جس بھی علاقے کے ہوں کم از کم وہاں کے باشندوں کا یہ اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ ان کے رخ حیات کی جھلکیوں کو صفحۂ قرطاس پر محفوظ کریں، آنے والی نسلوں کے لیے مینارہ نور تعمیر کریں۔ مگر افسوس! ہمارے یہاں یہ روش عام ہو چکی ہے کہ بس اعراس و محافل کا انعقاد کر دیا جاتا ہے اور زبانی طور پر مفتی اعظم وغیرہ کیا نہیں بنا دیا جاتا لیکن جب قوم کے سامنے ان کی سیرت و سوانح و خدمات پیش کرنے کی بات آتی ہے تو معاملہ نہایت قابل افسوس نظر آتا ہے۔ اس طرح نہ جانے ہم نے کتنی ہی عظیم الشان عظیم المرتبت اور عبقری شخصیات کو فراموش کر دیا اور گزرتے وقت کی زمین میں دفن کر دیا۔ ایسے وقت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ صاحبان علم و قلم وقت کے تقاضے کو سمجھیں اور اسلاف شناسی کے سلسلے میں کڑی سے کڑی ملائیں تاکہ یہ سلسلہ باقی رہے۔

مبارک بادی کے مستحق ہیں عزیزی القدر مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی صاحب، جنھوں نے اس تقاضے پر لبیک کہا اور نیپال کی مشہور و معروف شخصیت قطب نیپال استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد زاہد حسین قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک جامع سوانح حیات مرتب کی۔ الحمد للہ! کتاب بڑی جامع اور معلومات افزا ہے۔ یہ کتاب کل ۹ ابواب پر مشتمل ہے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پہلا باب: تنویرِ حیات۔ جس میں حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کے شجرۂ نسب، القابات و خطابات، سراپا، حلیہ، خاندان، جاے ولادت، تعلیم و تربیت، بیعت و ارادت اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا بڑے حسین انداز میں ذکر ہے۔

دوسرا باب: نقوشِ خدمات ۔ اس باب میں آپ علیہ الرحمہ کی خدمات کو تقریب فہم کے لیے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے ضمن میں دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین اور دار العلوم امانیہ امان الخائفین کا خاطر خواہ تعارف بھی پیش کیا گیا ہے جو معلومات میں اضافے کا باعث ہے۔

تیسرا باب: اوصاف وکمالات۔ اس باب میں آپ علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات میں پائے جانے والی خوبیوں کا ذکر ہے۔ جو آنے والی نسلوں کے لیے ایک اچھے انسان بننے کے واسطے مشعلِ راہ ہیں۔

چوتھا باب: کرامات۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو خرقِ عادت اشیاء کی انجام دہی کا اختیار دیتا ہے۔ اس باب میں آپ علیہ الرحمہ کے انہیں اختیارات کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔

پانچواں باب: داغِ مفارقت۔ اس باب میں زاہد ملت علیہ الرحمہ کی علالت کی ابتدا سے واصل الی اللہ ہونے اور نماز جنازہ سے تدفین تک کی کہانی درج کی گئی ہے۔

چھٹا باب: باقیات صالحات۔ آپ علیہ الرحمہ نے تدریس کے ذریعہ جو دینی خدمات انجام دی ہیں وہ ملک نیپال کے لیے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ کے تدریسی جواہر سے مالامال ہونے والے چند اشخاص کا اس باب میں تذکرہ شامل ہے۔ اس میں ان تلامذہ کے تذکرہ کا بھی شمول ہے جنہوں نے باقاعدہ آپ علیہ الرحمہ سے استفادہ نہیں کیا بلکہ وقتاً فوقتاً آپ کے علمی شہ پارے سے مستفید ہوئے۔ یہ باب اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ اس باب کے ذریعہ قارئین کو ملک نیپال کی کئی اہم علماے اہل سنت کی سیرت و سوانح سے آگاہی کے مواقع ملیں گے جن سے اہل علم و عوام ناآشنا ہیں۔

ساتواں باب: اعترافِ عظمت۔ اس باب میں مولف نے زاہد ملت کی شخصیت کے بارے میں ان حضرات کی تحریر جمع کی ہیں جنہوں نے بذات خود ان کی کتاب حیات اپنے ماتھے کی آنکھوں سے پڑھی یا کم از کم اپنے افرادِ علاقہ کی زبانی سنی۔

آٹھواں باب: مقدمات زاہد ملت ایک مطالعہ۔ اس باب میں مولف نے حضور زاہد ملت کی عظیم شخصیت کو داغ دار بنانے کی کوشش کے سبب آپ علیہ الرحمۃ کے اسلام و کفر سے متعلق ہوئے مقدمات کا ایک جائزہ پیش کیا ہے اور خوب پیش کیا گیا ہے۔ نیز سالِ گزشتہ منظر عام پر آنے والی کتاب '' مفتی اعظم نیپال: گوشۂ حیات و خدمات '' کا زبردست تعاقب بھی کیا ہے۔

نواں باب: منظومات۔ مذکورہ باب میں آپ علیہ الرحمۃ کی شان میں کہی گئی چند منقبتیں شامل کی گئی ہیں۔

یقیناً مذکورہ نو ابواب پر مشتمل اس کتاب سے قارئین حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات کے نئے گوشوں سے آگاہ ہوں گے اور ان کے علم میں اضافہ ہوگا۔ دعا ہے کہ مولی تعالی اس کتاب کو مقبول عام و تام فرمائے اور مولف موصوف کے علم و عمل، صحت و عافیت اور زبان و قلم میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر محمد عثمان الرضوی القادری عفی عنہ
خادم الافتاء والقضاء ادارۂ شرعیہ جنک پور
و خادم التدریس مدرسہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر جنک پور، ضلع دھنوسا، نیپال

سخن دل

حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت ملک نیپال اور شمالی بہار خصوصًا ترائی نیپال کے لیے محتاج تعارف نہیں؛ کیوں کہ ان علاقوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسلام و سنیت اور مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کی جو خدمات گراں مایہ انجام دیں ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں لیکن مسلمانانِ نیپال کے قلمی جمود نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت، آپ کے کارنامے اور آپ کے اوصاف و کمالات پر ایک دبیز چادر ڈال دی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آسودۂ خاک ہونے کے بعد آپ کی شخصیت اور آپ کی خدمات کی یادیں بھی زیرِ خاک ہوگئیں، نہیں بلکہ اپنی حقیقی آرام گاہ میں جانے کے بعد کل بھی آپ کی یادیں لوگوں کے دلوں میں موجود تھیں اور آج بھی آپ کے لمحات لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں اور کیوں نہ ہو کہ آپ ''فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ''(تو میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو) کی حقیقی تفسیر تھے۔ چناں چہ جب آپ نے خدمت و حفاظتِ دین اور ترویج و تبلیغ مسلک اہل سنت کے ذریعہ ساری زندگی یادِ الٰہی میں گزار دی تو آج اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذریعہ آپ چرچا کر رہا ہے۔

بس ضرورت اس بات کی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں بسنے والی یادوں اور لوگوں کے اذہان میں محفوظ آپ کے لمحات کو کشید کر صفحات کے سینوں میں محفوظ کر دیا جائے تاکہ دلوں اور ذہنوں میں محفوظ رکھنے والے لوگوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی یادیں بھی زیرِ گور نہ ہوجائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل کہ اپنے محبوب بندے حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلق سے اس کام کی توفیق اس ناچیز کو بخشی۔

اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ راقم نے اپنے ارادے کا اظہار سب سے پہلے اپنے ہم عمر برادر عزیز مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی سے کیا تو انھوں نے کہا کہ ہاں! لکھیے اور ضرور

لکھیے؛ کیوں کہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جو احسانات ملک نیپال پر ہیں، اہل نیپال کبھی بھی ان سے سبک دوش نہیں ہوسکتے اور نہ فراموش کیے جاسکتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ ایسی عظیم و جلیل ہستی پر اب تک باضابطہ کام نہ ہوسکا۔ پھر میں نے عزم مصمم کرتے ہوئے مواد کے حصول کے لیے بالترتیب والد محترم حکیمِ ملت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) عمِ بزرگوار قاضی شریعت نیپال حضرت مفتی عثمان رضوی قادری مدظلہ العالی، فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی برکاتی مدظلہ العالی اور بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین اشرفی مدظلہ العالی کے سامنے اپنے ارادے کو ظاہر کیا۔ ان حضرات نے بھی سراہتے ہوئے سب سے پہلے ناشر مسلک اہل سنت مولانا اسلم القادری صاحب قبلہ کی کتاب ''تجلیات زاہد'' کی رہنمائی فرمائی نیز مزید مواد کی فراہمی کا یقین دلایا بلکہ بلبل نیپال نے تو جذبہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسی وقت حضور زاہد ملت کے تعلق سے وہ مواد راقم کے سپرد کردیا جو انہوں نے خود زاہد ملت کے کی حیات و خدمات پر کتاب تحریر کرنے کے لیے جمع کیے تھے۔

پھر کیا تھا؟ میں نے ان علمائے کرام کے سایہ تلے لکھنا شروع کیا اور دیکھتے دیکھتے کتاب مکمل ہوگئی۔ اب مرحلہ تھا کتاب کی نظر ثانی اور اصلاح کا۔ جس کے لیے مذکورہ بزرگوں اور مناظرِ اہل سنت مفتی عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں دستک دی اور ان حضرات نے شفقت فرماتے ہوئے کتاب کی اصلاح فرمائی۔ اور اس طرح سے یہ کتاب قارئین کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت ملی۔

اس کتاب کی تکمیل میں جن حضرات نے کسی نہ کسی طرح تعاون کیا ان کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرنا راقم کا اخلاقی فریضہ بنتا ہے اسی اخلاقی فریضے کی ادائیگی کرتے ہوئے سب سے پہلے

(۱) والد محترم حکیمِ ملت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) صاحب قبلہ
(۲) عمِ بزرگوار قاضی شریعت نیپال حضرت مفتی عثمان رضوی قادری مدظلہ العالی
(۳) فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی برکاتی مدظلہ العالی
(۴) بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین اشرفی مدظلہ العالی

(۵) مناظرِ اہل سنت مفتی عبد المنان کلیمی مد ظلہ لعالی

کی بارگاہ میں نذرانہ تشکر پیش کر رہا ہوں جن میں سے پہلے چار علمائے کرام نے مواد کی رہنمائی، مواد کی فراہمی اور کتاب کی اصلاح و نظر ثانی فرمائی اور موخر الذکر مناظر اہل سنت حضرت کلیمی صاحب قبلہ نے اصلاح و نظر ثانی فرمائی۔

اس کے بعد اپنے برادر عزیز مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور)، مولانا علاء الدین امنؔ رضوی اور مولانا محمد تحسین رضا اسحاقی کا سراپا سپاس ہوں کہ اول الذکر نے کتاب کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ اور ثانی الذکر نے بھی پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا اور موخر الذکر نے کتاب کی تزئین و تحسین کا فریضہ انجام دیا۔

کسی بھی کتاب کی، تصنیف، ترتیب، تخریج، تحشیہ اور ترجمہ کرنے والے کو تکمیل کتاب کے بعد سب سے بڑی پریشانی اس کی اشاعت کی پیش آتی ہے جو کسی پر مخفی نہیں لیکن الحمد للہ علی احسانہ! **مولانا رحمت علی رضوی بن زاہد حسین** (برداہا) **مولانا محمد علاؤالدین رضوی بن محمد دل شیر**، مہدیا (برائے ایصال ثواب مولوی محمد قاسم مرحوم و مغفور) اور **مولوی عبد المصطفی بن الحاج حفظ قمر الدین** (علی پٹی شریف) صاحبان نے **"فخر ملت فاؤنڈیشن"** کے تحت اس کی اشاعت وطباعت کی ذمہ داری قبول کر کے اس دقت و پریشانی سے نجات کا سامان فراہم کیا۔

راقم ان حضرات کا بھی شکر گزار ہے جنہوں نے فون پر حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلق سے اچھے تاثرات سے نوازیں حتیٰ کہ ایک صاحب نے تو "مجدد" بھی کہا (اگر چہ راقم اسے قبول نہیں کرتا اور شاید اہل علم و دانش بھی میری تائید کریں) لیکن کسی مخصوص خوف اور کسی خاص حکمت نے انہیں اپنے تاثرات تحریر کرنے سے روکے رکھا اور اس طرح حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ان کے قیمتی تاثرات شامل کتاب نہ ہو سکے۔

اب اخیر میں ہم اہل علم و فن اور اصحاب فکر و نظر کی بارگاہ میں عریضہ لیے کھڑے ہیں کہ کتاب کو آخری مرحلے تک لانے میں ناچیز نے تحقیق و تفتیش اور محنت و جد و جہد سے کام لیا ہے پھر بھی اگر انہیں کہیں کوئی کمی نظر آئے تو اس کی رہ نمائی فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جائے نہ کہ زبانِ لعن طعن دراز کریں

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابو العلائی عفی عنہ

ناظم جامعۃ المدینۃ فیضان صابر پاک، کلیر شریف

بابِ اول

تنویرِ حیات

ملکِ نیپال ایک چھوٹا سا ملک ہے جو تین حصوں پر منقسم ہے۔(۱) ہمالی نیپال (۲) پہاڑی نیپال (۳) ترائی نیپال۔ نیپال کے اس تیسرے حصے میں مسلمان کے آمد کے اب تقریبًا ایک صدی ہو چکے ہیں لیکن جب ابتدامیں قومِ مسلم نے یہاں بودو باش اختیار کیا تو یہاں کے ہندوانہ رسم و رواج سے حد درجہ متاثر ہوئے حتیٰ کہ حال یہ ہو گیا کہ مسلمان صرف برائے نام رہ گئے تھے، کیوں کہ ان میں اکثر اسلامی عقائد و نظریات اوراحکام و مسائل سے ناآشنا تھے الا ماشاءاللہ۔ مسلمانوں کی اس ناآشنائی کی وجہ سے مسلمانوں میں غیروں کے مراسم عام رائج تھے، افکار فاسدہ اور نظریات کاسدہ نے انہیں اپنے پنجۂ استبداد میں دبوچ لیا تھا، مسلمان ہونے کے باوجود ان کے گھر بت کدہ بنے ہوئے تھے۔ ان میں بعض بطور تعظیم بتوں کو اپنے گھروں کی زینت بناتے اور کچھ خوف و ہراس کے سبب۔ خوف کس بات کا؟، اس بات کا کہ اگر بتوں کو خانہ بدر کیا تو وہ مصیبت و پریشانی میں مبتلا کر دے گا۔ نیپالی مسلمانوں کی زوال پزیر حالت پر ستم بالائے ستم اس وقت ہوا جب دیوبندیت و وہابیت بھی شب خون مارنے نیپال میں آدھمکی۔ ایسے پرفتن زمانہ میں، ایسے پر آشوب دور میں اور ایسے دل دوز لمحات میں،،،

ضرورت تھی ایک قائد کی جو حقیقی اسلام کی طرف مسلمانوں کی قیادت کرے

ضرورت تھی ایک ہادی کی جو صراطِ مستقیم کی طرف انہیں گامزن کرے۔

ضرورت تھی ایک رہنما کی جو مذہبِ اسلام کی طرف ان کی صحیح رہنمائی کرے۔

ضرورت تھی ایک عالم شریعت کی جو احکامِ شریعت سے انہیں روشناس کرائے۔

ضرورت تھی ایک آفتابِ فضل و کمال کی جو اپنی علمی شعاعوں سے تاریکی جہالت میں ڈوبے ہوئے تاریک دلوں کو روشن و منور کرے۔

ضرورت تھی ایک دریاے علم و فن کی جو تشنہ لبانِ علوم بنویہ کی علمی تشنگی کو بجھائے۔

یہ ضرورت بڑھی اور بڑھتی ہی چلی گئی تب رحمتِ الٰہی ابرِ باراں بن کر رشد و ہدایت کی شدتِ پیاس سے العطش العطش کی صدائیں بلند کر رہے ترائی نیپال پر برسی اور خوب برسی اور یہ ضرورت قطب نیپال، استاذ العلما حضرت علامہ مولانا حافظ محمد زاہد حسین قادری چشتی مجیبی

قلندری معروف بہ زاہد ملت علیہ الرحمہ کی صورت میں پوری ہوئی۔ کون زاہد ملت؟ وہی۔۔۔

جن کی ذات نے لوگوں کو اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کیا۔

جن کی ذات نے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلنا سکھایا۔

جن کی ذات نے باطل عقائد و نظریات کی پردہ دری کی۔

جن کی ذات نے فاسد افکار و خیالات کی نقاب کشائی کی۔

جن کی ذات نے مسلمانانِ نیپال کو ''دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین'' اور '' دار العلوم امانیہ امان الخائفین'' جیسے دینی قلعے دیے۔

جن کی ذات نے ایسا چشمہ علم و فضل جاری کیا کہ نیپالی اور اس سے متّصل شمالی ہندوستانی علاقے کے علمائے کرام بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ سے سیراب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

جن کی ذات نے لوگوں کو علم دوستی، احترامِ اکابر اور اصاغر نوازی کا درس دیا۔

جن کی ذات نے دیابنہ اور وہابیہ سے کامیاب مناظرے کیے اور شکستِ فاش دی۔

جن کی ذات نے عشقِ رسول اور محبتِ رسول کو اصل زندگی قرار دیا۔

جن کی ذات نے لوگوں کو اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے محبت و عقیدت کا جام پلایا۔

جن کی ذات نے زہد و تقویٰ میں وہ مقام پایا کہ عوام تو عوام علمائے کرام بھی یہی کہتے ہیں کہ زاہد ملت بڑے متقی و پرہیز گار تھے۔

ایسے ہی عظیم و جلیل بزرگ کا تذکرہ جمیل آئندہ صفحات میں محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کی جاری ہے۔

شجرہ نسب

جد اعلیٰ جناب محمد مظاہر راعین

↓

جناب محمد قلندر راعین

↓

ابوالجد: محمد رجب علی راعین۔ (جو سر زمین ہند سے ہجرت کر کے نیپال کی ایک مشہور بستی علی پٹی تشریف لائے۔

↓

جد امجد: حاجی محمد بدر علی راعین عرف بھدئی

↓

والد ماجد: قاضی محمد رمضان علی راعین

(۱) محمد طاہر حسین

(۲) قطبِ نیپال حافظ محمد زاہد حسین

(۳) الحاج محمد ریاست حسین

↓

(۱) جناب حافظ محمد عابد حسین

(۲) مناظر اہل سنت علامہ ساجد حسین نوری مصباحی

القابات

قطبِ نیپال

پیشواے اہلِ سنت

ولی کامل

زاہد ملت

شیخِ ملت

استاذ الاساتذہ

معلم اول

بڑے حافظ صاحب

بانی قادریہ مصباح المسلمین و دار العلوم امانیہ امان الخائفین

سراپا

رنگت: گندم گوں جس میں سرخی کی نوری جھلک

چہرہ: منور گولائی ولمبائی لیے ہوئے، بارعب و پروقار

سر: بڑا۔ مدور۔ ہر طرف سے بھرا ہوا جس پر بال سیدھے اُگے ہوئے نرم نرم۔ اخیر عمر میں مکمل سفید اور گنج سے محفوظ۔

پیشانی: قدرے فراخ۔ ابھری ہوئی۔ سجدے کی نشانی سے منور۔

ابرو: کشادہ نہ گھنی نہ ہلکی منفصل کسی قدر ڈھلکی ہوئی۔

آنکھیں: روشن ۔ جس میں سرمہ کی لکیریں نمایاں ۔ سیاہ سفید بے داغ ۔ پُر سکون۔ نظریں جھکی ہوئیں۔

پلکیں: گھنی بالکل سیاہ۔ اخیر عمر میں چند بال سفید۔

ناک: بلندی مائل۔ جس سے نورانیت نمایاں۔

رخسار: بھرے ہوئے گوشت ذرا نیچے کو ڈھلکتا سا۔

لب: پتلے۔ سرخی مائل۔

دہن: معتدل فراخ

دندان: چھوٹے ہموار (انتہائی خوشی کے تبسم پر نظر آنے والے)

ریش: مسترسل۔ سیاہ۔ زیادہ گھنی نہیں۔ اخیر عمر میں مکمل سفید۔

مونچھ: پست۔ نہ زیادہ چوڑی۔ نہ بہت باریک۔ دونوں کنارے داڑھی سے متّصل۔

کان: متناسب لمبائی لیے ہوئے۔

ٹھوڑی: گول۔ جس میں ہلکی سی گہرائی۔

گردن: معتدل۔ قدرے لمبائی لیے ہوئے۔ تواضع سے جھکی ہوئی۔

شانے: ہموار۔ اخیر عمر میں سامنے کو کچھ جھکے ہوئے۔

ہاتھ: لمبے

بازو: پُر گوشت۔ بھرے ہوئے۔ مضبوط۔

کلائیاں: چوڑی۔

ہتھیلیاں: پُرگوشت۔ فراخ۔ قدرے سخت۔ لکیریں نمایاں۔

انگلیاں: لمبی۔ موزوں حد تک دراز۔ درمیان میں کچھ خلا۔

ناخن: سرخی مائل۔ انگلیوں سے ہموار۔

سینہ: کشادہ۔ جس پر کچھ بال۔

شکم: سپاٹ۔ سینے سے کچھ ابھرا ہوا۔

پشت: سیدھی۔

کمر: متناسب۔

پنڈلیاں: مضبوط۔ بھری ہوئی۔ ٹھوس۔ جس پر تھوڑے بال۔

پاؤں: متوسط۔ قدرے دراز۔

ایڑیاں: گول۔

قد: میانہ۔

بدن: چھریرا۔

حلیہ مبارکہ

ٹوپی۔اچکن۔کرتا۔پاجامہ۔صدری۔عصا۔انگوٹھی وغیرہ۔

ٹوپی: دوپلی۔گھری۔سادی۔

اچکن: ڈھیلی ڈھالی۔لمبی۔گھٹنوں سے نیچے تک۔

کرتا: کلی دار۔لمبا۔گھٹنوں سے نیچے تک۔

پاجامہ: ٹخنوں سے اونچا۔

صدری: سردی کے ایام میں روئی دار۔

عصا: زمانہ دراز تک بینت کا۔اخیر عمر میں لکڑی کا منقش۔

انگوٹھی اور گھری: دائیں ہاتھ میں پہنتے۔

نگینہ: پہلے پہل فیروزہ۔بعد میں عقیق۔جس کے بیچ میں سفید ہلالی نشان۔

جوتا: جے پوری ناگرہ۔دائیں بائیں قید سے آزاد۔طرز پر چمڑے والا۔

بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین اشرفی صاحب آپ کے حلیہ کی جھلک یوں بیان کرتے ہیں:

آپ خشبو کو بہت زیادہ پسند فرماتے اور عبادت و تلاوت کے وقت اپنے جسم و لباس کو معطر معطر کر لیا کرتے۔آپ کا لباس عالمانہ شان لیے۔اچکن اور چوغہ نہایت قیمتی۔لیکن سوتی کپڑا زیادہ پسند فرماتے۔

ولادت اور اسم گرامی: استاذ العلما والحفاظ قطبِ نیپال حضرت علامہ زاہد حسین قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف بہ زاہد ملت کا آفتاب حیات 1325ھ مطابق ۱۹۰۴ء موافق ۱۹۷۱ بکرمی کو ضلع مہوتری کی ایک مشہور بستی ''علی پٹی'' میں قاضی محمد رمضان علی راعین مرحوم کے گھر طلوع ہوا اور اس آفتاب نیپال کا نام نامی اسمِ گرامی ''زاہد حسین'' رکھا گیا۔

جائے ولادت: آپ کی جائے ولادت ''علی پٹی'' ہے جو دو مشہور شہر ''جنک پور دھام'' اور ''جلیشور'' کے بیچ میں اور نیپالی بارڈر ''بھٹا موڑ'' سے ۱۰ کیلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس کی تاریخ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فخر نیپال مفتی اسرائیل رضوی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

''صوبہ بہار کے ضلع سیتامڑھی سے نیپال کا جو علاقہ متّصل ہے وہیں یہ بستی آباد ہے۔ ٹھیک ہندوستانی سرحد ''بھٹا موڑ'' سے ۱۰ کیلو میٹر مشرق و شمال میں نیپال کے دو مشہور ترین شہر ''جنک پور دھام'' اور جلیشور'' کے بیچ میں واقع ہے۔ بذریعہ سواری علی پٹی پہنچنے کے لیے انڈین بارڈر ''بھٹا موڑ'' سے جنک پور دھام کے لیے ہمیشہ بس و دیگر سواریاں ملتی رہتی ہیں، اسی سے ''پپرا بازار'' آکر اتر جانا ہے اور وہاں سے ایک کیلو میٹر جنوب میں ''علی پٹی'' ہے جہاں سے ہمیشہ قال اللہ و قال الرسول کی رقت انگیز صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں مسلمان بھی ہیں اور ہندو بھی لیکن مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ بستی کب سے آباد ہے؟ کوئی ایسی تاریخی شہادت نہیں مل سکی ہے لیکن لوگوں کی زبانی اتنا ضرور معلوم ہوا کہ یہ آبادی پرانی ہے اور کسی بزرگ شخصیت سے یہ بستی منسوب ہے جس کا اندازہ اس کے نام سے بھی لگایا جاسکتا ہے''۔ (گلشن علم و ادب، ص: ۱۴)

خاندان: حضور زاہد ملت کے جد اعلیٰ محمد رجب علی مرحوم ہندوستان کے رہنے والے تھے اور راعین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ موصوف مرحوم ہند سے ہجرت کر کے سرزمین نیپال تشریف لائے اور یہاں کی ایک مشہور بستی ''علی پٹی'' کو اپنا مسکن بنایا اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے اور ایسا رہ گئے کہ آپ کا شمار یہاں کے زمینداروں میں ہونے لگا اور آپ ہی کے خاندان کے ایک فردِ فرید زاہد ملت علامہ حافظ زاہد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت

سے ترائی نیپال خصوصاً ضلع مہوتری و دھنوشہ کی ابتر حالت زار بہتر سے بہتر حالت میں تبدیل ہو گئی۔ رجب علی مرحوم کے بعد ان کے صاحب زادے حاجی محمد بدر علی عرف بھدئی وارث ہوئے اور ان کے وارث قاضی محمد رمضان علی ہوئے جن کی پشت سے قطب نیپال علامہ زاہد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

تعلیم و تربیت: حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر چہ راعین خاندان میں پیدا ہوئے تھے جن کا پیشہ عموماً کاشت کاری ہوتا ہے لیکن آپ کی جبین مبارک پر اقبال مندی و فیروز مندی کے آثار نمایاں دیکھ کر آپ کے والدین نے آپ کے لیے کاشت کاری کی بجائے حصول علم کو ترجیح دی اور آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ چناں چہ آپ کے والد نے حصول علم کے لیے محلہ کے امامِ مسجد کی بارگاہ میں آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے اپنی ذہانت و فطانت اور فضل خداوندی سے بہت جلد ناظرۂ قرآن پاک، چند ابتدائی کتابیں نیز حفظِ قرآن مکمل کر لیا۔

فیض الغرباء آرہ بہار میں: ابتدائی تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد متوسطات اور منتہی کتابوں کی تعلیم کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وقت کی عظیم دینی و علمی درس گاہ "دار العلوم فیض الغربا" آرہ بہار کا انتخاب فرمایا اور یہاں ماہر اساتذۂ کرام کے زیر سایہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں درسیات کی تکمیل فرمائی اور "فیض الغربا" ہی کے زیرِ اہتمام سالانہ نورانی اجلاس کے موقع پر جلیل القدر علمائے کرام و مشائخ عظام مثلاً حضور محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری اور سراج الاولیا حضرت شاہ تیغ علی رحمۃ اللہ علیہم کے دست بابرکت سے سند و دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔

مشاہیر اساتذۂ کرام: مدرسہ فیض الغربا آرہ کے جن اساتذہ کرام کے سایہ شفقت میں آپ نے اپنا تعلیمی دور گزارا اور جن اساتذہ سے خصوصی استفادہ فرمایا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اس وقت شیخ الحدیث کے منصب پر فائز المرام تھے

(۲) مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳) مولانا اسمٰعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

زمانہ طالب علمی کے چند اہم واقعات: حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ طالب علمی بھی بڑا انوکھا رہا جس میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جو نصیحت آمیز بھی ہیں اور سبق آموز بھی اس لیے آپ علیہ الرحمہ کے دور طالب علمی کے چند واقعات سپر قرطاس کیے جاتے ہیں تاکہ حصول علم کے راہی کے لیے مشعلِ راہ ہو۔

شب بھر مطالعہ: جس زمانے میں حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصول علم میں مشغول تھے، اس زمانے میں نہ بجلی کی آزادی تھی اور نہ موجودہ دور کی طرح جرنیٹر و انوائیٹر جیسے جدید ایجادات کی سہولت۔ اس لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحصیل علم کا یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ درس گاہ سے فارغ ہونے کے بعد رات میں اپنے رفقائے دار العلوم اور شریک درس احباب سے علیحدگی اختیار کر کے شہر آرہ کے چوراہے پر تشریف لے جاتے اور چوراہے کی گورمینٹی لیمپ کی روشنی میں اسباق یاد کرنے اور کتابوں کے مطالعہ میں منہمک ہو جاتے۔ آپ کی کتب بینی میں انہماک و مشغولیت کا یہ عالم ہوتا کہ مطالعہ کرتے کرتے صبح ہو جاتی اور آپ کو رات کے چلے جانے کا احساس تک نہ ہوتا۔ لیکن آپ کے رفقا نے اساتذۂ دار العلوم سے شکایت کر دی کہ صاحب زادے چوراہے کی لیمپ دیکھتے دیکھتے شب گزار دیتے ہیں جس کے سبب اساتذۂ کرام نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو طلب فرما کر آپ سے معاملے کی تفتیش فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باادب جواب دیتے ہوئے عرض کیا: حضور! میں رات کو چوراہے کی لیمپ کی روشنی میں اسباق یاد کرنے اور کتابوں کے مطالعہ کرنے میں مشغول رہتا ہوں نہ کہ لیمپ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا ہوں۔ آپ ناچیز سے سبق سماعت فرمالیں معاملہ واضح ہو جائے گا۔ اس درخواست پر جب اساتذۂ کرام نے آپ سے اسباق سنے تو آپ کو اپنے اسباق دیگر طلبہ سے کہیں زیادہ اچھا یاد تھے جس کے سبب آپ کے اساتذہ نے سمجھ لیا کہ طلبہ نے آپ کے تعلق سے غلط شکایت کی تھی۔ اس واقعہ کے بعد آپ اساتذۂ کرام کے منظورِ نظر بن گئے اور اساتذہ آپ پر حد درجہ شفیق ہو گئے۔

یہ ہے زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بچپن میں ذوق مطالعہ اور شوقِ کتب بینی ۔ جس سے جہاں طلبہ کرام کو کتب بینی کرتے رہنے کا درس مل رہا ہے وہیں اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کو کو بھی ملحوظ خاطر رکھنے کا سبق مل رہا ہے۔

صبر صبر اور صرف صبر: مذکورہ بالا واقعہ کے بعد اساتذۂ کرام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر مہربان ہوگئے اور آپ سے محبت و شفقت فرمانے لگے ۔ اساتذۂ کرام کی آپ سے محبت و شفقت نے طلبہ کے درمیان آپ کو قابل رشک بنادیا تھالیکن بعض طلبہ کو اس سبب سے آپ سے حسد ہو گیا جس کے نتیجے میں حادثہ پیش آیا کہ ایک روز بارش ہو رہی تھی اور رات کی تاریکی اس پر مستزاد۔ کسی سبب سے اس روز کھانے کا انتظام نہ ہو سکا تو آپ کھانے کے انتظام کے لیے محلہ میں تشریف لے گئے ۔ واپسی میں کسی نے اپنے حسد کی بھڑاس نکالنے کے لیے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ پر پتھر دے مارا جس کی وجہ سے آپ کی ناک سے خون جاری ہو گیا، لیکن آپ نے دار العلوم واپسی کے بعد نہ خود اس کی تفتیش کی اور نہ اپنے اساتذہ کو اس کی شکایت کی بلکہ کیا تو صرف اور صرف صبر صبر اور صبر کیا کیوں کہ آپ کی نظر ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ'' پر تھی۔

ایسا زہد و تقویٰ: حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن ہی سے نیک سرشت ، پاکیزہ خصلت ، پابند شریعت اور متقی و پرہیز گار تھے جس کے گواہ آپ کے ہم عصر بھی ہیں۔ چناں چہ دار العلوم فیض الغرباء ، آرہ بہار کے دور طالب علمی میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد و تقویٰ اور پابندیِ شرع کے متعلق آپ کے ایک رفیق حنیف ملت حضرت علامہ حنیف القادری کٹیاوی علیہ الرحمہ نے جو کچھ بیان فرمایا اس کی روایت کرتے ہوئے قائد اہل فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں:

''(حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) زاہد ملت اور ہم دونوں مدرسہ فیض الغرباء آرہ انڈیا میں زیر تعلیم تھے ۔ زاہد ملت نمازِ پنجگانہ کے بڑے پابند تھے ، زمانہ طالب علمی میں بھی آپ کی تہجد کی نماز قضانہیں ہوتی تھی ، بڑی پابندی سے تہجد ادا فرماتے تھے لیکن ایک شب ایسا ہوا کہ حضور زاہد ملت رات کا کھانا تناول فرما کر کتب بینی فرمانے لگے ، اتفاقاً آپ پر نیند کا

غلبہ ہوا، آپ بستر استراحت پر آرام پذیر ہو گئے لیکن اس شب زاہد ملت کو ایسی نیند آئی کہ نمازِ تہجد قضا ہوگئی، صبح بعد فجر زار و قطار رونے لگے اور اپنے شکم پر بدستِ خود ضرب لگانے لگے اور شکم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: " نادان میں نے تجھے اس لیے پُر کیا تھا کہ نماز تہجد قضا کرا دے؟" ہر مرتبہ یہ کہتے اور ضرب بھی لگاتے (فخر نیپال، حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں) زاہد ملت نے اپنے آپ پر تین دن کھانا بند کر لیا اور شکم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: " یہ تیری سزا ہے"۔

بیعت و ارادت: حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دینی و علمی عظیم درس گاہ سے فارغ تو ہو چکے تھے علمی پیاس تو بجھا چکے تھے لیکن اب بھی ایک تشنگی باقی تھی جس سے سیرابی کے لیے آپ کی روح بے چین تھی، آپ کا دل بے قرار تھا، آپ کا وجود پریشان تھا اور تشنگی تھی نسبت کی، غلامی کی، بیعت کی، ارادت کی، جس کے لیے آپ کی نظر بہار کی ایک بے نظیر دینی و روحانی سرچشمہ خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف پر پڑی۔ پھر کیا تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیرابی کے لیے خانقاہِ مجیبیہ تشریف لاتے ہیں اور خانقاہ کی عظیم المرتبت شخصیت حضرت سید شاہ محی الدین مجیبی پھلواری کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت سے شرف نیاز حاصل کر کے ان کی غلامی، نسبت اور بیعت کا تحفہ لے کر نیپال آجاتے ہیں۔

بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین صاحب قبلہ آپ کے بیعت و ارادت کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

"دار العلوم فیض الغرباء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ تشریف لے گئے اور اپنے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ کرتے رہے اور مخزنِ علوم و معرفت حضور سید شاہ محی الدین علیہ الرحمہ سے بیعت و ارادت حاصل کیا"۔

اور قاضیِ شریعت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ اس تعلق سے فرماتے ہیں:

" حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحصیل علم کے بعد چونکہ آرہ سے پھلواری قریب تر ہے، آپ حضرت شاہ محی الدین پھلواروی سے بیعت ہو گئے اور ایک مرید کامل کی طرح ان کے عقیدت مند ہو گئے اور تاحین حیات اپنے پیر و مرشد کے مزار پر ہر سال حاضری دیتے

رہے"۔(آئینہ حق نما،ص:۱۵)

آپ علیہ الرحمہ کے مرشد کامل حضرت شاہ محی الدین پھلواروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت کی کیا حیثیت تھی اور اکابر علمائے اہل سنت آپ کا کس درجہ ادب و احترام کیا کرتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:

"ایک بار اعلیٰ حضرت ایک جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اتفاقاً وہاں امیر شریعت ثانی حضور محی الدین پھلواروی بھی تشریف لے گئے۔ جب آپ کو حضرت فاضل بریلوی کی تشریف آوری کی خبر ملی تو آپ نے یہ خبر بھیجی کہ ناچیز بغرض ملاقات حاضر ہو رہا ہے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں خود ہی چل کر حاضر خدمت ہوں گا اور اس ارادے سے آپ نے عمامہ باندھنے کی خاطر سر پر شملہ رکھا ہی تھا کہ کسی نے خبر دی کہ وہ (شاہ محی الدین) تشریف لے آئے۔ اس خبر کو سن کر (اعلیٰ حضرت) بے تاب ہو گئے اور والہانہ انداز سے اسی طرح ایک ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اس حالت میں عمامہ کا دوسرا کنارہ زمین سے لٹکا ہوا تھا آگے بڑھ کر سلام کے بعد معانقہ کیا اور یہ فرمایا کہ میں خود حاضر خدمت ہونے والا تھا"۔(شیخ کامل کی تلاش، مصنف: مولانا ابو دانش محمد زکریا قالب آروی، ص:۳۳)

زاہد ملت اور خانوادۂ رضویہ: اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے بڑے عاشق رسول تھے، کسی پر مخفی نہیں۔ یہ عشق رسالت ہی کا صدقہ ہے کہ آج ہر جگہ اعلیٰ حضرت کا سکہ رائج ہے اور ہر سنی اعلیٰ حضرت سے الفت و محبت رکھتا ہے۔ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی دل و جان سے اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت پر اعتماد بھی فرماتے اور محبت بھی فرماتے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد کے حوالے سے ۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۶ر جولائی 2015ء کو اپنے دولت خانہ پر مفتی عثمان رضوی صاحب قبلہ اپنا ایک سفرنامہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "پیراری گاؤں" کسی کے یہاں میلاد شریف کی دعوت میں گئے۔ آپ کے ساتھ ناچیز (محمد عثمان) بھی تھا۔ راستے میں یزید کے ایمان و کفر کے تعلق سے بات چلی۔ تو حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:"اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے "فتاویٰ

رضویہ، جلد ششم“ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا کہ انہوں نے یزید کے ایمان و کفر کے تعلق سے سکوت اختیار فرمایا، لہٰذا ہم بھی سکوت ہی اختیار کریں گے۔

اس دور میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے یزید کے تعلق سے ہمارا بھی موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا“۔

نیز اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا یہ انداز بھی کتنا انوکھا اور نرالا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد حضرت سید شاہ محی الدین مجیبی پھلواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگ تھے علاوہ ازیں آپ خود بھی بیعت کرتے تھے لیکن جب بات آپ کے صاحب زادے مبلغ اسلام ادیب شہیر مناظر اہل سنت حضرت علامہ ساجد حسین قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت و ارادت کی آئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحب زادے کو اس سعادت کے لیے نہ اپنے پیر خانہ روانہ کیا اور نہ خود اپنے دست اقدس پر بیعت کی بلکہ بریلی شریف بھیجا اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کا حکم فرمایا جس کی آپ کے صاحب زادے علامہ ساجد حسین قادری رضوی مصباحی علیہ الرحمہ نے تعمیل کرتے ہوئے اپنے گلے کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی غلامی کے پٹہ سے زینت بخشی اور پھر رضوی نوری فیضان سے مالا مال ہوتے رہے اور اسے لوگوں میں تقسیم کرتے رہے۔ مولانا اسلم القادری صاحب اپنی کتاب ” تجلیات زاہد“ میں حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے محبت و الفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زمین پر سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا کرتے رہے اور جب زمین میں گئے تو سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گلے لگایا تاکہ دنیا یہ نہ کہہ سکے کہ زاہد ملت کو اعلیٰ حضرت سے عقیدت نہیں تھی اور ہاں زمین پہ رہ کر بھی اظہار عقیدت فرمایا جبھی تو اپنے صاحب زادے فقیہ عصر حضرت علامہ مولانا محمد ساجد حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پہ شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا“۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:۵۰)

خطیب شہیر حضرت علامہ ہاشم اشرفی کان پوری مدظلہ العالی اس تعلق سے رقم طراز ہیں:

”زاہد ملت نے اپنے شہزادہ حضرت علامہ مولانا محمد ساجد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا حکم دیا جس کی تعمیل بھی ہوئی۔ اس مقام پر قابل غور یہ ہے کہ پیر طریقت ہوکر اپنے ہاتھوں پہ مرید نہیں کیا بلکہ بریلی شریف بھیج دیا۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد مجھے بھی یقین کی منزل نصیب ہوئی کہ زاہد ملت کو خانوادۂ بریلی شریف اور مسلک اعلیٰ حضرت سے کتنا گہرا لگاؤ تھا“۔

(تجلیاتِ زاہد، ص:۱۳۰)

بابِ دوم

نقوشِ خدمات

نقوشِ خدمات

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے اپنی جن خدمات کے ذریعہ ملک نیپال میں جو دینی و اسلامی انقلاب برپا کیا وہ چار طرح کے ہیں۔

(۱) مدارس کی تعمیر (۲) درس و تدریس (۳) وعظ و خطابت (۴) مناظرے۔

اب ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

مدارس کی تعمیر: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ جب وقت کے جلیل القدر علمائے کرام سے فیضیاب اور علم و حکمت کے نور سے منور ہو کر اپنے وطنِ مالوف ملک نیپال تشریف لائے تو نیپال کی حالت زار دیکھ کر تڑپ کر رہ گئے کیوں کہ مسلمانوں کے وجود سے اگرچہ ملک نیپال کو سرسبز و شادابی حاصل تھی لیکن اکثر مسلمان کے دل و دماغ، عقل و شعور اور فکر و خیال اسلامی تعلیمات و احکامات سے یکسر ویران تھے اور ان کے اعمال و افعال اور رسم و رواج پر غیر اسلامی رسم رواج نے قبضہ جما لیا تھا اور یہ سب کے سب صرف اس لیے کہ مسلمانانِ نیپال اسلامی تعلیمات سے غافل، احکام شریعت سے ناواقف اور نورِ علم سے محروم تھے۔ ان تمام مفسدات و خرافات کا قلع قمع کرنے اور مسلمانانِ نیپال کے قلوب و اذہان اور افکار و خیالات پر غاصبانہ قبضہ جما لینے والے غیر مسلمانہ اور ہندوانہ رسم و رواج سے نجات دلانے اور دین و شریعت، مذہب و مسلک اور علم و حکمت کی روشنی سے مسلمانوں کو درخشندہ و تابندہ کرنے کے لیے ضرورت تھی ایک اسلامی قلع کی جہاں سے اسلامی فوجیں پیدا ہوں، حاجت محسوس ہوئی ایک ایسی دینی تربیت گاہ کی جہاں سے قال اللہ و قال الرسول کی صدائے سحر انگیز سے مسلمانوں کے ذہن و فکر آشنا ہو، ضرورت تھی ایسی درس گاہ کی جہاں سے علم و فن اور حکمت و دانائی کا درس دیا جائے اور ضرورت تھی ایک ایسے علمی سرچشمہ کی جہاں سے طالبانِ علوم کی سیرابی کی جا سکے۔

دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین: ان ضرورتوں کے پیش نظر زاہد ملت نے عزمِ مصمم اور پختہ ارادے کے ساتھ عمل پیہم اور سعی مسلسل شروع فرما دیا اور ہاتھوں ہاتھ قوم و ملت کا درد رکھنے والے چند مخلص اور خصوصی افراد کے تعاون سے حضور

زاہد ملت نے ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۰ء موافق ۱۹۹۷ بکرمی کو اسلامی قلع، علمی سر چشمہ، دینی تربیت گاہ اور مذہبی درس گاہ بنام " دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین " کی بنیاد رکھی جہاں سے کثیر تعداد میں علمائے کرام اور حفاظِ قرآن علم و فن، حکمت و ہنر اور فکر و شعور کی دولت لازوال سے مالا مال ہو کر ملک و بیرون ملک دین و شریعت اور مذہب و مسلک کی خدمات کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ اب ذیل میں بانیانِ "قادریہ مصباح المسلمین"، اس کی خدمات اپنی محنت و کوشش سے ترقی کے منازل طے کراتے ہوئے اس درس گاہ کو آفتاب و ماہتاب جیسی بلندی پر پہنچانے اور مرکزی درس گاہ کا تاجِ زرین پہنانے والے ابتدائی اساتذۂ کرام اور اس چشمۂ علم و فن سے سیراب ہونے والے علما و حفاظ کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

بانیانِ "قادریہ مصباح المسلمین": یوں تو اس عظیم درس گاہ کے بانی حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں؛ کیوں کہ آپ ہی کی تحریک، جد و جہد اور محنت و کوشش کے نتیجہ میں اس درس گاہ کا وجود ہوا لیکن اس کو صفحۂ ہستی پر لانے میں چند دیگر مخلص حضرات کا بھی بنیادی کردار رہا اس لیے انہیں بھی بانیان کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے قائد اہل سنت فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی مدظلہ العالی " دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین " کی پچاس سالہ دینی، علمی، قومی اور ملکی خدمات کے مختصر جائزہ پر مشتمل کتاب " گلشن علم و ادب " میں تحریر فرماتے ہیں:

"ملت کے سر فروشوں نے غنائے عثمانی اور فقر حیدری کا پیکر و یادگار بن کر منزلِ مقصود کی طرف پیش قدمی کی اور ایک معیاری دار العلوم کے قیام کی خاطر ابتدائی سارے مراحل طے کر لیے، وہ قابل قدر و متدین حضرات یہ ہیں جنھوں نے دار العلوم کی خشت اول رکھی اور بانیانِ ادارہ کے زریں لقب سے مشہور ہوئے:

(۱) (زاہد ملت) حضرت مولانا حافظ زاہد حسین صاحب علی پٹی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۲) (فخر ملت) حضرت مولانا نجم الہدیٰ صاحب علی پٹی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۳) جناب حاجی رحمت اللہ صاحب جلیشور (مرحوم)

(۴) جناب حاجی نعمت اللہ صاحب علی پٹی (مرحوم)

(۵)جناب حاجی برکت اللہ صاحب (مرحوم) بھمر پورہ (جد امجد فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی)

(۶) جناب حاجی محمد عرف لوٹن صاحب (مرحوم)لادو بیلا (جد اعلیٰ حکیم ملت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی چترویدی کولکاتا)۔(گلشن علم وادب، ص:۱۷)

خدماتِ "قادریہ مصباح المسلمین": دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کی خدمات کی جہاں تک بات ہے تو اس کی خدمات کو تقریبِ فہم کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) علمی خدمات یعنی طلبہ کو علوم وفنون سے آراستہ کر کے قوم کی بارگاہ میں پیش کرنا۔

(۲) دعوتی وتبلیغی خدمات یعنی دین وشریعت کی حقیقی تعلیمات واحکامات قوم مسلم تک پہنچانا اور اسلام اور مذہب ومسلک پر حملہ کرنے والوں کا دفاع کرنا اور منہ توڑ جواب دینا۔

گلشن علم وادب کے خوشہ چیں: ۱۴۰۰ھ کے مطابق گلشنِ قادریہ مصباح المسلمین سے خوشہ چینی کرنے والے خوش نصیب تین طرح کے ہیں:

(۱) میاں جی (۲) علما (۳) حفاظ

(۱) میاں جی: میاں جی کسے کہتے ہیں، ان کی حیثیت اُس دور میں کیا تھی نیز ۱۴۰۰ھ تک دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین سے کتنے میاں جی فارغ ہوئے، ان تمام کی تفصیل قائد اہل سنت فخر نیپال مدظلہ العالی کے قلم نے یوں کی:

" لفظ میاں جی یہاں (نیپال) اور صوبہ بہار کی خاص اصطلاح ہے جو لوگ ابتدائی عربی تک تعلیم حاصل کر کے چھوڑ دیتے ہیں، ان کو میاں جی کہتے ہیں۔ اس دور میں چوں کہ اسلامی علوم وفنون کے بہت سارے انتظامات ہو چکے ہیں اور سندوں کے اعتبار سے بھی تعلیم کی تقسیم کر دی گئی ہے اس لیے آج کے ماحول میں میاں جی کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے، لیکن چالیس پچاس سال پہلے جبکہ علم کی کمی تھی خصوصًا وہ علاقے جہاں علم وفن اور تہذیب و تمدن کا بالکل فقدان تھا وہاں میاں جی حضرات کی وہی حیثیت تھی جو آج کے علما کی ہے، جو

میاں جی ہو جاتے وہ اُس دور کے علما تصور کیے جاتے تھے ۔ گویا کہ اُس دور کی ضلالت و جہالت کو محسوس کرتے ہوئے میاں جی حضرات کا پیدا کرنا اسلام و سنیت کی عظیم ترین خدمت اور تبلیغ واشاعتِ دین تھی ۔

چناں چہ دار العلوم قادریہ اس میدان میں بھی بے مثل و بے مثال اور منفرد نظر آتا ہے ۔ آج نیپال کے علاقہ ترائی اور سرحد سے متّصل ہندوستان کی کوئی آبادی اس فیض سے محروم نہیں ہے ۔ ہر جگہ دار العلوم ہذا نے میاں جی دیا جو کم از کم اپنی اپنی بستی کو علم و عرفان کی دولت سے فیضیاب کر رہے ہیں اور شرک و بدعت کی جو گھٹا ٹوپ تاریکیاں چھائی ہوئیں تھیں وہ ان میاں جی حضرات کے بدولت چھٹ کر اسلامی اثر و ماحول میں تبدیل ہو گئیں ۔ دار العلوم ہذا کے ابتدائے قیام سے اب تک اوسط حساب لگانے کے بعد تقریبًا ایک ہزار میاں جی کی تعداد ہوتی ہے جنھوں نے دارالعلوم سے فراغت علمی حاصل کر کے حسبِ حیثیت مذہب و ملک کی خدمات انجام دینے میں سرگرم عمل ہیں"۔ (گلشن علم و ادب، ص: ۲۲۔۲۱)

(۲) حفاظ: حفظ قرآن مجید کی کیا فضیلت و اہمیت ہے اور حفاظ کی کس قدر ضرورت ہے، ماو شما کسی پر مخفی نہیں ۔ اسی اہمیت ، فضیلت اور ضرورت کے پیش نظر دار العلوم قادریہ مصباح المسلین کے ارکان کو حفظ و قراءت کا انتظام کرنا پڑا اور ماہر اساتذہ کی تقرری بھی کرنی پڑی ۔ پھر کیا تھا حفظ قراءت کے طلبہ قرب و جوار اور دور دراز سے کشاں کشاں دار العلوم میں آنے لگے اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہاں سے تکمیل حفظ باعثِ سعادت سمجھی جانے لگی ۔ اس دور کا پورا نقشہ کھینچتے ہوئے قائد اہل سنت فخر نیپال کا قلم رواں دواں ہے:

" تعلیم حفظ کے سلسلے میں دار العلوم کا وہ سنہرا دور بھی ہمارے نظروں کے سامنے ہے جب استاذ معظم حضرت حافظ حکیم عبد الشکور صاحب عزیزی مد ظلہ العالی (والد گرامی مفتی عبد المنان کلیمی صاحب) کی درس گاہ حفظ و قراءت غیر معمولی شہرت و مقبولیت کی حامل بنی ہوئی تھی ، جہاں ہر چہار طرف سے شیدائی حفظ و قراءت کشاں کشاں بارگاہِ حافظ میں طلبِ فیض کے لیے حاضر ہو رہے تھے اور یہاں کی حاضری کو اپنے لیے سعادت و برکت اور یہاں

کے دورہ حفظ کو سند عظیم تصور کرتے تھے"۔ (مصدر سابق، ص:۲۳، ۲۲)

ظاہر ہے کہ جب صرف نیپال ہی نہیں بلکہ سرحدی ہند کے شائقین و طالبانِ حفظ و قراءت دار العلوم سے فراغت کو سعادت و برکت تصور کرتے تھے تو یہاں سے حفاظ و قرا کی ایک تعداد سند و دستار حفظ و قراءت سے نوازے گئے ہوں گے اور ان تمام کے اسمائے گرامی کی فہرست پیش کی جائے تو یقیناً طوالت کا باعث ہوگا اس لیے "گلشن علم و ادب" میں ذکر کردہ اسمائے حفاظ کو سپر قرطاس کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) مولانا حافظ محمد جیش صاحب لوہنا

(۲) جناب حافظ عبد الحمید صاحب مہدیا

(۳) جناب حافظ محمد ادریس صاحب اکڈارا

(۴) جناب حافظ شرافت حسین صاحب علی پٹی

(۵) جناب حافظ غلام رسول نابینا صاحب مرحوم بسیٹھا

(۶) جناب حافظ عین الحق صاحب برداہا

(۷) جناب حافظ ظہیر الدین صاحب (مرحوم) علی پٹی

(۸) جناب حافظ خلیل الرحمٰن صاحب برداہا

(۹) جنا حافظ عبد الوہاب صاحب سرسنڈ

(۱۰) جناب حافظ محمد مسلم صاحب علی پٹی

(۱۱) جناب حافظ محمد یونس صاحب کھرساہا

(۱۲) جناب حافظ قطب الدین صاحب کٹیا

(۱۳) جناب حافظ قمر الدین صاحب علی پٹی

(۱۴) جناب حافظ داؤد صاحب سرسنڈ

(۱۵) جناب حافظ محمد تسلیم صاحب کٹیا، وغیرہ

(۳) علماء: دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کی درج بالا خدمات یقیناً قابل قدر ہیں لیکن جس خدمت نے دار العلوم کی شہرت و مقبولیت کو اوجِ کمال تک پہنچایا وہ ہے

علمائے کرام کی ٹیم تیار کرکے قوم کے سامنے پیش کرنا۔ کیوں کہ علمائے کرام ہی ہر منزل پر قوم کی صحیح رہنمائی کرنے کی صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ علماء کے سروں پر ”العلماء ورثة الانبیاء“ کا تاج زریں جو ہے۔ بہر حال دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین نے قوم مسلم کو ایسے ایسے علما عطا کیے جن پر نہ صرف دار العلوم کو ہی فخر ہے بلکہ ملک نیپال کو بھی فخر ہے۔ یہ واضح رہے کہ علما کی ٹیم تیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ علمائے کرام دار العلوم ہی سے فارغ التحصیل ہوئے اور یہیں انہیں سند فراغت بھی ملی بلکہ مراد یہ ہے کہ علما نے دار العلوم ہی میں متوسطات اور موقوف علیہ تام تک کی تعلیم حاصل کی جس پر دستار فضیلت اور دورۂ حدیث موقوف ہے۔ جیسا کہ قائد اہل سنت فخر نیپال فرماتے ہیں:

” ہماری مراد فارغین علما سے یہ نہیں کہ دار العلوم قادریہ ہی میں ان فارغین نے دورۂ حدیث کی تعلیم پائی اور یہیں دستار فضیلت سے بھی نوازے گئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان علماء نے دار العلوم قادریہ ہی میں متوسطات اور موقوف علیہ تام تک کی تعلیم حاصل کی جس پر دستار فضیلت و دورۂ حدیث موقوف ہے۔

ظاہر ہے اگر علما دار العلوم ہذا میں داخل درس نہ ہوتے اور ان کو یہاں کے نصاب فوقانیہ وعالیہ کی سندیں نہ دی جاتیں تو کسی دوسرے معیاری درس گاہوں (مثلاً مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، جامعہ منظر اسلام بریلی اور دار العلوم شمس العلوم گھوسی یوپی) میں داخلہ حاصل کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ چناں چہ بہت سارے طلبہ کو دار العلوم قادریہ نے اپنے ہی توسل سے دیگر مرکزی درس گاہوں میں بھیجا اور ان کے قیام و طعام کا مکمل انتظام کرایا ہے“۔ (گلشن علم وادب، ص: ۲۵)

پروردۂ دار العلوم قادریہ: مخزنِ علم و فن، معرفت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب اور فخر قوم وملت بن کر دین و شریعت اور مذہب و مسلک کی خدمت کا عظیم فریضہ انجام دینے والے دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کے پروردہ علمائے کرام کی فہرست طوالت کا سبب ہوگا اس لیے قلم انداز کیا جاتا ہے۔

دعوتی و تبلیغی خدمات: اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) علاقہ، بستی اور شہر میں جاکر لوگوں میں دین کی دعوت دینا اور احکام شریعت کی تبلیغ کرنا۔
(۲) باطل فرقوں کا مقابلہ کرکے دین کی حفاظت و صیانت کرنا۔

(۱) دعوت و تبلیغ: دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں جو نمایاں خدمات انجام دے کر قوم و ملت کی رہنمائی کی، اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ نیپالی مسلمانوں کی صورت حال سے آگاہی کے بعد بخوبی ہوجائے گا۔ یوں تو اس سے قبل نیپال میں مسلمانوں کی حالت زار پیش کی جا چکی ہے۔ لیکن موقع کی مناسبت سے فخر نیپال صاحب قبلہ کی زبانی یہاں بھی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ان آبادیوں میں جو جنگل اور پہاڑ سے بالکل قریب ہیں اکثر مسلمان ایسے تھے جو شرک و بدعت جیسے گناہِ عظیم سے واقف نہیں تھے، اپنے کو مسلمان ضرور سمجھتے تھے لیکن کفری عقائد بھی رکھتے تھے۔ آپ کو سن کر حیرت ہوگی ہمیں بہت سارے لوگ ایسے بھی ملے جو مسلمان ہیں لیکن کفری عقائد و رسوم کے شدت کے ساتھ پابند ہیں۔ موت و مرض اور دیگر حوائج میں دیوتاؤں کی منتیں مانگنا اور ان کے میلوں میں حصول برکت و سعادت کے لیے حاضر ہونا ان کا عام شیوہ تھا"۔ (گلشن علم و ادب، ص:۲۸)

ظاہر ہے کہ ایسے پر آشوب ماحول میں دعوت و تبلیغ کی کتنی ضرورت تھی اس ضرورت کو دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین نے کس طریقہ سے پورا کیا اور اس کے کیا نتائج سامنے آئے، اس کی تفصیل فخر نیپال کچھ یوں لکھتے ہیں:

"دار العلوم قادریہ کے قابل فخر اساتذہ و اطاعت شعار طلبہ نے ہر ہفتہ جمعرات و جمعہ کو آبادیوں میں جاکر تقریریں کیں، مسائل بتائے، وقتاً فوقتاً افہام و تفہیم اور وعظ و نصیحت سے بھی کام لیا۔ چناں چہ کوئی ایسی بستی اور گاؤں نہیں ہے جہاں دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ نے تبلیغ و ہدایت کا فریضہ انجام نہ دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج دار العلوم قادریہ کی خدمات پر ہر شخص کو اعتماد و یقین ہے اور یہ احساس ہے کہ ہم کو علم و عرفان، شعور و آگہی اور ذہن و فکر کی جو دولتِ عظمیٰ حاصل ہوئی ہے وہ دار العلوم قادریہ ہی کا فیضان ہے"۔ (گلشن علم و ادب، ص:۲۹۔۲۸)

(۲) باطل فرقوں کا مقابلہ: باطل فرقے وہابیہ، دیابنہ، اہل

حدیث، غیر مقلدین وغیرہ نے اسلام و سنیت اور مذہب و مسلک پر کاری ضرب لگانے اور اسلام کی شبیہ مسخ کرنے کی کوششیں کیں اور کر رہے ہیں، کس کو اس کی خبر نہیں۔ مسلمانانِ نیپال کے دلوں پر غیر اسلامی اور ہندوانہ رسم و رواج اور افکار و خیالات کا پہلے ہی سے قبضہ تھا لیکن ان کے دلوں میں جو بھی رہی سہی شریعت و سنیت کی بو تھی اور ایمان کا جو کچھ بھی حصہ باقی تھا اس پر شب خوں مارنے اور ایمان پر ڈاکہ زنی کرنے کے لیے دیوبندی، وہابی، اہل حدیث اور غیر مقلد وغیرہ فرقۂ باطلہ بھی آدھمکے لیکن ایسے نازک حالات میں دار العلوم قادریہ ہی کے پروردہ علمائے کرام نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنایا اور ہر محاذ پر ان کے گلے میں شکستِ فاش کا طول ڈال کر رسوائے زمانہ کیا۔ چناں چہ قائد اہل سنت فخر نیپال صاحب قبلہ اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

" انھوں (باطل فرقوں) نے اہلِ حق سے نبرد آزما ہونا اور ہر داخلی و خارجی محاذ پر ہم سے الجھنا چاہا اور اسلام و سنیت کے نام پر دین و مذہب اور قوم و ملت کا مذاق اڑانے کے درپے ہوئے اور یہ ناپاک کوشش کی کہ ہم عاشقانِ خیر الوریٰ اور غلامانِ محمد مصطفیٰ ﷺ اس صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں تو دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین نے ہر موڑ پر باطل فرقوں کا مقابلہ کیا اور وعظ و تقریر، ردو مناظرہ اور تبلیغ و ہدایت کے ذریعہ سے اس علاقہ کے مسلمانوں کی مذہبی حفاظت کی اور فرقۂ باطلہ کو اپنے حدود میں آنے سے ایسا روکا کہ مجال نہیں ہے کہ اس علاقہ میں آکر کوئی ناموسِ رسالت سے کھیلنے کی بدترین حرکت کرے۔ اللہ کا فضلِ عظیم ہے کہ ہمارا یہ علاقہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے باغیوں یا ان جیسی گندی ذہنیت رکھنے والوں کی ریشہ دوانیوں سے پاک و صاف ہے"۔ (گلشن علم و ادب، ص:۴۵)

اساتذۂ دار العلوم قادریہ: کسی بھی گلشن کے حسین و جمیل، دل فریب و دل نواز اور دلکش و رعنا ہونے میں اس کی سینچائی اور دیکھ ریکھ کرنے والے مالی کے کردار و عمل کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ سرزمین علی پٹی میں شمالی سرحدی ہند اور ملک نیپال کے گلشن علم و ادب یعنی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کی جو بھی دلفریبی و دل نوازی اور دلکشی و رعنائی او پر پیش کی گئی وہ بھی یقیناً اس گلشن کی اپنے خون جگر سے سینچائی کرنے والوں ہی کی

مرہونِ منت ہے۔ اس گلشن کو آب و تاب بخشنے والے کون حضرات تھے۔ ان میں سے اولینَ کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) زاہد ملت حضرت علامہ حافظ زاہد حسین علیہ الرحمہ، علی پٹی
(۲) فخر ملت حضرت علامہ نجم الہدیٰ علیہ الرحمہ، علی پٹی
(۳) پیر طریقت حضرت علامہ عبد الحفیظ علیہ الرحمہ، باسوپٹی مدھوبنی
(۴) ممتاز العلماء حضرت علامہ محمد کلیم الدین علیہ الرحمہ، رحمٰن پور مہدیا
(۵) حضرت علامہ مولانا محمد داؤد صاحب قبلہ، بسوریا
(۶) حضرت علامہ مولانا محمد سالک حسین صاحب قبلہ، کنھواں
(۷) جناب حافظ عبد الحلیم صاحب قبلہ، اندولی
(۸) جناب حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ، گنگٹی
(۹) جناب ماسٹر محمد عظیم الدین صاحب، ساہر
(۱۰) جناب ماسٹر محمد معین الدین صاحب، اندروا
(۱۱) جناب ماسٹر محمد ضمیر الدین صاحب، کھیرا
(۱۲) جناب ماسٹر محمد تسلیم صاحب، بشنپور
(۱۳) جناب ماسٹر عبد القیوم صاحب، براہی
(۱۴) جناب ماسٹر جمیل اختر صاحب، کھرساہا

دار العلوم قادریہ کو زینت بخشنے والے علمائے کرام:

کرام: کسی بھی مدرسہ یا جامعہ میں اکابر علمائے اہل سنت کی تشریف آوری اس مدرسہ یا جامعہ کی اہمیت وضرورت کو واضح کرتی ہے۔ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کو بھی ہند و نیپال کے علمائے اہل سنت نے اپنے مبارک قدم سے شرف بخشا اور دار العلوم قادریہ کا معائنہ فرمایا، اس کے شعبہ جات کا جائزہ لیا، اس کی کارکردگی ملاحظہ فرمائی، اس کے حق میں تعریفی و توصیفی کلمات اپنی زبان مبارک سے ادا کیے، اس کے عملہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، اس کی تعمیر و ترقی کے لیے دعاؤں سے نوازا، اس کے لیے مخلصانہ نیک مشوروں سے شاد کام فرمایا، اتنا ہی نہیں

بلکہ دار العلوم قادریہ کو گلشن علم و ادب، یادگارِ سلف، اسلام کی آبرو، نیپالی مسلمانوں کا وقار جیسے اہم اور قیمتی القاب سے یاد کر کے دار العلوم قادریہ کو نیپال کی مرکزی درس گاہ اور تربیت گاہ ہونے کی تائید و تصدیق فرمائی۔ وہ کون کون سے ذی مرتبت علمائے کرام تھے، فخر نیپال نے اس کی ایک طویل فہرست تحریر فرمائی ہے اسی فہرست میں سے چند کے اسمائے گرامی سپرد قرطاس کیا جا رہا ہے:

(۱) مناظر اہل سنت فاتح انگلینڈ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، جمشید پور
(۲) بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ مبارک پور
(۳) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ گھوسی
(۴) شیخ طریقت حضرت علامہ علی احمد جید القادری صاحب قبلہ مظفر پور
(۵) حضرت علامہ قمر الدین صاحب قبلہ شمس العلوم گھوسی
(۶) ادیب شہیر حضرت علامہ سید رکن الدین اصدق مصباحی صاحب قبلہ، بہار شریف
(۸) مناظر اہل سنت حضرت مفتی منظور احمد علیہ الرحمہ، کنہواں
(۹) پیر طریقت حضرت علامہ عبد الحفیظ علیہ الرحمہ باسوپٹی دربھنگہ بہار
(۱۰) حضرت علامہ عطاء الرحمٰن علیہ الرحمہ، پوکھریرا شریف سیتامڑھی
(۱۱) حنیف ملت حضرت علامہ حنیف القادری علیہ الرحمہ، کٹیا نیپال
(۱۲) پیر طریقت حضرت مولانا حافظ عبد السلام صاحب قبلہ داراپٹی مظفر پور

دار العلوم امانیہ امان الخائفین: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ قریبا ۳۴ر سال تک دار العلوم قادریہ میں تدریس کے جوہر لٹاتے رہے لیکن قدرت نے سرزمین علی پٹی کی قسمت میں ایک اور دار العلوم مقدر فرما دیا تھا۔ چناں چہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۴ء موافق ۲۰۳۱ بکرمی کو دار العلوم قادریہ سے مستعفی ہوئے اور اسی سال دار العلوم امانیہ امان الخائفین کی بنیاد رکھی اور تا حیات تدریسی فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اپنی جان، جانِ آفریں کے حوالے کر دیا۔

بانیان دار العلوم امانیہ: دار العلوم امانیہ کی تعمیر و ترقی، تزئین و تحسین

اور انتظام و انصرام میں جن نیک بخت حضرات نے حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کا قدم بہ قدم اور شانہ بہ شانہ ساتھ دیا اور جن کے اسمائے گرامی بانیان کی حیثیت سے دار العلوم امانیہ کی تاریخ میں محفوظ ہوئے ان کے تعلق سے بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین اشرفی صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

" دار العلوم امانیہ امان الخائفین علی پٹی کے حقیقی بانی حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ تھے لیکن نیک خصلت افراد نے ہر لمحہ، ہر موڑ اور ہر قدم پر حضور زاہد ملت کے شانہ بہ شانہ دار العلوم امانیہ کی تعمیر و ترقی میں محنتیں کیں، اس کی تعلیم کو بہتر سے بہتر بنانے میں اپنی راحتوں کو تج دیا اور اس کے انتظام و انصرام میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور بانیان " امانیہ " کی فہرست میں شمار کیے گئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) پاسبانِ ملت حضرت علامہ محمد یوسف رضوی بیلاوی علیہ الرحمہ (عم محترم قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ)

(۲) میاں جی جناب نبی جان صاحب مرحوم

(۳) جناب الحاج ریاست حسین علی پٹی مرحوم

(۴) جناب الحاج مولوی میاں تپنپور مرحوم۔

فیض رساں اساتذۂ کرام: حضور زاہد ملت استاذ الاساتذہ تھے اور آپ کی تدریس مشہور و معروف تھی جس کے سبب دار العلوم امانیہ امان الخائفین میں طلبہ کی تعداد بڑھتی گئی اور پھر علمائے کرام کی ایک ماہر ٹیم دار العلوم امانیہ میں تدریس میں مشغول ہو کر دار العلوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ جن علمائے کرام نے دار العلوم امانیہ کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ان میں سے ابتدا کے چند علمائے کرام کے نام یہ ہیں:

(۱) حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ

(۲) حضرت مولانا الحاج عبد الحمید علیہ الرحمہ

(۳) حضرت علامہ محمد جابر حسین صاحب قبلہ، باڑا سیتا مڑھی

(۴) حضرت علامہ مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ، بیلا

(۵) حضرت مولانا ابو بکر صاحب قبلہ، باڑا سیتا مڑھی

(۶) حضرت علامہ محمد شمس الدین صاحب قبلہ، بیلا

(۷) حضرت علامہ مفتی عبد العزیز صاحب قبلہ، بیلا

(۸) حضرت مولانا محمد صداقت حسین صاحب قبلہ، علی پٹی

(۹) حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قبلہ، (۱۰) حضرت مولانا محمد منظور صاحب قبلہ، بیلا

فیض یافتہ علمائے کرام: چمنِ قادریہ کو آباد کرنے کے بعد حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ باغِ امانیہ کی سرسبزو شادابی میں مصروف عمل ہو گئے اور اپنے خون جگر سے اس کی اس طرح نشو ونما کی کہ باغِ امانیہ قیمتی پھولوں سے لہلہا اٹھا ۔ اس کا اندازہ یہاں سے تحصیل علم کرنے والوں کی فہرست سے کیا جا سکتا ہے جس کا ذکر حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی تدریسی خدمات میں کیا جائے گا۔

دار العلوم امانیہ کو رونق بخشنے والے علمائے کرام: دار العلوم قادریہ کی طرح دار العلوم امانیہ کو بھی خاصی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی یہی وجہ ہے کہ یہاں ایشیا کے بڑے بڑے علمائے اہل سنت نے تشریف لا کر اس کی تعمیر و ترقی کے لیے دعائیں کیں اور اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا، جن علمائے اہل سنت نے اس دار العلوم کو اپنے مبارک قدم سے نوازا، ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱) معلم مکہ حضرت علامہ عبد الحی صاحب قبلہ، مکہ معظمہ

(۲) وارث پنجتن حضرت سید یحیٰ احسن مارہروی علیہ الرحمہ

(۳) خطیب پاکستان حضرت علامہ عبد الوحید ربانی علیہ الرحمہ

(۴) رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

(۵) شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ صاحب قبلہ

(۶) نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ توصیف رضا خان صاحب قبلہ

(۷) حضرت علامہ عبد الحلیم صاحب قبلہ، الہ آباد

(۸) حضرت مولانا غلام المصطفیٰ بابا نور القادری صاحب قبلہ

درس وتدریس

اوپر مذکور ہوا کہ حضور زاہد ملت نے بعد فراغت نیپال کی حالات وضرورت کے پیش نظر علاقہ کے چند مخلص ومخیر حجاج کرام کے تعاون سے ۱۳۵۱ھ کو دار العلوم قادریہ کی بنیاد رکھی۔ پھر کیا تھا تعلیم کا سلسلہ چلا اور ایسا چلا کہ علاقہ اور قرب وجوار کے علاوہ شمالی سرحدی ہند کے طلبہ کی کثیر تعداد علم وفن سے آراستہ ہونے کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور خوب خوب اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ دار العلوم قادریہ میں آپ نے روز اول سے ۳۴؍ سال تک درس وتدریس کا عظیم فریضہ انجام دیا اور قابل قدر شاہین صفت شاگرپیدا گئے۔ جن میں سے چند کے اسمائے گرامی پیش کیے جاتے ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ زاہد ملت علیہ الرحمہ کا علمی مقام ومرتبہ کیا تھا اور آپ کی مخلصانہ کوششیں کیسی تھیں۔

(۱) محدث اعظم نیپال استاذ العلماء حضرت علامہ محمد کلیم الدین علیہ الرحمہ

(۲) مناظر اہل سنت ادیب شہیر حضرت علامہ ساجد حسین قادری علیہ الرحمہ (صاحب زادہ زاہد ملت علیہ الرحمہ)

(۳) پاسبانِ ملت حضرت علامہ یوسف مجیبی رضوی علیہ الرحمہ

(۴) مناظر اہل سنت شیر اعلیٰ حضرت مفتی عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ

(۵) مناظر اہل سنت فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ

(۶) جامع معقولات ومنقولات قاضی نیپال حضرت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ

(۷) حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب قبلہ، بیلا جنک پور دھام

(۸) حضرت مفتی عبد العزیز صاحب قبلہ، بیلا جنک پور دھام

(۹) حضرت مولانا غلام یسین صاحب قبلہ، مہدیا

(۱۰) حضرت مولانا عبد الشکور صاحب قبلہ، سوہپور مدھوبنی

(۱۱) حضرت مولانا عبد الحمید صاحب قبلہ ت، پنپور

(۱۲) حضرت مولانا سراج الحق صاحب قبلہ، کھوٹا

(۱۳) حضرت مولانا عبد المعید صاحب قبلہ، علی پٹی

(۱۴) حضرت مولانا صداقت حسین صاحب قبلہ، علی پٹی

(۱۵) حضرت مولانا عبد القیوم صاحب قبلہ، سوگا

(۱۶) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قبلہ، ہرنے

(۱۷) حضرت مولانا فرمان علی صاحب قبلہ، رئیس دھیرا پور

(۱۸) حضرت مولانا عبد الغفور صاحب قبلہ، سوہپور مدھوبنی

(۱۹) حضرت مولانا عبد الصمد صاحب قبلہ، بھمر پورہ

(۲۰) استاذ الحفاظ حضرت حافظ حکیم عبد الشکور مرحوم، براہی سیتا مڑھی بہار

(۲۱) حضرت حافظ قطب الدین صاحب، کٹیا

(۲۲) حضرت مولانا سراج الحق صاحب، سوہپور مدھوبنی

دار العلوم امانیہ امان الخائفین: جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ نے ۳۴؍ سال تک دار العلوم قادریہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے لیکن اس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ کی ذات سے قوم کو ایک اور دینی ادارہ کا تحفہ بنام "دار العلوم امانیہ امان الخائفین" ملا۔ یہی وہ ادارہ ہے جہاں حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ نے تقریباً ۱۸؍ سال تک طالبان علوم نبویہ کو علوم دینیہ سے آراستہ کرتے ہوئے اپنے آخری لمحات گزارے اور اسی کے احاطہ کو آپ کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس دار العلوم میں آپ نے اپنی ۱۸؍ سالہ تدریسی زندگی میں کثیر تعداد میں تلامذہ پیدا کیے۔ ان میں سے چند مشاہیر کے نام پیش کیے جاتے ہے:

(۱) حضرت علامہ محمد شمس الدین صاحب قبلہ، بیلا، شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ

(۲) حضرت علامہ مفتی محمد عثمان برکاتی صاحب قبلہ بانی فیضان مدینہ، کپٹول

(۳) حضرت علامہ محمد علیم الدین صاحب قبلہ بانی جامعہ عائشہ صدیقہ

(۴) بلبل نیپال علامہ سعادت حسین صاحب قبلہ، علی پٹی

(۵) حضرت مولانا غلام یسین صاحب قبلہ، مہدیا

(۶) حضرت مولانا مقصود صاحب قبلہ، پریہار سیتا مڑھی

(۷) حضرت علامہ امام الدین صاحب قبلہ، باڑا سیتا مڑھی

(۸) حضرت علامہ محمد انیس عالم صاحب قبلہ

(۹) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب قبلہ، سوہپور، مدھوبنی

(۱۰) حضرت مولانا سراج الحق صاحب قبلہ، سوہپور، مدھوبنی

(۱۱) حضرت مولانا نور محمد صاحب قبلہ، سوہپور، مدھوبنی

(۱۲) حضرت مولانا منظور مصباحی صاحب قبلہ، بیلا

(۱۳) حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قبلہ، بیلا

(۱۴) حضرت مولانا محمد اسلام صاحب قبلہ، ٹلہی

(۱۵) حضرت مولانا احسان الحق احسن القادری صاحب قبلہ

(۱۶) حضرت مولانا محمد یونس صاحب قبلہ، مہدیا

اندازِ تدریس: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کا اندازِ تدریس بھی قابل قدر اور لائق تقلید تھا جس کے سبب آپ کے تلامذہ کو اسباق سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہوتی۔ آپ کی تدریس کا طریقہ جس سے آپ کے طلبہ متأثر ہوئے بغیر نہ رہتے وہ یہ ہے۔

(۱) اولاً آپ طلبہ سے عبارت خوانی کراتے۔

(۲) ثانیاً پڑھی ہوئی عبارت کا لفظی ترجمہ مع حل لغات و مفردات کراتے۔

(۳) ثالثاً عبارت کا مفہوم سلیس ترجمہ کے ساتھ بیان فرماتے۔

(۴) رابعاً خلاصہ سبق بیان فرماتے۔

(۵) خامساً آخیر میں طلبہ کو کلی اختیار دیتے کہ اسباق سے متعلق جو پوچھنا چاہے، پوچھ سکتے ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ کے اسی طرزِ تدریس کی وجہ سے آپ کے تلامذہ کو ادق سے ادق سبق بھی ایسا محسوس ہوتا کہ یہ کوئی دقیق اور مشکل سبق اور باب ہی نہ تھا۔

تقریر و خطابت

حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ بعد فراغت اگرچہ دار العلوم قادریہ کو معرض وجود میں لاکر اس کی چہار دیواری میں طالبانِ علوم نبویہ کے درمیان علوم کے جوہر، فنون کے گوہر، حکمتوں کے خزانے اور شعور و آگہی کی دولت لٹا رہے تھے، اطاعت خداوندی اور احکامات الٰہی کی بجاآوری کا درس دے رہے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الفت و محبت کے جامِ شیریں سے سیراب کر رہے تھے لیکن نیپالی مسلمانوں کو جس صورت حال کا سامنا تھا، جو مسائل در پیش تھے نیز نیپالی مسلمانوں کے اسلامی افکار و نظریات پر جس طرح حملے کیے جا رہے تھے اور ان کے معمولات و مراسم اسلامی کو جس طرح صحیح راہ سے دور کرنے کی ناپاک کوششیں کی جا رہی تھیں، اس کے لیے صرف ایک چہار دیواری میں قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداؤں سے صرف چند لوگوں کی سماعت کو آشنا کرنا کافی نہ تھا چند طلبہ کے عقل و شعور اور فکر و آگہی کی تربیت زیادہ کار آمد نہ تھی بلکہ ضروری تھا کہ مسلمانانِ نیپال کو روحِ اسلام اور حقیقی احکامات و تعلیمات دین محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معمولات و مراسم اہل سنت و جماعت کی معرفت کا آب حیات پلایا جائے تاکہ اسلام کے صحیح خدوخال سے واقف ہو کر نیپالی مسلمان غیر اسلامی رسم و رواج، اعمال و کردار، افکار و نظریات اور معتقدات و خیالات کو پس پشت ڈال دیں نہیں نہیں بلکہ اپنے کشورِ اسلام، اقلیمِ ایمان سے انہیں ملک بدر، کشور بدر اور اقلیم بدر کر دیں۔ ان تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے حضور زاہد ملت نے صرف دار العلوم قادریہ میں قید و بند اور خلوت نشینی کو ترجیح نہ دی بلکہ چہار دیوری میں تشنگانِ علوم نبویہ کی سیرابی کے ساتھ ساتھ آپ علیہ الرحمۃ نے شہر شہر، بستی بستی، قریہ قریہ اور علاقہ علاقہ کا سفر کر کے تقریر و خطابت وعظ و بیان و پند و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو اسلامی احکام سے آگاہ کیا، عشقِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ پیدا کیا اور کفری عقائد و اعمال سے دور و نفور رہنے کی تاکید و تلقین فرمائی۔ زاہد ملت علیہ الرحمہ کا اس نیک مقصد کے لیے گاؤں گاؤں اور علاقہ علاقہ کا سفر دور حاضر کی طرح آسان نہ تھا کہ فور ویلر پر سوار ہو کر کسی بستی میں پہنچ گئے یا سائیکل پر سوار خراماں کسی شہر میں تشریف لے آئے بلکہ اس زمانے میں آپ علیہ الرحمۃ کو اکثر و بیشتر پاپیادہ ہی میلو میل سفر کرنا پڑتا لیکن آپ اپنی تکالیف و مصائب کی پرواہ کیے بغیر دعوت دین کا فریضہ انجام دینے کے لیے ہر ہر بستی اور علاقہ کا سفر کرتے۔ ہاں کبھی

بیل گاڑی کی سواری میسر آبھی جاتی تو کیا ہوا اس کے ہچکولے کی مشقتیں تو ضرور برداشت کرنی پڑتی۔ خیر جو کچھ بھی ہوا سب کچھ کرتے لیکن نیپالی مسلمانوں کے دین و شریعت اور مذہب و مسلک کی حفاظت و صیانت اور اس کے تعلیمات کی تبلیغ و ترسیل سے قدم میں لغزش نہ آنے دیتے اور استقامت کے ساتھ ترویج و اشاعت کا کام کرتے رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ ترائی نیپال کی کوئی بستی خصوصاً ضلع دھنوشہ اور مہوتری کا کوئی گاؤں نہیں جہاں آپ کی جلوہ گری نہ ہوئی ہو اور آپ کی سحر انگیز خطابت اور قرآن و حدیث کی تعلیمات سے لبریز تقریر نہ ہوئی ہو۔ چناں چہ قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

" آج اس دورِ سہولیات و پر فتن میں لوگ دس قدم پیدل چلنا اپنی شان اور آن بان کے خلاف تصور کرتے ہیں مگر زاہد ملت علیہ الرحمہ نے جس دور میں دینی و تبلیغی دورہ شروع فرمایا، اس دور میں سواری کی کوئی سہولت فراہم نہ تھی لوگ پاؤں پیدل سفر کرتے تھے۔ چناں چہ آپ نے پیدل ہی جب علاقہ کا دورہ شروع کیا تو دیکھا کہ مسلمان کہلانے والے بہت سے افراد کے یہاں غیر اسلامی طور و طریقہ ہے حتیٰ کہ بعض بعض گاؤں میں بعض بعض افراد کے گھروں میں بتوں کی پیڑی بھی ہے جیسے گھیروا، ہارسر، ہنی سروا اور اس کے علاوہ بہت ساری بستیاں، جس کے گواہ آج بھی علاقہ کے بوڑھے پرانے لوگ ہیں۔ تو آپ نے غیر اسلامی طور و طریقہ کو ختم کیا اور گھر گھر جا کر پیڑی اکھاڑ پھینکی اور اسلام و سنیت کا پرچم لہرایا اور نام نہاد مسلمانوں کو پکا اور سچا سنی صحیح العقیدہ مسلمان بنایا جس کا یہ اثر ہوا کہ آج علاقہ میں سنیت اور مسلکاً بریلویت برقرار ہے"۔ (آئینہ حق نما، ص:۱۷)

آپ علیہ الرحمہ کی خطابت کی کیا خصوصیات تھیں بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین اشرفی صاحب قبلہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

" آپ قطبِ نیپال استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج حافظ محمد زاہد حسین علیہ الرحمہ اسم با مسمیٰ تھے ہزاروں میں زہد و تقویٰ میں ممتاز اور زورِ خطابت میں منفرد اور خطابت ایسی جو قصص و واقعات، لطائف و معانی اور علمی نکات سے بھرپور ہوتی اور زبان و ادب کی چاشنی سونے پر سہاگہ۔ اونچی اونچی بات کو اس طرح آسان اور سہل انداز میں پیش کرتے جو دلوں میں اثر پیدا کرتا۔ یہ حضرت کا خاص فن تھا"۔

ردِ مناظرہ

حق و باطل کے مابین معرکہ آرائی روزِ اول ہی سے چلی آرہی ہے، صحیح اور غلط میں پنجہ آزمائی ہوتی رہتی ہے، ایمان و کفر میں مقابلہ آرائی روزِ آفرینش سے جاری ہے، سچ اور جھوٹ میں کشمکش کوئی نئی بات نہیں اور انسان و شیطان میں جنگ کوئی ڈھکا چھپا امر نہیں لیکن اس زور آزمائی، مقابلہ آرائی اور پنجہ آزمائی میں نتیجہ کیا ہونا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا فیصلہ بھی روزِ ازل ہی سے فرمادیا ہے: "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبٰطِلُ" یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

نیپالی مسلمانوں کے افکار و نظریات اور اعمال و کردار پر غیر اسلامی خیالات نے تو قبضہ جما ہی لیا تھا لیکن جس طرح بھی اسلام و ایمان کی جو بھی رہی سہی دولت تھی اس پر شب خوں مارنے کے لیے ایمان سوز، ایمان چور اور اسلام خور گمراہ و گمراہ گر وہابیہ و دیابنہ بھی آدھمکے۔ ایسے پُر آشوب اور پُر فتن حالات میں حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے ایمان کی دولت چٹ کر جانے والے دیابنہ وہابیہ کے افکار فاسدہ اور خیالات کاسدہ سے نیپالی مسلمانوں کو باخبر کیا اور ان فرقہ باطلہ سے مقابلہ آرائی کی، مناظرے کیے اور بحث و مباحثہ کیا اور انھیں شکست فاش دے کر ذلت و رسوائی کے قعرِ عمیق میں ڈال دیا۔ مناظروں کی مکمل روداد تو کسی بھی طرح حاصل نہ ہو سکی البتہ قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ العالی نے پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی بیلاوی علیہ الرحمہ کے جن مناظروں کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ بھی بحیثیت صدر موجود تھے۔ ان مناظروں کی ایک جھلک درج ذیل ہے۔

(۱) مناظرہ ماناپٹی، مدھوبنی بہار:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی علیہ الرحمہ

صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی علیہ الرحمہ

فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی

موضوع: قرأت خلف الامام

نتیجہ: اہل سنت کی فتح مبین اور اہل حدیث کی شکست فاش

(۲) مناظرہ بلہا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی علیہ الرحمہ

صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی علیہ الرحمہ

فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی

موضوع مناظرہ: مسئلہ ایصال ثواب

نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی اور اہل حدیث کو شکست۔

ان مناظروں کے علاوہ چند مناظروں کی تفصیل "تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی" میں کچھ اس طرح ہے:

" مولوی شمس الحق سلفی، شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس اور ان کے برادرِ کلاں مولوی عین الحق سلفی اسی (نیپال کے) علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اور تقریباً اکثر گاؤں میں ان کی قدیم رشتہ داریاں تھیں۔ یہ دونوں اور ان کے حواریان یہ چاہتے تھے کہ اس سنی علاقہ میں بھی نمایاں طریقہ پر غیر مقلدیت پھیل جائے جس کی پاداش میں ان (مولوی عین و شمس) کے اور مولانا زاہد حسین اور مولانا محمد یوسف (فارغ التحصیل جامعہ منظر اسلام) کے درمیان تقلید شخصی، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے موضوعات پر کئی اہم مناظرے ہوئے"۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی، ص: ۴۳۱)

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ جس طرح خود مناظروں میں شرکت فرماتے اسی طرح اپنے شاگردوں میں بھی نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں میں مناظر بھی ملتے ہیں جن میں ممتاز العلما مفتی کلیم الدین رضوی علیہ الرحمہ، پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی علیہ الرحمہ، ادیب شہیر مولانا ساجد حسین مصباحی علیہ الرحمہ، قائد اہل سنت فخر نیپال مفتی اسرائیل رضوی مد ظلہ العالی، شیر اعلیٰ حضرت مفتی عبد المنان کلیمی دام ظلہ العالی وغیرہ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں جنہوں نے میدانِ مناظرہ میں قابل قدر کارنامے انجام دیے۔

بابِ سوم

اوصاف وکمالات

اوصاف وکمالات

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ اخلاق حسنہ، اوصاف حمیدہ اور کمالات جلیلہ کے جامع تھے۔ ایک عالم دین، ایک قائد، ایک مبلغ اور ایک مصلح کی ذات میں جن اوصاف و کمالات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام آپ علیہ الرحمہ کی ہستی میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ کون کون سے اوصاف شمار کرائے جائیں، کون کون سے کمالات بیان کیے جائیں، کون کون سے فضائل بتائے جائیں زہد وتقویٰ ہو یا ذوقِ عبادت، توکل علی اللہ ہو یا اتباعِ سنت، پابندیِ تہجد ہو عاجزی وانکساری، بڑوں کا ادب واحترام ہو یا اصاغر نوازی، تمام باتیں آپ کی ذات میں پائی جاتی تھیں۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

زہد وتقویٰ: تقویٰ ایسا وصف ہے کہ جب بندۂ خدا اس وصف سے متّصف ہوجاتا ہے تو بندہ اپنے رب کا محبوب، معزز، معظم ومکرم ہوجاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰیکُمْ" یعنی بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی فطرت میں زہد وتقویٰ بالکل رچ بس گیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ انتہائی تقویٰ شعار و پرہیز گار انسان تھے اور آپ کا زہد وتقویٰ کا عالم یہ تھا کہ ناچیز راقم نے جب آپ کی ظاہری زندگی کا مطالعہ کرنے والے علما تو علما غیر عالم بڑوں سے بھی آپ کے تعلق سے دریافت کیا تو ان کی باتوں میں جو بات مشترک تھی وہ یہ کہ " حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ بڑے متقی و پرہیز گار انسان تھے" اور "زبان خلق کو نقارۂ خدا کہیے " کے مصداق یقیناً آپ اپنے وقت کے متقی اعظم تھے اور آپ کے اسم گرامی کے ساتھ " زاہد ملت" کا لازم ہونا بھی اسی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ نیز حضرت فخر نیپال آپ کے زہد وتقویٰ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ ان تمامی خوبیوں کے ساتھ تقویٰ و طہارت عبادت و ریاضت اور شب زندہ داری میں یکتائے روزگار تھے جن کی مثال اہل علاقہ نہیں پیش کرسکتے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وعیاں ہے"۔ (تجلیات زاہد، ص:۸)

ذوقِ عبادت: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کا ذوقِ عبادت بھی خوب تھا۔آپ کو عبادت وریاضت میں خوب خوب لذت پاتے اسی لیے تو خلوت ہو یا جلوت، تندرستی ہو یا بیماری، راحت ہو یا تکلیف، سفر ہو یا حضر ہر حال میں آپ یکساں نماز کا اہتمام فرماتے اور اس کی کوئی فکر نہ کرتے کہ سفر میں سواری رہے گی یا چلی جائے گی یا لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے ۔جیسا کہ مولانا اسلم القادری صاحب قبلہ جناب محمد رحمت اللہ صاحب پرساہی کا بیان محفوظ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" ہم اور ہمارے دیگر احباب بیدھی اسٹیشن پہ گاڑی کے انتظار میں بیٹھے تھے، گاڑی آنے میں تاخیر ہوئی، ہم لوگ گفت وشنید میں مشغول ہو گئے دوران گفتگو عالموں کا تذکرہ ہوا جس میں زاہد ملت علیہ الرحمہ کا اسم گرامی لیتے ہوئے ان کے اوصاف سے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ اتنے میں کیا دیکھا کہ زاہد ملت کہیں سے تشریف لے آئے۔ہم سوچنے لگے ابھی کہیں دور تک زاہد ملت علیہ الرحمہ کا پتہ نہ تھا مگر ناگہاں اسٹیشن پہ آپ کا آنا دیکھ کر میں نے سلام کرنے میں پیش قدمی کرنا چاہا لیکن زاہد ملت پہل کرتے ہوئے سلام کر دیتے ہیں۔ہم لوگوں نے جواب دیا پھر آپ نے ہم لوگوں کی مزاج پرسی کی، ہم لوگوں نے الحمد للہ پڑھا۔ بعدہ گفت وشنید جاری ہوئی۔ میں نے عرض کیا: حضور کہاں تشریف لے جائیں گے۔ زاہد ملت نے فرمایا: جنک پور ہوتے ہوئے مدرسہ جاؤں گا، اتنے میں سمت مشرق سے ریل گاڑی آئی، زاہد ملت نے فرمایا: اب ہم چل رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے حضرت کو سلام کیا آپ جواب عنایت فرماتے ہوئے گاڑی پہ سوار ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ایک طالب علم بھی تھا وہ بھی سوار ہو گیا۔ ابھی گاڑی رکی ہوئی تھی کہ مغرب سے بھی ریل گاڑی آئی جس کے ہم منتظر تھے، ہم لوگ بھی گاڑی پر جا بیٹھے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ پچھم جانے والی گاڑی کے روبرو پورب جانے والی گاڑی کے ڈبہ میں پہنچے۔ جب ہم لوگ اس ڈبہ میں بیٹھے تو غور سے زاہد ملت علیہ الرحمہ کا مشاہدہ کرنے لگے۔ کیا دیکھا زاہد ملت ڈبہ میں جائے نماز بچھا کر نماز عصر ادا فرما رہے ہیں۔ میں دل میں یہ سوچنے لگا کہ یا اللہ! یہ ملک تو کفرستان ہے، چہار جانب کافر بیٹھے ہوئے ہیں، کہیں کوئی شان میں بدتمیزی کی بولی نہ بول دے۔ سوچنے پر مجبور تھا کہ حضرت کو کہیں اور نماز ادا کرنی چاہیے

لیکن نہیں عقل دامن گیر ہوئی اور کہہ دیا کہ اللہ والے کفر کی گھٹا میں بھی اپنے پروردگار کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ چناں چہ دیکھا گیا کہ آپ بالکل مطمئن ہوکر نماز ادا فرمارہے ہیں۔ مسافرین بازو سے آمد و رفت کرتا ضرور ہے لیکن کسی میں یہ جرأت نہیں کہ لب کشائی کرے"۔(تجلیات زاہد، ص:۵۵۔۵۴)

اور حضرت بلبل نیپال صاحب قبلہ آپ کے ذوقِ عبادت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

" آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر عمل خدائے تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی پیش نظر رکھتے اور اکثر اوقات فرمایا کرتے: میری نماز اور میری دیگر عبادتیں بلکہ موت و زندگی سب اللہ عزوجل کے لیے ہے"۔

عشق رسول ﷺ : حدیث پاک ہے ہے:" لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین " یعنی کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ لہٰذا عشقِ رسول کائنات کی عظیم دولت ہے، محبت مصطفی ﷺ سرمایہ آخرت ہے، الفت محبوب خدا ﷺ جانِ ایمان ہے۔ اسی کے پیش نظر حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ عشق رسول ﷺ کے پیکر تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر ہر ادا سے ہی عشق نبوی ﷺ کا ثبوت فراہم ہوتا اور عشق بھی ایسا کہ بعد وفات بھی اگر راحت ملی تو اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف اور ان پر صلوٰۃ و سلام سے۔ چناں چہ آپ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب آپ کو غسل دے کر تیار کر دیا گیا تو آپ کے چہرۂ انور سے پسینہ رواں ہوگیا حالاں کہ آپ کے چہرہ پر پنکھے بھی جھیلے جارہے تھے۔آخر کار جب علمائے کرام نے دیکھا کہ پسینہ رواں ہے تو رواں ہی ہے رکنے کا نام نہیں لیتا تو علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہوا کہ آپ علیہ الرحمہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور ایک محب کو اپنے محبوب کی بات سن کر سکون میسر ہوتا ہے اس لیے حضور زاہد ملت کے چہرہ انوار سے نکلنے والے پسینہ کو نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی تعریف و توصیف ہی روک سکتی ہے۔ مولانا اسلم القادری صاحب آپ کے اسی عشق رسول ﷺ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" علمائے کرام نے فرمایا: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نوشتہ صلوٰۃ و سلام آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے ان شاء اللہ پسینہ بند ہو جائے گا کیوں کہ ایک عاشق کو معشوق پر محبت کی ڈالی پیش کرنے سے قرار ملتا ہے اور زاہد ملت تو سرور کائنات ﷺ کے عاشق صادق تھے ضرور پسینہ رک جائے گا۔ چناں چہ رسول کائنات ﷺ کے حضور صلوٰۃ و سلام کی ڈالی جناب حافظ و قاری محمد الٰہی بخش صاحب نے پیش کی اور ان کے دوش بدوش سینکڑوں علمائے کرام زار و قطار رو بھی رہے ہیں اور سلام کی ڈالیاں بھی پیش کر رہے ہیں اس طریقے سے زاہد ملت علیہ الرحمہ کا پسینہ بند ہو جاتا ہے۔ آپ اندازہ کریں زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے عاشق رسول ﷺ تھے۔

اتباع سنت نبوی ﷺ: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نبی کریم ﷺ کے عشق و محبت میں سرشار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ الرحمہ محبوب خدا ﷺ کی ہر سنت سے نہ صرف عشق فرماتے بلکہ اسے عملی جامہ بھی پہناتے بلکہ یہ کہا جائے کہ آپ علیہ الرحمہ سنت نبوی ﷺ کے مجسم نمونہ تھے تو بجا ہوگا۔ آپ علیہ الرحمہ کے اتباع سنت کا حال مذکور صرف بچپن اور جوانی میں ہی نہ تھا بلکہ بڑھاپے نہیں نہیں بلکہ مرض الموت میں بھی سنت نبوی ﷺ کو ترک نہ فرمایا۔ جیسا کہ حضرت فخر نیپال صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

" جب زاہد ملت کی طبیعت علیل ہوئی تو اس موقع پر ہم کہیں چلے گئے تھے واپسی پر (ناچیز راقم کے نانا حضور) حافظ ظہیر الدین صاحب (مرحوم) مدرس مدرسہ ہذا نے مجھ (فخر نیپال) سے تذکرہ کیا کہ زاہد ملت کی طبیعت سخت علیل ہے، بربنا مشغولیت اس وقت نہ جا سکے بعد نماز ظہر عیادت کے لیے گئے تو ہم نے زاہد ملت کے حضور سلام پیش کیا لیکن آپ ورد میں مشغول تھے زور سے پڑھتے ہیں: " اللھم انی اعوذ بك من الکفر و اعوذ بك من الفقر و اعوذ بك من عذاب القبر، لا الہ الا انت " پھر جب سلام کی آواز سماعت سے جا ٹکرائی تو آپ نے جواب عنایت فرمایا اور پھر باآواز بلند پڑھتے ہیں: " صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم " ساتھ ہی ہم لوگ بھی پڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد زاہد ملت فرماتے ہیں: استنجا استنجا۔ تو دو آدمیوں نے آپ کو پکڑ لیا پھر آپ

باہر تشریف لے گئے اور استنجا سے فارغ ہو کر فرماتے ہیں: مسواک مسواک۔ سب لوگ مسواک تلاش کرنے لگے لیکن عجلت میں مسواک نہیں ملا تو زاہد ملت کے جیب میں تلاش کیا گیا (مسواک پایا گیا) کیوں کہ زاہد ملت بغیر مسواک کے وضو ہی نہیں فرماتے تھے، آپ نے وضو فرمایا پھر فرماتے ہیں: جائے نماز۔ میں نے کہا: حضور! ابھی عصر کا وقت نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا: تحیۃ الوضو۔ حسبِ حکم مصلیٰ حاضر کی گئی آپ نے نماز ادا کی بعدہ ورد میں مشغول ہو گئے"۔ (تجلیات زاہد، ص: ۶۳۔۶۲)

اللہ اکبر! حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کو سنت نبوی ﷺ سے کتنی گہری محبت تھی کہ مرض الموت میں ہوتے ہوئے بھی وضو کی سنت مسواک کرنے کو ترک نہ فرمایا اور جب آخری وقت اتباع سنت کا یہ عالم رہا تو اس سے پہلے کیا عالم رہا ہوگا یہ تو ان کے شاگرد اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے ہی بیان کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت بلبل نیپال صاحب قبلہ آپ علیہ الرحمہ کے اتباع سنت کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

" حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ سنت نبوی ﷺ کے شیفتہ و دلدادہ تھے اور آپ کی مقدس زندگی سنت نبوی ﷺ کی مجسم نمونہ تھی۔ آپ ہمیشہ خود بھی سنت رسول ﷺ کی اتباع کرتے اور مسلمانوں کو بھی تاکید و تلقین فرماتے کہ سنت حبیب خدا ﷺ کی پیروی کرو"۔

توکل علی اللہ: کسی بھی نیک عمل کے اسباب مہیا کر کے اور جد و جہد اور محنت و کوشش کو بروئے کار لا کر اس کے نتائج کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر چھوڑ دینا توکل کہلاتا ہے۔ یہ ان اوصاف سے ہے جس کو اپنانے کا خدائے تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا۔ قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

"وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ"

یعنی اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی ذات کو توکل علی اللہ سے زینت دی اور خود کو توکل علی اللہ میں اس قدر رچا بسا لیا کہ آپ ہر کار خیر میں اپنا قدم بڑھاتے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی نہ کسی طرح وسائل کی فراہمی ہو جاتی۔ یہ دار العلوم

قادریہ مصباح المسلمین، دارالعلوم امانیہ امان الخائفین اور نیپال میں عظیم دینی و مذہبی انقلاب یہ سب کے سب توکل علی اللہ ہی کا ثمرہ تھا ور نہ تنہا ” زاہد“ کیا کرتا۔ علاوہ ازیں اسی توکل ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے نیپال میں آباد مسلمانوں کے گھروں سے بلا خوف و خطر بتوں کو نکال کر جہنم رسید کیا۔ آپ علیہ الرحمۃ کے اسی توکل علی اللہ کا ایک طویل واقعہ پاسبانِ ملت حضرت علامہ محمد یوسف علیہ الرحمۃ بیلاوی نے سرزمین لادو بیلا پر ہونے والی جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر بیان فرمایا جسے مولانا اسلم القادری صاحب قبلہ صفحات میں قید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کی معیت ہم (پاسبانِ ملت) اور ہمارے مستان عبد الحمید صاحب چل رہے تھے۔ ہم لوگ سرزمین ہارسرجو واقع ضلع دھنوشہ نیپال میں ہے، وہاں پہنچے کہ لوگ جوق در جوق پروانہ وار حضرت زاہد ملت کے قریب آگئے اور شرفِ ملاقات سے مشرف ہونے لگے۔ بعد سلام و خیر، گفتگو کا سلسلہ جاری ہوا دورانِ گفتگو بات آگئی بتوں کی کہ یہاں ہر آدمی کے گھر میں بت ہے جو بشکل پیری بناکر رکھے ہوئے ہیں اور لوگ اس کی پوجا کیا کرتے ہیں۔ زاہد ملت کے لب پر جاری ہوا” العیاذ باللہ، لاحول و لاقوۃ الا باللہ “ ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھا۔ بعدہ حضرت زاہد ملت ایک شخص سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں: اے فلاں! کیا تمھارے گھر میں بھی بت ہے؟ تو اس مجمع میں سے دوسرا شخص بول پڑا، حضور اس کے گھر میں تو اتنا بڑا بت ہے جو اس کی شکایت کرتا ہے وہ بت اس کو خون کی قے کرا کرا کر مار ڈالتا ہے یعنی وہ بت اس گاؤں کے بتوں کا سردار ہے، جونہی یہ جملہ زاہد ملت کی سماعت سے ٹکرایا، زاہد ملت واقعتاً زاہد ملت تھے، فرماتے ہیں:” العیاذ باللہ، لاحول و لاقوۃ الا باللہ “ اے فلاں! کیوں اپنے آپ پر غضب کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ سارے گناہ کی مغفرت فرمادیتا ہے لیکن شرک ایسا گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتا جب تک بندہ رب تعالیٰ کے حضور توبہ نہ کرلے لہٰذا تو اس بت کو اکھاڑ پھینک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:” اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوّٰبِیْنَ “ یعنی بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا ابھی توبہ کرلو اور بت کو پھینک دو۔ جوں ہی بتوں کے

حضور اس کے خلاف بات کرنے کی تو یہ سزا ہے کہ وہ خون کی قے کرا دیا کرتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ پھینک دو، یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔ زاہد ملت پڑھتے ہیں "لا حول و لاقوۃ الا باللہ" اور فرماتے ہیں اے لوگو! کیا ڈر لگتا ہے یا یہ کوئی حیلہ اور بہانہ ہے۔ سب کے سب پس و پیش میں پڑ گئے۔ اف! اس کی ہم برسوں سے پوجا کرتے آئے ہیں اور آج اس کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دے رہے ہیں۔۔۔ زاہد ملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اے فلاں! اگر تم ہٹانے سے ڈرتے ہو تو میں خود اس کو پھینک دیتا ہوں۔ اگر اسے جنگ کرنا ہوگا تو ہمارے ساتھ کرے گا۔ حضرت زاہد ملت علیہ الرحمۃ گھر میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں لیکن ابھی اس شخص کے قلب سے صنم کی عقیدت نہیں گئی تھی۔ ایک طرف اجازت دینا چاہتا ہے دوسری طرف عقیدت جھنجھوڑتی ہے۔ وہ مجبور ہے اجازت دینے کو تیار نہیں، جب زاہد ملت کی نگاہِ کرامت اس کے قلب پر پڑی ہے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور اجازت دے دیتا ہے۔ اب کیا ہے زاہد ملت بت اکھاڑنے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں اور ہم (پاسبانِ ملت) اور مستان صاحب ان کی معیت میں ہیں اور ساتھ ہی گاؤں کے سارے لوگ ہیں۔ زاہد ملت زبانِ قال سے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی صدا بلند فرماتے ہیں اور سارا مجمع " اللہ اکبر، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم " کی صدا بلند کر رہا ہے، لب پر اللہ اکبر کی صدا اور دل میں حب مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ زاہد ملت علیہ الرحمۃ اور سارے لوگ صدائے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت بلند کرتے ہوئے سردار بت کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں بھی لوگوں نے آپ کو منع کیا، حضور یہ بتوں کا سردار ہے۔ زاہد ملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اسی لیے آج اسے جہنم کے غارِ عمیق میں جانا ہے۔ ارے! ایسی بھی کوئی سرداری ہوئی ہے کہ انسان کے ہاتھوں بنے اور اسی کے ہاتھ سے ختم ہوجائے۔ پاسبانِ ملت (علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں: زاہد ملت علیہ الرحمۃ نے جب اپنا دست پاک اس (بت) کو لگایا تو لوگ حیران نظروں سے دیکھنے لگے۔ چناں چہ زاہد ملت علیہ الرحمۃ (بت کو) اکھاڑ کر مستان عبدالحمید صاحب کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے عبدالحمید صاحب! اس شیطان کو ناپاک گڑھے میں ڈال دو، اللہ اکبر۔ مستان صاحب حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اب کیا تھا سنہرا رنگ کھلا کہ ہر انسان وہاں سے چلا اور اپنے اپنے گھر سے بت

اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک رہا ہے جہاں سردار بھی پھینکا گیا تھا یعنی منظر یہ تھا پہلے تو کوئی پھینکنے کو تیار نہ تھا اور اب رکنے کو تیار نہیں''۔ (تجلیاتِ زاہد، ص: ۴۴۔۴۰)

یہ تھا زاہد ملت علیہ الرحمہ کا توکل علی اللہ کہ لوگ بار بار ڈراتے ہیں کہ بت نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ سردار بت تو اس سے بھی خطرناک ہے لیکن زاہد ملت ڈرتے نہیں اور ڈرے بھی کیوں، جو اللہ کا ولی ہو اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہو اور جسے اپنے رب تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ ہو اسے کس بات کا ڈر اور کس چیز سے خوف ہوسکتا ہے بلکہ ایسے حضرات کے بارے میں تو قرآن کریم فرماتا ہے: '' اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ''(یعنی سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم) اور بت شکنی کا یہ عظیم واقعہ اتفاقی نہ تھا بلکہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ اس وصف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہر تھے۔ آپ علیہ الرحمہ جہاں بھی جاتے مسلمانوں کے گھروں سے بتوں کو واصل جہنم فرماتے۔

۲۸؍ مئی ۲۰۱۵ء مطابق ۹؍ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ بروز جمعرات ناچیز راقم کو حضرت مفتی محبوب رضا صاحب قبلہ پرساہی حال مقیم بھیونڈی کے دولت خانہ جانے کا شرف حاصل ہوا تو دورانِ گفتگو مفتی صاحب قبلہ نے ناچیز سے فرمایا کہ میرے دادا حضور فرمایا کرتے تھے کہ زاہد ملت علیہ الرحمہ کا ایک وصف بت شکنی تھی کیوں کہ آپ تقریر و خطابت کے لیے جہاں بھی اور جس گاؤں میں بھی تشریف لے جاتے تو وہاں کے لوگوں سے دریافت فرماتے کہ یہاں مسلمانوں کے گھروں میں بتوں کی تعظیم و تکریم تو نہیں ہوتی، یہاں مسلمان بتوں کی پوجا تو نہیں کرتے اور اگر کسی کے گھر بت ہونے کی اطلاع مل جاتی تو اس کے گھر سے بت کو اکھاڑ کر فنافی النار کردیتے''۔

تہجد گزاری: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ جہاں فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کی پابندی کیا کرتے وہیں نوافل بھی پابندی سے ادا فرماتے اور یہ حال صرف عملی میدان میں رکھنے کے بعد سے نہ تھا بلکہ آپ اپنے بچپن اور دور طالب علمی ہی سے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کے ساتھ ساتھ نوافل کی مداومت برتتے اور اس کا اعتراف آپ کے شاگرد و اصاغر کے علاوہ آپ کے ہم عصر اور رفیق کو بھی تھا۔ چناں چہ حضرت فخر نیپال آپ کے ایک ہم عصر حضور حنیف ملت علیہ الرحمہ کا بیان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں (اگرچہ اس واقعہ کا ذکر

پہلے بھی ہو چکا لیکن مقام کی مناسبت سے یہاں بھی رقم کر دیا گیا):

"حضور زاہد ملت کے زہد و تقویٰ کے بارے میں (حنیف ملت) حضرت علامہ مولانا حنیف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کٹیاوی نے فرمایا کہ زاہد ملت اور ہم دونوں مدرسہ فیض الغرباء آرہ انڈیا میں زیر تعلیم تھے۔ زاہد ملت نمازِ پنجگانہ کے بڑے پابند تھے، زمانہ طالب علمی میں بھی آپ کی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی، بڑی پابندی سے تہجد ادا فرماتے تھے لیکن ایک شب ایسا ہوا کہ حضور زاہد ملت رات کا کھانا تناول فرما کر کتب بینی فرمانے لگے، اتفاقاً آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، آپ بستر استراحت پر آرام پذیر ہو گئے لیکن اس شب زاہد ملت کو ایسی نیند آئی کہ نمازِ تہجد قضا ہو گئی، صبح بعد فجر زار و قطار رونے لگے اور اپنے شکم پر بدستِ خود ضرب لگانے لگے اور شکم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: "نادان میں نے تجھے اس لیے پُر کیا تھا کہ نماز تہجد قضا کرا دے"، ہر مرتبہ یہ کہتے اور ضرب بھی لگاتے (فخر نیپال، حنیف ملت علیہ الرحمہ کا قول بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں) زاہد ملت نے اپنے آپ پر تین دن کھانا بند کر لیا اور شکم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: "یہ تیری سزا ہے"۔ (تجلیات زاہد، ص:۴۷۔۴۶)

اللہ اللہ! دور طالب علمی میں تہجد کی پابندی کا یہ حال تھا تو بعد فراغت کی زندگی تو اس سے بھی زیادہ تہجد سے روشن و تابناک رہی ہو گی اور رہی ہو گی کیا بلکہ رہی ہے اور ایسی رہی کہ آپ کی نمازِ تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت بلبل نیپال فرماتے ہیں:

"آپ علیہ الرحمہ ہمیشہ ذکر و اذکار میں مشغول رہتے، اپنے رب وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں سجدۂ بندگی نچھاور کرتے، فرائض تو فرائض واجبات تو واجبات سنتوں کا بھی اس قدر اہتمام فرماتے کہ سنت غیر مؤکدہ قضا نہ ہونے دیتے۔ تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اوابین و اشراق و چاشت، صلوٰۃ التسبیح حتیٰ کہ نماز تہجد بھی آپ کی کبھی قضا نہ ہوئی"۔

بڑوں کا ادب و احترام: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ اگرچہ علم و عمل کے اعتبار سے اپنے علاقہ میں نمایاں اور ممتاز تھے لیکن آپ اپنے علم و عمل پر غرور و تکبر نہ فرماتے بلکہ آپ عاجزی و انکساری کا پیکر بن کر اپنے علاقہ کے عمر کے لحاظ سے بڑے لوگوں کا ادب و احترام بجالاتے اور ان کی تعظیم و تکریم فرماتے اور کیوں نہ کرتے کہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

ان کی حدیث سے خوب خوب محبت تھی اور حدیث میں آیا ہے: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا" (یعنی جو چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں)۔ لہٰذا حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ بڑوں کی عزت کیا کرتے تھے۔ آپ کی اس ادا کی عکاسی کرتے ہوئے حضرت بلبل نیپال فرماتے ہیں:

"آپ سن رسیدہ اور معمر لوگوں کی عزت کیا کرتے اور نیک لوگوں کو گلے سے لگایا کرتے اور غریب مسلمانوں پر کسی امیر و دولت مند کو فوقیت نہ دیتے بلکہ فرمایا کرتے: خدائے تعالیٰ کو مال و دولت سے زیادہ ایمان و تقویٰ اور عمل صالح پسند ہے"۔

اور مولانا اسلم القادری صاحب رقم طراز ہیں:

"زاہد ملت کے دامن علم و فضل میں پروردگارِ عالم نے اتنی وسعت عطا فرمائی کہ آپ اکابر کا بے پناہ ادب اور حد درجہ تعظیم بجالانے میں اپنی سعادت محسوس کرتے"۔ (تجلیات زاہد، ص:۳۵)

اصاغر نوازی: جیسا کہ حدیث بالا میں ذکر ہے کہ جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔ حضور زاہد ملت اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے جس طرح بڑوں کی تعظیم کرتے اسی طرح چھوٹوں پر شفقت فرماتے، ان کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی بھی فرماتے۔ چناں چہ مولانا اسلم القادری صاحب آپ کے اصاغر نوازی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ اپنے طلبہ کی بھی بہت ہمت افزائی فرماتے۔ قیام گاہ پر کوئی طالب علم پہنچ جاتا تو ایک معزز مہمان کی حیثیت سے خود اپنے ہاتھوں سے اس کی خاطر داری میں لگ جاتے"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:۳۵)

مزید ایک اور مقام پر مولانا اسلم صاحب آپ کے اصاغر نوازی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ مولانا سراج الحق صاحب نوری کا بیان ہے کہ میں بچپن ہی سے خوشگلو تھا اس لیے حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے اکثر میلاد شریف اور جلسوں میں

لے جاتے ۔ بارہا ایسا ہوا کہ نماز کا وقت ہوتا تو حضرت تیزی سے تشریف لے جاتے اور وضو فرماکر واپسی میں لوٹے میں پانی بھر لاتے اور فرماتے لو تم بھی وضو کر لو نماز کا وقت ہو گیا ہے‘‘۔(تجلیاتِ زاہد، ص:۲۵)

سبحان اللہ ! حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کے اصاغر نوازی کا بھی کیا ہی خوب انداز ہے، درج بالا واقعہ سے جہاں آپ علیہ الرحمہ کی پابندیِ نماز کا پتہ چلتا ہے وہیں اصاغر نوازی کا انوکھا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ وضو کر کے یہ نہ فرماتے کہ جاؤ تم بھی وضو کر کے آؤ نماز کا وقت ہو گیا ہے بلکہ وضو کرنے کے بعد بذات خود لوٹے میں پانی بھر کے طالب علم کو وضو کرنے کے لیے فرماتے ہیں۔

بابِ چہارم

کرامات

کرامات

خرقِ عادت، نادر الوجود اور تعجب خیز امر کسی ولی کی ذات سے ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے ولی کامل تھے جن کی ذات سے متعدّد کرامتوں کا ظہور ہوا۔ یہ اور بات ہے کہ کرامت، ولایت کے لیے شرط نہیں، کہ جن سے کرامات کا صدور ہو وہی ولی اور جن سے نہ ہو وہ ولی ہی نہیں۔ ہاں شریعت پر استقامت ولایت کی سب سے بڑی دلیل اور پہچان ہے اس لیے ولی کی معرفت اور پہچان کرامتوں کے ذریعے نہیں، استقامت فی الدین سے ہوتی ہے کیوں کہ اولیاے کرام کے بھی مراتب ہوتے ہیں بہت سے اولیاے کرام ایسے گزرے ہیں جو ولی تو تھے لیکن ان سے کرامات کا ظہور نہیں ہوا اتنا ہی نہیں بہت سے اولیاے کرام ایسے بھی گزرے ہیں جن کو اپنے ولی ہونے کا علم نہ تھا بعد میں کسی دوسرے بزرگ نے اپنے کشف سے ان کی ولایت کی خبر دی۔ خیر اب ذیل میں حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کی چند کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

وقت کا ٹھہر جانا: بہت سے اولیاے کرام کی ذات بابرکت سے ایسی کرامات ظاہر ہوئیں کہ مختصر اوقات میں کثیر کام انجام پائے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت ہی قلیل وقفہ میں قرآن پاک کا ختم فرمانا، حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی، جلال الملۃ والدین امام جلال الدین سیوطی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کا اپنی مختصر سی زندگی میں اتنی زیادہ تصانیف دنیا والوں کو عطا کرنا جو دیگر حضرات سے مشکل ہے۔ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت سے ایسی کرامت کا ظہور ہوا۔ چناں چہ آپ کی اس کرامت کے عینی شاہد حضرت مولانا سراج الحق نوری سوہپوری دارالعلوم امانیہ امان الخائفین میں طبیعت اچاٹ ہو جانے کے سبب دارالعلوم سے اپنے بھاگنے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"آفتاب غروب ہوا رات کی سیاہی پھیلی، ٹھیک رات کے دو بجے ہم لوگ دارالعلوم امانیہ امان الخائفین کے احاطہ سے باہر ہو لیے۔ حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عالم خواب میں تھے۔ آہستہ آہستہ مدرسہ کے سامنے "لبکی" نامی نیا پوکھر ایک تالاب ہے اس تالاب کے شمالی میڑھ کی آڑ میں ہم جا چھپے۔ ایک طرف بیٹھنے کا عزم بھی کر رہے ہیں دوسری جانب

دہشت سے زاہد ملت کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ گرمی کے ایام ہونے کی وجہ سے حضرت زاہد ملت علیہ الرحمۃ دار العلوم کے صحن میں ہی آرام فرمارہے تھے جونہی ہم لوگوں نے زاہد ملت کی جانب نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ زاہد ملت دار العلوم کے سمت شمال باغیچہ ہے، اس باغیچہ سے واپس لوٹ رہے ہیں۔ ہم لوگ تشویش میں پڑ گئے کہ یا اللہ ابھی اس میڑھ تک پہنچے ہی ہیں حضرت زاہد لت عالم خواب میں تھے، اتنی جلدی حاجت سے فارغ ہو کر واپس بھی آرہے ہیں۔ اب تو خوف و ہراس سے قلب مطمئن نہیں ہو رہا تھا لیکن کسی طرح زور ڈال کر اپنے آپ پر قابو پائے۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ زاہد ملت تالاب کی جانب تشریف لارہے ہیں۔ اب تو ہم لوگوں کا دل دہلنے لگا اور ہم میں سے ہر ایک بول پڑا کہ اتنی قلیل وقت میں زاہد ملت علیہ الرحمۃ کا حاجت سے فارغ ہونا اور اس تالاب تک (وضو کے لیے) آنا کسی عام انسان کا کام نہیں بلکہ یہ کام کسی ولی کامل ہی سے ہو سکتا ہے"۔(تجلیات زاہد، ص:۲۷۔۲۶)

حیوان کو فرمابردار کر لینا: اس کرامت کا ظہور بھی کئی اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے ہوا ہے جیسا کہ کئی بزرگوں کے تعلق سے مشہور ہے کہ انہوں نے شیر کو اپنا تابع بنا لیا تھا اور مخدوم سمناں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف ایک بلی کو تابعِ فرمان بنا لیا بلکہ اسے غیب کا بھی علم عطا فرمادیا جس کے سبب خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی وہ روزانہ خبر دے دیا کرتی۔ اللہ رب العزت نے حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کو بھی اس کرامت سے سرفراز فرمایا کہ آپ نے ایک چڑیا کو نہ صرف اپنا فرمابردار بنایا بلکہ اس سے اشارے میں گفتگو بھی فرمائی جیسا کہ حضرت مولانا سراج الحق نوری صاحب کے زاہد ملت کی معیت میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شرکت کے لیے ضلع مہوتری میں واقع "بھمرپورہ" کی رودادِ سفر کو مولانا اسلم القادری صاحب صفحۂ قرطاس پر محفوظ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ہم لوگ (زاہد ملت علیہ الرحمۃ اور مولانا سراج الحق نوری) چل رہے تھے اور آفتاب بھی سمت مغرب چل رہا تھا۔ سورج ڈھلتا گیا ڈھلتا گیا اور یکایک مغرب کا وقت آپہنچا، راستے میں ایک ندی ہے جس کا نام "دودھ متی" ہے وہاں پہنچے تو زاہد ملت علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بابو! مغرب کا وقت ہو گیا ہے لہٰذا نمازِ مغرب ادا کر لو پھر چلیں گے۔ میں نے عرض کیا: حضور! رات

اندھیری ہے وہیں چل کر نماز ادا کی جائے گی۔ بس میرا اتنا کہنا تھا کہ حضرت زاہد ملت جلال میں آجاتے ہیں اور فرماتے ہیں: پہلے نماز پڑھو پھر کہیں جانا، سراج الحق! خوف کیوں کرتے ہو خدا محافظ ہے، تم اسے یاد کرو وہ تمہیں یاد کرے گا۔ پھر فرماتے ہیں: وضو ہے، میں نے عرض کیا نہیں۔ زاہد ملت نے فرمایا: سامنے ندی ہے جلد وضو کر کے آؤ یعنی زاہد ملت سفر میں بھی باوضو رہا کرتے تھے، اللہ اکبر۔ حکم پاتے ہی فوراً باوضو ہو کر زاہد ملت کی خدمت میں حاضر آیا۔ رومال بچھا دیا گیا پھر فرماتے ہیں: تکبیر پڑھو۔ میں نے تکبیر پڑھی یوں نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ بعدہ ہم سنت سے فارغ ہو گئے اور زاہد ملت سنت و نفل کے بعد تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ ادھر میں منتظر تھا کہ زاہد ملت علیہ الرحمۃ جلد فارغ ہو جائیں تو جلد چلا جائے کیوں کہ سیاہی پھیلتی جارہی تھی، تشویش میں تھا کہ زاہد ملت کب فارغ ہوں گے لیکن نہیں تاخیر ہونا بھی مشیت ایزدی تھی کہ زاہد ملت کو اپنی بزرگی کا مشاہدہ کرانا تھا۔۔۔ زاہد ملت علیہ الرحمۃ تسبیح و تہلیل میں مشغول ہی تھے کہ کیا دیکھا؛ اچانک ایک چڑیا سمت شمال سے اڑتی آرہی تھی، آتے آتے جب قریب آئی تو زاہد ملت نے اشارہ فرمایا تو چڑیا واپس لوٹ گئی۔ تسبیح نظریں نیچی کیے ہوئے پڑھ رہے ہیں، مشاہدہ چڑیا کا ہو رہا ہے۔ یہ اتفاق اول تھا میں اس منظر کو دیکھ کر متحیر نہیں ہوا اس لیے کہ چڑیا تو یوں عام طریقے سے آتی اور جاتی رہتی ہے لیکن بارِ دیگر پھر ایسا منظر سامنے آیا کہ زاہد ملت نے اشارہ فرمایا تو چڑیا واپس لوٹ گئی۔ اب عقل حیران ہوئی معاملہ کیا ہے؟ بارِ دیگر چڑیا کا آنا اور لوٹ جانا کچھ راز ضرور ہے سوچ ہی رہا تھا کہ چڑیا تیسری بار سمت شمال سے اڑتی چلی آرہی ہے پھر زاہد ملت نے اشارہ فرمایا تو چڑیا نے سمت مغرب اختیار کر لی دور جا کر سمت جنوب کو چلی پھر آپ نے انگلی کو نہ اٹھایا۔ یہ عجیب کیف و سرور کا منظر دیکھ کر عقل حیران ہونے لگی کیوں کہ کبھی سر کی آنکھوں نے ایسا منظر دیکھا ہی نہ تھا۔ ہاں سنا تھا اور کتابوں میں پڑھا تھا"۔ (تجلیات زاہد، ص: ۳۰-۲۹)

زمین کے اندر اور زمین کے اوپر: کتابوں میں بزرگان دین کے تعلق سے اس طرح کے بھی واقعات ملتے ہیں کہ بعد وفات بھی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ظاہری دنیا میں ان کی زیارت کی۔ حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کی بابرکت ذات سے بھی اس طرح

کی کرامت ظاہر ہوئی۔ چناں چہ مولانا اسلم القادری صاحب لکھتے ہیں:

" جناب سندر صاحب (آگے پوری) پھلواری شریف عرس کے موقع پر گئے تھے (حضور زاہد ملت کے وصال کے بعد) شب ذکر کی محفل میں گزاری لیکن بوقت فجر بڑا استنجا سے فارغ ہوکر وضوخانہ آئے اور وضو بنانا چاہ رہے تھے کہ اتنے میں ہماری نظر حضور زاہد ملت کی ذات مبارک پر پڑی، لباسِ سابقہ میں ملبوس ہیں اور ہاتھ میں چھڑی ہے۔ طبیعت چاہی پہلے ملاقات کرلوں لیکن زاہد ملت مسجد میں تشریف لے گئے۔ دل میں خیال آیا کہ وضو بنا کر اطمینان سے حضرت سے ملاقات کروں گا اس لیے کہ زاہد ملت مسجد میں تشریف لے گئے ہیں۔ جلدی جلدی وضو سے (ہم) فارغ ہوئے اور مسجد کی جانب چل دیے۔ چند ہی قدم بڑھے تھے کہ دل میں خیال آیا حضور زاہد ملت تو دار فانی سے چل بسے ہیں پھر بھی آرزو لیے ہوئے آگے بڑھے کہ شرفِ ملاقات سے مشرف ہوجاؤں لیکن ہائے رے کم نصیبی! مسجد میں زاہد ملت کی ذات نظر نہ آئی"۔ (تجلیات زاہد، ص:٦٨)

ٹرین کا رک جانا: کئی اولیاء اللہ نے نماز کے لیے ٹرین کے روک دینے والی کرامت دکھائی۔ مثلاً حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاوہ ازیں اسی سال ۲۰۱۵ میں مولانا شہاب الدین رضوی نے حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی اس کرامت کو فیس بک پر شیئر فرمایا۔ حضور زاہد ملت کی ذات ستودہ صفات نے لوگوں کو اس کرامت سے شاد کام ہونے کا موقع فراہم فرمایا۔ چناں چہ ممتاز العلماء محدثِ اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی کلیم الدین علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا:

" زاہد ملت علیہ الرحمہ ملک نیپال ہی کے ایک ضلع مہوتری میں واقع بھنگہا گاؤں میں عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کی معیت میں دو طالب علم بھی تھے۔ رات میں آپ نے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھی۔ صبح واپسی کے ارادے سے بیجلپورہ اسٹیشن پر تشریف لائے۔ زاہد ملت نے طالب علم کو حکم فرمایا: تم لوگ گاڑی پر بیٹھو ہم نماز چاشت ادا کرتے ہیں۔ طالب علموں نے کہا: حضور! گاڑی ہارن دے چکی ہے لہٰذا بیٹھا جائے ورنہ گاڑی چھوٹ جائے گی۔ زاہد ملت فرماتے ہیں: جاؤ بیٹھو گاڑی نہیں چھوٹے گی۔ حکم پاکر

طالب علم سب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ادھر زاہد ملت نماز شروع کر دیتے ہیں، اتنے میں گاڑی چل گئی۔ زاہد ملت علیہ الرحمۃ اطمینان و سکون کے ساتھ نماز ادا فرما رہے ہیں جب گاڑی اسٹیشن سے تھوڑی دور گئی تو رک گئی۔ اب گاڑی چلتی نہیں ہے ڈرائیور اور ٹی ٹی وغیرہ نے بڑی کوشش کی کسی طرح چلے لیکن چلتی نہیں ہے۔ زاہد ملت تسبیح میں مشغول ہیں، فارغ ہونے کے بعد آپ چلے اور اسی ڈبہ میں جا بیٹھے جس میں طلبہ بیٹھے ہوئے تھے اور فرماتے ہیں: اب گاڑی چلے گی۔ اتنا کہنا تھا کہ گاڑی چلنے لگی"۔ (تجلیات زاہد، ص:۵۶)

دلوں کی بات جاننا: اس طرح کے واقعات سے بھی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ اولیاے کرام نے دلوں میں چھپے ہوئے خیالات و خطرات کو جان لیا اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے رہے جس کی مثال کی چنداں ضرورت نہیں۔ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی غیب کی خبر اور دلوں کی بات جان لیا کرتے تھے جس پر "برداہا" گاؤں میں ہونے والی درج ذیل کرامت شاہد ہے جسے حضرت مولانا محمد سلیم صاحب برکاتی نے بیان فرمایا اور مولانا اسلم القادری صاحب نے یوں لکھا:

"حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرزمین برداہا تشریف لائے عموماً آپ کی تشریف آوری پر جوق در جوق لوگ آپ سے اکتسابِ فیض کیا کرتے تھے۔ اس روز بھی لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انہیں میں ایک مولوی صاحب بھی زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بعد تسلیم دعا کی درخواست کی کہ ہماری زوجہ شدتِ مرض میں مبتلا ہے، شدتِ درد سے ایک لمحہ بھی چین نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ آپریشن کرانا پڑے گا لیکن حضور اس غریب کے پاس کھانے کو نہیں ہے آپریشن کہاں سے کرایا جائے گا، حضور دعا فرما دیا جائے۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال میں آجاتے ہیں اور فرماتے ہیں: بس یہ سب تمھاری بدکرداری کے باعث ہے۔ ابھی توبہ کر لے ابھی توبہ کر لے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔ چناں چہ اسی مجمع میں مولوی صاحب نے توبہ کیا اور "استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ" پڑھا اور بار بار توبہ کیا۔ (اس کے بعد) زاہد ملت علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جا، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔ مولوی صاحب وہاں سے اپنے گھر لوٹے تو دیکھا کہ بیوی عافیت سے

ہے۔ پوچھا: کس حال میں ہو تو بیوی نے کہا: الحمدللہ عافیت سے ہوں۔ جناب مولوی صاحب نے بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ہزار ہزار شکر بجالایا۔۔۔ مولانا (محمد سلیم) صاحب فرمارہے تھے کہ ابھی تک اس کی زوجہ کو وہ مرض لاحق نہ ہوا جس کے سینکڑوں لوگ شاہد ہیں''۔ (تجلیات زاہد، ص: ۷۳۔ ۷۲)

جو منہ سے نکلی وہ بات ہو کے رہی: اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کی زبان میں وہ تاثیر عطا فرماتا ہے کہ ان کی زبانِ مبارک سے جو بات نکلتی ہے اور جو وہ کہ دیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حکم سے وہ ہو جایا کرتا ہے۔ زاہد ملت علیہ الرحمہ بھی انہیں بزرگوں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ عطا فرمایا تھا کہ جو اپنی زبان سے کہ دیتے فضلِ الٰہی سے وہ ہو ہی جاتا۔ اس حوالے سے بھی آپ علیہ الرحمہ کی ایک کرامت سپرد قرطاس کی جاتی ہے:

'' ۱۹۷۷ء میں سرزمین برداہا جو ضلع مہوتری میں واقع ہے وہاں حضرت تشریف لے گئے، یوں حضرت برداہا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ کا قیام جناب عبدالعزیز صاحب کے دالان میں تھا۔ رات میں آپ نے وہیں آرام فرمایا۔ موسم باراں تھا پھر بارش ہوتی رہی اور صبح پانی کا اتنا زوردار جھونکا آیا کہ لوگ گھبرانے لگے ساتھ ہی ایک بڑا سانپ بھی آگیا۔ سب کے سب گھبرانے لگے کہ سیلاب اور ساتھ میں سانپ وہ بھی ایسا غریب و مہیب کہ خوف و دہشت سے لوگوں کے پیر تلے زمین کھسکنے لگی۔ زاہد ملت سارے منظر کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اور درود و تسبیح میں مشغول ہیں جب آپ نے لوگوں میں بڑی بے چینی دیکھی تو فرمایا: اے لوگو! گھبراتے کیوں ہو، ارے! یہ سانپ اور سیلاب آیا ہے تو چلا جائے گا لیکن سانپ خطرناک تھا اس لیے لوگ زیادہ گھبرا رہے تھے۔۔۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ایسا موٹا اور بھیانک شکل والا سانپ کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ زندگی کا یہ پہلا اتفاق تھا کہ ایسا سانپ نظروں سے گزرا تھا۔ بایں وجہ ہم سبھوں میں مارنے کی ہمت نہ رہی لیکن زاہد ملت کا فرمانا کہ آیا ہے تو واپس بھی لوٹ جائے گا۔ خدا شاہد ہے سانپ آیا اور دالان سے ہوتا ہوا واپس لوٹ گیا اور ہم میں کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچائی۔ لیکن سیلاب کا پانی زور و شور سے بڑھتا رہا۔ اونچے اونچے گھروں تک سیلاب کا پانی آپہنچا۔ عبدالعزیز صاحب کے والد صاحب بھی اپنے گھر کے اسباب

سمیٹ کر رکھنے لگے کیوں کہ پانی کا زور یہ بتا رہا تھا کہ نہ جانے کتنے گھروں کو ساتھ لے جائے گا۔ ہر انسان کے لب پہ اللہ اللہ کی صدا تھی۔ ایسے عالم میں خوف و ہراس سے سبھوں کی زبان خشک ہوچکی تھی۔ زاہد ملت فرماتے ہیں: اے لوگو! گھبراتے کیوں ہو؟ پانی تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ محافظت فرمانے والا ہے۔ پھر بھی دہشت نے آگھیرا کہ اب کیا ہوگا، پانی بڑھتا جا رہا ہے۔ ایسے عالم میں زاہد ملت علیہ الرحمہ کو جلال آیا اور زاہد ملت نے فرمایا: تم لوگ بہت زیادہ گھبراتے کیوں ہو۔ لو، ہم لکیر کھینچتے ہیں پانی اس سے آگے نہیں بڑھے گا۔ چناں چہ پانی زاہد ملت کی لکیر سے ذرا بھی آگے نہ بڑھا"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:۴۹۔۴۸)

بارگاہِ زاہد میں دعا کی قبولیت: اولیاے کرام رضی اللہ عنہم اپنی ظاہری زندگی میں تو خلقِ خدا پر نظر کرم فرماتے ہی ہیں لیکن بعد وصال بھی یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اولیاء اللہ کی بارگاہ میں مخلوقِ خدا کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ بھی قبولیتِ دعا کے لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ یہ بات ناچیز کے خالہ زاد بھائی مولانا نصیب اختر امجدی صاحب نے بھی ایک مرتبہ بارگاہِ زاہدی میں حاضری کے وقت ناچیز کو بتائی تھی نیز حضرت فخر نیپال صاحب قبلہ نے بھی حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں قبولیتِ دعا کے تعلق سے ایک کرامت تحریری طور پر ۸/ جنوری ۲۰۱۵ء کو عطا فرمائی جسے ناچیز یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے:

" مولانا منصور عالم ابن عبد الرزاق صاحب ساکن ہنومان نگر ضلع سرسنڈ، سیتا مڑھی بہار نے راقم السطور (حضرت فخر نیپال صاحب قبلہ) کے سامنے ۶/ جنوری ۲۰۱۵ء بروز منگل بوقت ۴ بجے شام اپنے ہی وطن میں چند لوگوں کی موجودگی میں یہ بیان دیا کہ زاہد ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد میں اپنے زمانہ طالب علمی میں کچھ گھریلو معاملہ میں بہت پریشان تھا۔ میں نے زاہد ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور یہ عریضہ پیش کیا کہ اگر میری پریشانی دور ہوگئی اور حصولِ علم دین میں کامیاب ہوگیا تو میں آپ کی بارگاہ میں چادر پیش کروں گا۔ بفضلہ تعالیٰ و بفیضِ روحانی زاہد ملت علیہ الرحمہ میری تمام پریشانیاں دور ہوگئیں اور میں عالم دین بھی بن گیا۔ لیکن میں ایفاے نذر کرنا بھول گیا۔ فراغت کے بعد میں الہ آباد رہنے لگا۔ جس

سال زاہد ملت کا چودہواں سالانہ عرس ہونے والا تھا، ایام عرس سے کچھ دنوں قبل الہ آباد کی سڑک سے پیدل گزر رہا تھا کہ سڑک کے کنارے ایک نورانی صورت والے شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے میری جانب اشارہ کیا، میں ان کے قریب گیا اور سلام کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ نعت پاک سناؤ، میں نے کہا کہ میری آواز اچھی نہیں اور نعت پڑھنے کا میرا مشغلہ بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا جاؤ، مجھے چند جگہ بزرگوں کے مزارات پر حاضری دینی ہے۔ اتنا کہ کر وہ ایک جانب چلنے لگے اور میں دوسری جانب چلنے لگا۔ ابھی چند قدم چلا ہی تھا کہ میرے کان میں آواز آئی کہ تم جن سے باتیں کر رہے تھے ان سے دعا لے لو۔ میں دوڑ کر گیا اور ان سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں۔ انہوں نے کہا کہ دعا لے کر کیا کروگے جن کے مزار پر تم نے نذر مانی ہے پہلے وہ پوری کرو پھر دعا کروانا۔ چوں کہ نذر کی بات میرے ذہن سے اتر چکی تھی اس لیے میں نے کہا کہ میں نے نذر کہاں مانی تھی تو انہوں نے کہا کہ تمھارے گھر کے کچھ فاصلے پر جن کا مزار ہے اور ان کا چودہواں عرس ہونے والا ہے، وہاں تم نے جو نذر مانی پہلے اسے پوری کرو اس کے بعد دعا۔ اب مجھے نذر کے بارے میں یاد آگیا۔ میں نے ان نورانی صورت والے سے کہا کہ وہ کس سلسلہ کے بزرگ ہیں؟ تو جواب دیا کہ سلسلہ قادریہ کے۔ میں نے کہا کہ ان کا نام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نام ابھی نہیں بتاؤں گا۔ اتنا انہوں نے کہا اور رخصت ہو گئے“۔

بابِ پنجم

داغِ مفارقت

داغِ مفارقت

ملک نیپال کے آفتابِ ولایت ماہتاب طریقت عالم شریعت پیشوائے اہل سنت ولی کامل قطبِ نیپال معلم اول استاذ الاساتذہ شیخِ ملت زاہد ملت بانی قادریہ مصباح المسلمین و دارالعلوم امانیہ حضرت علامہ حافظ محمد زاہد حسین علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات کی جانکاہ روداد پیش کی جارہی ہے۔

قبل وفات، وفات کی خبر: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی وفات کو ابھی تقریباً تین ماہ باقی تھے کہ زاہد ملت نے مولانا رحمت اللہ صاحب برکاتی کو خواب کے ذریعہ اپنی وفات کی خبر دی جس سے پورے علاقہ میں خبر پھیل گئی۔ اس کی پوری تفصیل مولانا اسلم القادری صاحب اس طرح لکھتے ہیں:

" شاعر خوش گلو حضرت علامہ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب برکاتی برداہوی نیپالی کا بیان ہے کہ میں جاجموکان پور کے عظیم درس گاہ دار العلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ میں زیر تعلیم تھا ماہ رمضان المبارک میں بعد نمازِ ظہر قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگا، تلاوت کرہی رہا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا اور آنکھیں بند ہوگئیں اور خواب دیکھنے لگا کہ زاہد ملت وصال فرما چکے ہیں حالاں کہ ابھی زاہد ملت کا وصال نہیں ہوا تھا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے زاہد ملت علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس میں بھیج دیا ہے"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:۶۰)

تعبیر خواب کی ابتدا (یعنی زاہد ملت کی علالت):

مذکورہ خواب کی تعبیر کی ابتدا حضور زاہد ملت کی علالت سے ہوتی ہے جس کا پورا واقعہ حضرت فخر نیپال صاحب قبلہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"جب زاہد ملت کی طبیعت علیل ہوئی تو اس موقع پر ہم کہیں چلے گئے تھے واپسی پر حافظ ظہیر الدین صاحب (مرحوم) مدرس مدرسہ ہذا نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ زاہد ملت کی طبیعت سخت علیل ہے، بر بناء مشغولیت اس وقت نہ جاسکے بعد نماز ظہر عیادت کے لیے گئے تو ہم نے زاہد ملت کے حضور سلام پیش کیا لیکن آپ ورد میں مشغول تھے زور سے پڑھتے ہیں:" اللھم انی اعوذ بك من الکفر و اعوذ بك من الفقر و اعوذ بك من

عذاب القبر ، لاالٰہ الا انت "پھر جب سلام کی آواز سماعت سے جاٹکرائی تو آپ نے جواب عنایت فرمایااور پھر باآواز بلند پڑھتے ہیں:" صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم "ساتھ ہی ہم لوگ بھی پڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد زاہد ملت فرماتے ہیں: استنجا استنجا۔ تو دو آدمیوں نے آپ کو پکڑ لیا پھر آپ باہر تشریف لے گئے اور استنجا سے فارغ ہوکر فرماتے ہیں: مسواک مسواک ۔ سب لوگ مسواک تلاش کرنے لگے لیکن عجلت میں مسواک نہیں ملی تو زاہد ملت کے جیب میں تلاش کیا گیا (مسواک پایا گیا) کیوں کہ زاہد ملت بغیر مسواک کے وضو ہی نہیں فرماتے تھے ،آپ نے وضو فرمایا پھر فرماتے ہیں: جائے نماز۔ میں نے کہا: حضور! ابھی عصر کا وقت نہیں تو آپ نے فرمایا: تحیۃ الوضو۔ حسبِ حکم مصلیٰ حاضر کی گئی آپ نے نماز ادا کی بعدہ ورد میں مشغول ہوگئے"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:۶۳۔۶۲)

ہاسپیٹل روانگی: حضور زاہد ملت کی علالت میں شدت بڑھتی چلی گئی تو آپ کو جنک پور ہاسپیٹل میں لے جایا گیا جس کی پوری روداد فخر نیپال نے یوں بیان فرمائی:

" ہم نے اجازت طلب کی آپ نے اجازت مرحمت فرمائی تو ہم دار العلوم قادریہ واپس لوٹ آئے کچھ دیر بعد مرض جب شدت کو بڑھی تو سب کے سب زاہد ملت علیہ الرحمہ کو جنک پور ہسپتال لانے کی تیاری کرنے لگے۔ آناً فاناً بیل گاڑی دار العلوم قادریہ کے سامنے لائی گئی، اس لیے کہ یہ دل دوز حادثہ ۱۹۸۷ء میں ہوا تھا اور اسی سال بہت بڑا سیلاب آیا ہوا تھا۔ بایں سبب سڑکیں ٹوٹ پھوٹ گئیں تھیں اور علی پٹی تہِ ضلع مہوتری (یعنی ضلع مہوتری کے نیچے) میں واقع ہے ساتھ ہی یہ ایک گاؤں تھا جس کی وجہ سے کسی اور سواری کا انتظام ممکن نہ تھا۔ زاہد ملت علیہ الرحمہ کو مدرسہ ہذا لایا گیا۔ شدت مرض بھی ہے اور ہاتھ میں تسبیح بھی اور لب متحرک بھی ہے"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:۶۳)

بوقت روانگی علما کی ملاقات: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ بڑی شان رکھتے تھے ہسپتال روانگی کے وقت کئی علمائے کرام نے آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ ان علمائے کرام میں سے درج ذیل چند علمائے کرام کی فہرست مولانا اسلم القادری صاحب نے " تجلیاتِ زاہد" کے صفحہ:۶۴ میں بیان فرمائی:

حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان صاحب کلیمی شیخ الحدیث جامعہ اکرم الحق مراد آباد
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب رضوی شیخ الحدیث دار العلوم قادریہ علی پٹی۔
حضرت علامہ مولانا نجم الدین صاحب ابن (حنیف ملت)
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد جابر صاحب باڑالہریا سیتامڑھی بہار
حضرت حکیم حافظ عبد الشکور صاحب (مرحوم) براہی سیتامڑھی
ہسپتال روانگی کی مزید تفصیل فخر نیپال صاحب کی زبانی پیش کی جاتی ہے:

"ہم سب نے زاہد ملت علیہ الرحمہ سے مصافحہ کیا، ہاں جب حافظ عبد الشکور صاحب (مرحوم) نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت زاہد ملت نے ان کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور فرمایا: آپ لوگ میرے لیے دعا کیجیے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ اس وقت موجود علما نے آمین کہا"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص: ۶۴)

زاہد ملت ہسپتال میں: اس کے بعد کیا ہوا حضرت فخر نیپال صاحب فرماتے ہیں:

"پھر وہاں سے زاہد ملت علیہ الرحمہ جنک پور ہسپتال لائے گئے، علاج شروع ہوا زاہد ملت اپنے چھوٹے صاحب زادے فقیہ عصر حضرت علامہ مولانا محمد ساجد صاحب مرحوم و مغفور کو بار بار وصیت فرماتے تھے: نمازِ پنجگانہ کی پابندی کرنا اور با جماعت پڑھنا اور سنو جب نماز کا وقت آجائے تو مجھ کو نماز پڑھوا دینا۔ اس لیے کہ میری زندگی کی نماز قضا نہیں ہے اور اگر آخری وقت نماز قضا ہوئی تو کل قیامت میں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اللہ اکبر! اپنے وصال کی خبر بھی دی۔ یہ بھی ولایت کی شان ہے چناں چہ (مولانا) ساجد حسین (علیہ الرحمہ) تاحین حیات اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ (مولانا) ساجد حسین (علیہ الرحمہ) اپنے وقت کے جید عالم تھے لسان و قلم کے شہنشاہ تھے۔ بہر کیف زاہد ملت شدتِ مرض میں باوضو ہو کر نماز پنجگانہ ادا کرتے رہے۔ زاہد ملت کی عیادت کے لیے لوگوں کا ہجوم پہنچتا رہا۔ مشاہدہ کرنے والوں نے دیکھا کہ اکثر علمائے کرام کی تعداد تھی، اوقات نماز میں آپ

پوچھتے تھے: آپ لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ایک سے ایک عظیم المرتبت علما آپ کے حضور حاضر ہوتے رہے۔ زاہد ملت ہر ایک سے یہی فرماتے: آپ لوگ میرے لیے ایمان پر خاتمہ کی دعا کیجیے۔ نماز وقت پر آپ ادا کر لیتے اور حاضرین سے پوچھتے تھے: آپ لوگوں نے نماز ادا کر لی؟ اللہ اکبر کبیراً۔'' ۔(تجلیاتِ زاہد، ص:۶۵)

زاہد ملت کا آفتابِ حیات غروب ہوا: اب دل تھام کر حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کے آخری وقت کا حال بھی نوک قلم ہے۔ حضرت فخر نیپال صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

'' زاہد ملت کے وصال کا وقت قریب آیا تو شدتِ مرض کا اضافہ ہوا، لوگ ڈاکٹر کی جانب دوڑے زاہد ملت نے منع فرمایا، اب ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے لیکن محبت والے نہیں مانے اور ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے۔ اِدھر زاہد ملت نے نماز فجر ادا کی، ڈاکٹر راستے میں ہیں کہ آفتابِ سنیت زاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان زبان قال سے پڑھتے ہیں: اللہ، اللہ، اللہ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، آفتاب سنیت غروب ہوا اور اپنا مسکن جنت الفردوس میں بنالیا''۔(تجلیات زاہد، ص:۶۵)

غسل اور تجہیز و تکفین: جنک پور ہسپتال میں حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کے بعد آپ کے جسد خاکی کو واپس علی پٹی لایا گیا اور پھر غسل اور تجہیز و تکفین کا سلسلہ ہوا۔ ان تمام کی مکمل روداد کے لیے مولانا اسلم القادری صاحب کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

'' مولوی محمد احمد رضا سابق مدرس مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور دھام نے فرمایا: جنازہ کو علی پٹی شریف لے جانے کی تیاری کی جائے۔ پھر شہر ہی میں واقع مدرسہ حنفیہ برکاتیہ کے صدر مدرس علامہ مولانا محمد مستقیم صاحب برکاتی و دیگر علماے کرام کا نورانی قافلہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت و صلوٰۃ و سلام کی مہکی مہکی فضاؤں میں بڑی قدر کے ساتھ زاہد ملت کی لاش مبارک کو علی پٹی لے جایا گیا۔ بعدہ صبح سے ہی لوگوں کا تانتا لگنے لگا کیوں کہ نو بجے نماز جنازہ کی اطلاع دے دی گئی تھی اور تاخیر بایں معنٰی کہ نبیرۂ زاہد ملت حضرت علامہ مولانا سعادت

حسین اشرفی بلبل نیپال راجستھان (انڈیا) سے چل چکے تھے لیکن نہ پہنچے تھے۔ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا گیا جسم پوچھنے کے بعد مدینہ طیبہ کا کفن جو زاہد ملت علیہ الرحمہ موقع بموقع حج وزیارت سے لائے تھے اس میں مدینہ پاک کی مٹی لگا کر پھر آپ کو زیب تن کیا گیا"۔ (تجلیات زاہد، ص:٦٦)

غسل کی مکمل کاروائی استاذ الحفاظ حضرت حافظ عبد الشکور براہی اور ممتاز العلما حضرت مفتی کلیم الدین رحمٰن پوری رحمۃ اللہ علیہما کی ہدایت ورہنمائی میں حضرت مولانا محمد جابر حسین منظری باڑاوی، حضرت مولانا محمد صداقت حسین علی پٹی اور حضرت مولانا محمد عبد الحمید تپنپوری نے انجام دی۔

ایک ایمان افروز واقعہ: بعد غسل ایک ایمان افروز واقعہ بھی پیش آیا اور لوگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا جسے مولانا اسلم القادری صاحب الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے لکھتے ہیں:

" مولوی احمد رضا صاحب کا بیان ہے کہ ایام گرم کے سبب ہم زاہد ملت علیہ الرحمہ کے روے زیبا پر دستی پنکھا جھیل رہے تھے دیکھا گیا کہ زاہد ملت کے مبارک چہرے سے پسینہ ٹپک رہا ہے ایسی پھنپھنی جیسے کوئی زندہ انسان کو آتا ہو۔ میں نے فوراً فقیہ عصر حضرت علامہ مولانا ساجد حسین مرحوم و مغفور کو بلایا، انہوں نے دیکھا اور فخر نیپال صاحب قبلہ کو بلایا۔ ان کی ہمراہ بہت سارے علماے کرام تشریف لائے۔ سارے علماے کرام نے بچشم خود اس منظر کو دیکھا پھر حضرت فخر نیپال صاحب قبلہ نے فرمایا: یہ حضور زاہد ملت کے خاتمہ بالخیر کی دلیل ہے کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خاتمہ بالخیر کی تین نشانیاں ہیں۔ بوقت وصال ناک کشادہ ہو جانا یا چہرہ سے پسینہ کا آنا یا آنکھ کا نیلی ہو جانا۔ پھر پسینہ بند کیسے ہو؟ تو علماے کرام نے فرمایا: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نوشتہ صلوٰۃ وسلام آقاے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جائے ان شاء اللہ پسینہ بند ہو جائے گا کیوں کہ ایک عاشق کو معشوق پر محبت کی ڈالی پیش کرنے سے قرار ملتا ہے اور زاہد ملت تو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے ضرور پسینہ رک جائے گا۔ چناں چہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور صلوٰۃ و سلام کی

ڈالی جناب حافظ و قاری محمد الٰہی بخش صاحب نے پیش کی اور ان کے دوش بدوش سینکڑوں علمائے کرام زار و قطار رو بھی رہے ہیں اور سلام کی ڈالیاں بھی پیش کر رہے ہیں اس طریقے سے زاہد ملت علیہ الرحمۃ کا پسینہ بند ہو جاتا ہے"۔ (تجلیاتِ زاہد، ص:٦٧۔٦٦)

آخری آرام گاہ: اس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ مجمع کثیر کے درمیان ادا کی گئی اور پھر علمائے کرام، مفتیانِ عظام اور گھر، باہر، دور، قریب، عوم و خواص کی ہزاروں ہزار سوگواروں کی بھیڑ نے صبر و ضبط کا دامن تھام کر آسمان علم و فن اور پیشوائے اہل سنت کو اپنی نمناک و اشکبار آنکھوں سے دار العلوم امانیہ امان الخائفین علی پٹی کے احاطہ میں سپرد خاک کر دیا اور اسی مقام کو آپ کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا جو آج مرجع خواص و عوام ہے۔

بابِ ششم

باقیاتِ صالحات

یعنی

تلامذۂ حضور زاہد ملت کا تذکرہ

پاسبان ملت علامہ یوسف قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور اسم گرامی: حضرت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت کو حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کے اول شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت سرزمین بیلا لادو، جنک پور دھام ضلع دھنوشہ نیپال کے ایک معزز خاندان حاجی محمد مرحوم عرف حاجی لوٹن میاں کے فرزند حاجی امیر الدین مرحوم کے گھر ۱۲/ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ بروز پیر بوقت ۳/ بجے ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی ''محمد یوسف'' رکھا گیا اور عملی زندگی میں قدم رکھنے اور آپ کے کارناموں کے پیش نظر علمائے نیپال نے آپ کو ''پاسبان ملت'' کے لقب سے یاد کیا۔

تعلیم و تربیت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جد امجد حاجی محمد عرف حاجی لوٹن میاں مرحوم اور آپ کے والد بزرگوار حاجی امیر الدین مرحوم علم دوست اور علما نواز تھے۔ آپ دونوں کی دلی تمنا تھی کہ کم از کم خاندان کا ایک لڑکا ایسا عالم دین ہو جو علاقے میں دین و سنیت کا کام کرے اور دیوبندیت و وہابیت وغیرہا فرقہ باطلہ سے علاقے کو پاک و صاف رکھے۔ چناں چہ اپنی اسی دیرینہ آرزو کی تکمیل کے لیے انھوں نے اپنے جیب خاص سے ایک ماہر استاذ کو آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر فرمایا جن کے زیر نگرانی پاسبان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی آئے اور حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے اولین تلامذہ میں شامل ہوئے اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۵۵ھ میں مرکز اہل سنت بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ ''مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی'' کا رخ کیا جو تعلیمی اعتبار سے اپنی ایک شان اور پہچان رکھتا تھا۔ یہاں آپ علیہ الرحمۃ تقریباً ۶/ سال تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ ہوتے رہے۔ اس دوران حضور محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل سردار احمد علیہ الرحمۃ سے سبقاً سبقاً صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

فراغت: اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلف

اکبر حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس چہلم کے موقع سعید پر ۲۹ / جمادی الآخرہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۶ / مئی ۱۹۴۲ء بروز یکشنبہ بوقت ۵ / بجے حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے پاسبان ملت کی جماعت کو بخاری شریف کی آخری حدیث پاک پڑھاکر ختم بخاری کی تقریب فرمائی اور شرف تلمذ سے بھی نوازا۔ اس کے بعد اسی محفل پر نور میں حضور مفتی اعظم ہند حضرت مصطفی رضا خان، ملک العلما حضرت سید محمد ظفر الدین بہاری، صدر الافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مبلغ اسلام حضرت عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں آپ علیہ الرحمہ کے سر مبارک پر دستار فضیلت باندھی گئی اور جبہ سے بھی نوازے گئے۔

مشاہیر اساتذہ: آپ نے جن اساتذہ کے سایہ علم و حکمت میں خود کو علم و فن سے معمور کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد لائل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) بحر العلوم حضرت علامہ مولانا افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۳) محدث مئوی حضرت علامہ مولانا ثناء اللہ مئوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ۔

رفقائے درس: آپ علیہ الرحمہ نے جن رفقا کے ساتھ اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھا اور اختتام بھی فرمایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) پیر طریقت مفسر قرآن حضرت سید ظہور الحسین صاحب قبلہ۔

(۳) حضرت علامہ ادریس رضا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مناظرہ: بعد فراغت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار نے آپ کو خدمت دین کے لیے اپنے علاقہ سے باہر جانے کی اجازت نہ دی بلکہ آپ کو اپنے علاقہ ہی میں رہ کر خدمت دین کے لیے رکھ لیا۔ آپ اپنے والد محترم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے باہر نہ جاکر علاقہ ہی میں خدمت دین کا فریضہ انجام دینے لگے۔ آپ نے جو خدمات انجام دیں ان میں سب سے نمایاں علاقہ کو فرقہ باطلہ کی نجاستوں سے پاک رکھنا ہے جس کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

وہابیہ و دیابنہ سے کئی مناظرے بھی کیے۔ آپ نے کہاں کہاں، کس کس سے اور کس کس موضوع پر مناظرے کیے اس کی مکمل روداد کہیں موجود نہیں۔ البتہ اختصاراً اتنا معلوم ہوسکا۔

(۱) مناظر مانا پٹی دیودھا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی

موضوع: قرأت خلف الامام

نتیجہ: اہل سنت کی فتح مبین اور اہل حدیث کی شکست فاش

(۲) مناظرہ بلہا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی

موضوع مناظرہ: مسئلہ ایصال ثواب

نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی اور اہل حدیث کو شکست۔

ان دو مناظروں کے علاوہ آپ علیہ الرحمہ نے تقلید شخصی، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے موضوعات پر مناظروں میں بھی شرکت فرمائی۔

وصال پُر ملال: صاحب زادۂ پاسبانِ ملت حضرت علامہ حبیب اللہ مصباحی صاحب قبلہ کے بقول آپ علیہ الرحمہ کی وفات ۴/ جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ مطابق ۲/ جولائی ۲۰۰۷ء کو ہوئی اور ملک و بیرون ملک کے علمائے اہل سنت نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت فرمائی جبکہ ممتاز العلماء محدث اعظم نیپال حضرت مفتی کلیم الدین علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور اس طرح ملک و ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے آپ علیہ الرحمہ آسودۂ خاک ہو گئے۔

ممتاز العلما، محدث اعظم نیپال مفتی کلیم الدین رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: محدث اعظم نیپال کی ولادت محلہ رحمٰن پور مہدیا، ضلع مہوتری نیپال کے صوفی عبد الاحد مرحوم کے گھر ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت: جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہوش سنبھالا تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو میاں جی کے مکتب میں داخل فرمادیا لیکن علاقہ کی پسماندگی کے سبب وہاں دو سال تک پڑھنے لکھنے کے باوجود آپ کی خاطر خواہ تعلیم نہ ہوسکی۔ آخر کار آپ ۱۹۴۹ء میں اس دیار کے شہرۂ آفاق ادارہ "دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی" حاضر ہوئے اور حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ یہاں آپ نے مکمل سات سال رہ کر اردو فارسی سے لے کر شرح جامی متوسطات تک کی تعلیم کامل دل جمعی اور محنت کے ساتھ مکمل کی۔ پھر اساتذۂ کرام کے مشورہ سے ۱۹۵۷ء کو حضرت حافظ حکیم عبد الشکور مرحوم نے آپ کو وقت کی عظیم دینی درس گاہ "دار العلوم فیض الغرباء آرہ، بہار" داخل فرمادیا۔ جہاں سے آپ نے درسیات کی تکمیل فرمائی اور ۱۹۶۰ء میں دستار فضلیت اور سند فراغت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے سابق مادر علمی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا اور ۱۹۷۸ء تک مکمل اٹھارہ سال اپنے فیوض و برکات سے طالبان علوم کو شاد کام کرتے رہے۔ پھر مشاہیر اہل سنت کے اصرار پر "دار العلوم فیضان العلوم" دارا پٹی مظفر پور بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے اور تاحین حیات اپنی خداداد علمی، فقہی، تحقیقی اور تدریسی خدمات کا مظاہرہ فرماتے رہے۔

مناظرہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علاقہ میں وہابیت و نجدیت کے خاتمہ کے لیے مناظرے بھی کیے۔ سب سے پہلا مناظرہ جس میں آپ نے شرکت فرمائی وہ "نوسو بیگھہ" کا مناظرہ ہے۔ اس مناظرہ میں آپ کی معیت قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی دام ظلہ العالی بھی شریک تھے لیکن افسوس کہ مناظرہ نہ ہوسکا کیوں کہ علمائے اہل سنت تو حاضر ہوئے لیکن دیوبندیوں کی طرف سے کوئی نہیں آیا اور اس طرح یہ مناظرہ بے نتیجہ رہا۔

دوسرا مناظرہ آپ نے جنک پور میں کیا جس کی سرگزشت کچھ اس طرح ہے کہ مفتی جیش محمد صاحب جب بحیثیت صدر المدرسین جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور دھام آئے تو اسی موقع پر مولوی شمس الحق سلفی بلکٹوی اپنی پوری ذریت کے ساتھ جنک پور دھام حاضر ہوا اور عربی ادب کی ایک مشہور کتاب ”دیوان متنبی“ کے چند سخت اشعار لکھ کر مفتی جیش محمد صاحب کے پاس بھیج دیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان اشعار پر اعراب لگائیں اور ان کا اردو میں سلیس ترجمہ کریں حسن اتفاق ممتاز العلماء مفتی کلیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان ایام میں اپنے گاؤں میں تھے تو مفتی جیش محمد نے مفتی صاحب قبلہ کو بلا کر اس کا جواب دینے کے لیے عرض کیا پھر کیا تھا؟ ممتاز العلماء مفتی کلیم الدین صاحب نے ان اشعار کو اعراب سے مزین کیا اور ان کا ترجمہ کر کے مزید چند سوالات عربی میں لکھ کر بھیجے اور پھر مطالبہ فرمایا کہ ان سوالات کے جواب عربی ہی میں دیں لیکن مولوی شمس الحق بلکٹوی نے جواب نہ دیا اور بد حواس ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔

تصنیف: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں باضابطہ کوئی کتاب تصنیف فرمائی یا نہیں اس کا علم نہ ہوسکا البتہ حال ہی میں منظر عام پر آنے والی کتاب ”تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی“ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قلمی خدمات کے تعلق سے مرقوم ہے:

”آپ کے علمی متروکات میں تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہایت معلوماتی ذخیرہ ہے جس میں تفسیر و حدیث، فقہ و افتا، درس و تدریس اور صرف و نحو کے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد یہ ذخیرۂ علمی ترتیب و اشاعت کے مرحلہ سے گزرنے والا ہے“۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی، ص: ۴۳۲) ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ محدث اعظم نیپال کا یہ ذخیرہ علمی جلد از جلد اشاعت کے مرحلے سے گزر کر منظر عام پر آئے اور خصوصاً اہل نیپال اس سے مستفید ہوں اور علمائے اہل سنت نیپال کی قلمی و تصنیفی خدمات میں قابل قدر اضافہ ہو۔

وصال پر ملال: محدث اعظم نیپال ۷۵/ سال اس دار فانی میں رہے اور ۵۰/ سال تک دین و شریعت اور مذہب و مسلک کی خدمات انجام دے کر ۲۲/ ربیع النور مطابق ۲۵/ فروری ۲۰۱۱ء کو دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔

حمید ملت حضرت مولانا حافظ وقاری عبدالحمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۴۵ء میں نیپال کے ضلع مہوتری کے مہدیا گاؤں میں ہوئی، آپ کی پرورش علمی ماحول میں ہوئی، آپ کے والد ماجد نہایت ہی متقی پرہیز گار پابند صوم صلوۃ اور قدردان علماو مشائخ تھے۔

آغاز تعلیم: چونکہ آپ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے، اور آپ کے والد گرامی بھی دین آشنا تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے گاؤں کے مکتب جو آپ کے والد محترم کا قائم کردہ تھا، اس میں آپ نے تعلیم حاصل کی، اس کے بعد اپنے علاقہ کے زبردست علمی ادارہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی میں اپنے اساتذہ خصوصًا زاہد ملت کے زیر نگرانی حصول علم میں منہمک ہو گئے، پھر اپنے مشفق اساتذہ کے حکم سے مزید تعلیم کے لیے اعلی حضرت کے مشہور و معروف خلیفہ، متبحر عالم دین فقیہ زماں علامہ الشاہ رحیم بخش آروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ فیض الغرباء میں داخلہ لیا اور وہیں سے آپ کی فراغت ہوئی۔ یہ وہی ادارہ ہے جس میں اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلسہ دستار بندی کی تقریب میں شرکت فرماتے تھے۔

اساتذہ کرام: والد ماجد سبدلی میاں جی، برادر اکبر حضرت حنیف میاں جی، حضرت مولانا نجم الھدی، حضرت حافظ قاری حکیم عبدالشکور، حضرت قطب نیپال علامہ شاہ حافظ قاری زاہد حسین، مولانا المولوی حضرت اسمٰعیل آروی، مولانا حافظ حضرت عیدن آروی، علامہ الشاہ حضرت ابراہیم سمستی پوری، علامہ شاہ مختار احمد رحمۃ اللہ علیہم۔

تدریس: حصول تعلیم کے بعد آپ نے سب سے پہلے اپنے گاؤں کے مکتب میں تدریس کے خدمات انجام دیے اس کے بعد مظفر پور مدرسہ تیغیہ میں، بعدہ مدرسہ بدرالعلوم بیتھا بہت سالوں تک وہاں آپ اپنے تدریسی ذمہ داری نبھاتے رہے، پھر جے نگر میں تدریسی خدمات انجام دیے، پھر لوگوں کے شدید اسرار پر آپ اپنے گاؤں کے مکتب میں آئے، اور کچھ دنوں کے بعد ایک شاندار مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی، جس کا نام مدرسہ قادریہ غریب نواز رکھا گیا، جس کے نام اپنی زندگی وقف کردی، آپ نے کچھ مہینے مدرسہ امانیہ امان

الخائفین علی پٹی میں بھی درس دیے۔

بیعت و ارادت: شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفی رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

خصوصیتیں: آپ نہایت ہی متقی پرہیزگار صوفی صفت عالم باعمل تھے، آپ کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا زندگی کے ہر گوشہ سنت رسول کے مطابق تھا، ہمیشہ سفر ہو یا حضر اپنی زبان پر تلاوت قرآن جاری رکھتے، علماے کرام بتاتے ہیں، جب آپ اپنے گاؤں سے جنک پور تشریف لاتے، جو تقریبا ۲ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے، آنے اور جانے میں ۱/قرآن ختم فرماتے، رمضان المبارک میں تین جگہ نماز تراویح میں ختم قرآن فرماتے، ایک جنک پور، بیتھا، کبھی مظفر پور، یا پھر جے نگر، اور ایک اپنے گاؤں میں، آپ جب بھی کسی سڑک سے گزرتے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے، جمعہ کے روز سارے لوگوں کو بعد نماز جمعہ مسائل شرعیہ بتاتے، اور لوگوں کی حاجت روائی فرماتے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علما و طلبا سے حد درجہ محبت فرماتے، اپنے اساتذہ کا بہت ادب احترام فرماتے، جب حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مہدیا تشریف لاتے تو آپ ہی کے محلہ کے دالان میں جو آپ کے چچا جان حضرت الٰہی بخش مرحوم و مغفور نے مہمانوں کے لیے بنائے تھے، اسی میں قیام کرتے، آپ سارے کام کاج چھوڑ کر ہمہ وقت اپنے مشفق استاذ کی خدمت میں حاضر رہتے، اساتذہ بھی آپ سے بہت خوش رہتے، ہمیشہ اپنے دعاؤں سے نوازتے، آپ کی دینی خدمات کو سراہتے، بقول علامہ مفتی عبد المنان کلیمی، میرے والد ماجد حضرت حافظ حکیم عبد الشکور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ فرماتے: میں نے اپنی زندگی میں ایسے دو شاگرد بنائے ہیں جس پر مجھے فخر ہے، ان میں سے ایک حافظ عبد الحمید قادری ہیں آپ کا تقویٰ اور حسن اخلاق آپ کے اعمال سے ظاہر ہوتا تھا، آپ ہمیشہ جب تک رہے، جمعہ کی اور عیدین کی امامت آپ ہی کے سپرد تھی، آپ کے انتقال کے بعد آپ کے رفیق خاص، ممتاز العلماء حضور محدث اعظم نیپال علامہ شاہ مفتی کلیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔

وصال پرملال: معمول کے مطابق مدرسہ سے پڑھا کر آرہے تھے، تو اچانک

طبیعت ناساز ہوگئی، اور بگڑتی ہی چلی گئی، تو آپ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا، آپ تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے، اس کے بعد ۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ ۱۷ جون ۱۹۹۷ء میں اہل سنت و جماعت کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تدفین: نماز جنازہ کے لیے اعلان کیا گیا، گاؤں اور اس کے قرب و جوار کے سارے لوگ جمع ہو گئے، کثیر تعداد میں لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے، جس طرف دیکھیے علما ہی علما نظر آرہے تھے، حضور زاہد ملت کے بعد اس علاقے کا سب سے بڑا جنازہ تھا، جس میں لوگوں کا ٹھاٹھے مارتا مجمع ہو، بڑے ہی حسرت سے آپ کو قبر میں اتارا گیا، جنازہ کی نماز استاذ العلماء والفقہاء نقیب الاولیاء پاسبان ملت حضرت علامہ محمد یوسف القادری رضوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پڑھائی، تدفین کے بعد بھی لوگ آتے رہیں آپ کے رفیق خاص بہت ہی غمگین ہو گئے۔

مزار پر انوار: مہدیا بزار سے متّصل چوک سے پچھم قبرستان کی ابتدائی جگہ، مرجع خواص و عوام ہے، ہر سال اہتمام کے ساتھ شرعی طور طریقے سے عرس منایا جاتا ہے، اور پورے گاؤں میں لوگ گھر گھر ایصال ثواب کیا کرتے ہیں، صبح بعد فجر چادر پوشی و گل پوشی ہوتی ہے۔ اللہ آپ کے تربت انور پر رحمت و انوار کی موسلا دھار بارش فرمائے۔

نوٹ: حضرت حمید ملت علیہ الرحمۃ کے تعلق سے یہ مضمون مولانا علاؤالدین صاحب مہدیا نے تحریر فرما کر عنایت فرمایا جن کے ہم بے حد شکر گزار ہیں۔

مناظر اہل سنت مولانا ساجد حسین نوری مصباحی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور تعلیم: آپ کی پیدائش ملک نیپال کی انقلاب آفریں شخصیت زاہد ملت علامہ زاہد حسین قدس سرہ کے گھر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے ولد ماجد حضور زاہد ملت کے حکم پر جامعہ اشرفیہ تشریف لائے اور محنت و مشقت، جدوجہد اور دلجمعی و دلچسپی سے حصول علم کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں سند فراغت و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت تدریس میں مشغول ہوئے اور پہلے دارالعلوم قادریہ غوثیہ، مرغیاچک سیتامڑھی (جو آپ ہی کا قائم کردہ ہے) میں کئی سالوں تک تدریس سے منسلک رہے۔ پھر کشن گنج چلے گئے اور اپنی پوری زندگی وہاں کے لیے وقف کردی۔

کانفرنس و جلسے کا انعقاد: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیامِ سیتامڑھی کے دوران مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت، عقائد و معمولات اہل سنت کی ترسیل و ابلاغ اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقتاً فوقتاً کانفرنس اور جلسوں کا انعقاد بھی کرایا جس کے نتائج بھی علاقہ میں اچھے مرتب ہوئے۔ آپ کے ذریعہ منعقد ہونے والے کانفرنس میں سے ایک مرغیاچک کی سرزمین پر ۲۳، ۲۴/ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ میں منعقد ہونے والا تاریخی کانفرنس ہے جس میں وقت کے اجلہ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ مارہروی، مفتی اعظم ہند حضرت محمد مصطفیٰ رضا خان اور حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہم مدعو تھے۔ اسی موقع سعید پر آپ نے اپنے والد ماجد حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم سے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

مناظرہ: اپنے والد ماجد حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ علیہ الرحمۃ نے بھی دیوبندیوں اور وہابیوں سے مناظرے کیے۔

پہلا مناظرہ: ضلع مدھوبنی کا ایک مشہور شہر "اومگاؤں" میں وہابیوں سے "عقائد اہل سنت" کے موضوع پر کیا اور فتح حاصل کی۔

دوسرا مناظرہ: صوبہ بہار ضلع سیتامڑھی کے مشہور مقام ” مرغیاچک “ میں دیوبندیوں سے ” دیوبندیوں کے پیچھے نماز “ کے موضوع پر ہوا جس میں اہل سنت کو فتح نصیب ہوئی جس کے نتیجہ میں عید گاہ بھی سنیوں کے قبضے میں آگئی۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ضلع مہوتری کے ایک مردم خیز بستی گونرپورہ محلہ نورپورہ میں آباد جناب محمد عرف دکھا میاں کے گھر ۸/ربیع النور ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۴/اکتوبر ۱۹۲۲ء موافق ۲۳/گتے ۱۹۸۹ بکرم سنبت کو بروز جمعرات آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: رسم بسم اللہ خوانی مولوی گودر علی انصاری پھولہٹہ ضلع مہوتری کے ذریعہ ادا کی گئی اور انہیں کے زیر سایہ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا لیکن گاؤں میں ہونے کے سبب آپ کی تعلیم متأثر ہوتی جس کے سبب آپ کے والد نے آپ کو شہرۂ آفاق دینی درس گاہ ”دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین“ علی پٹی بھیج دیا، یہاں ابتدائی اردو اور فارسی کی کتابیں ختم کر کے حنیف ملت کٹیاوی علیہ الرحمہ کی معیت سیتا مڑھی کے مشہور ادارے ”الجامعۃ الاسلامیہ رضاء العلوم“ کنہواں تشریف لائے یہاں فارسی کی معیاری کتابیں ختم کر کے درجہ عربی میں داخلہ ہوا ہی تھا کہ شدید بارش کے سبب علاقہ متأثر ہوا اور پھر آپ کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کسی اور دار العلوم کی طرف رخ نہ کر سکے لیکن آپ اپنی علمی پیاس کتب بینی سے کرتے رہے جس کے سبب آپ کو دینی علوم میں بڑی حد تک معلومات حاصل ہو گئی۔

درس وتدریس: تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد آپ تجارت کی طرف چلے گئے لیکن پیر طریقت حضرت یار محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ترغیب وتحریص پر آپ تجارت کو خیر آباد کہہ کر درس وتدریس سے منسلک ہو گئے اور گاؤں ہی کے کسی جگہ پر علمی شہ پارے لٹانے لگے اور قابل قدر شاگرد یادگار چھوڑے۔

مدرسہ غوثیہ بحر العلوم کا قیام: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک چھوٹی سی جگہ میں بچوں کو علم دین سے آراستہ کرتے لیکن یہ جگہ تنگ پڑ گئی جس کی وجہ سے گاؤں کی ایک خالی کوٹھی کو آپ نے لوگوں کے مشورہ سے حاصل کیا اور اسے ”مدرسہ غوثیہ بحر العلوم“ سے موسوم کر کے ایک دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی اور پھر یہیں سے تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کرنے لگے۔ یہی مدرسہ ابھی ”مدرسہ غوثیہ شمع رضا“ کے نام سے ملک وبیرون ملک مشہور ہے۔

مساجد کی تعمیر: بارگاہ خداوندی میں سجدۂ نیاز ادا کرنے کے لیے آپ علیہ الرحمہ نے مختلف مقامات پر مساجد کی تعمیر کروائی۔ پہلی مسجد جس کی تعمیر و ترقی میں آپ نے خود بھی کام کیا اور اس کی ترقی کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ آپ ہی کے گاؤں میں تعمیر ہونے والی ایک خوبصورت ''نوری مسجد'' ہے۔اس کے علاوہ '' جاوکھ'' کی مسجد بھی آپ ہی کی تحریک پر معرض وجود میں آئی۔

وصال: نیپال جیسی کفرستان میں دین متین کی خدمت انجام دیتے ہوئے آپ علیہ الرحمہ نے اتوار کے دن ۱۲؍ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۸؍ فروری ۱۹۸۹ء کو ۱۲؍ بج کر ۱۵؍ منٹ پر جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

نوٹ: استاذ الاساتذہ کے یہ مختصر حالات مولانا محمد معراج احمد مصباحی کی کتاب ''حیاتِ استاذ الاساتذہ'' سے ماخوذ ہیں۔

حافظ مولانا عبد الشکور فیضی عزیزی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت و تعلیم: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کے مشہور معتمد اور بزرگ شاگردوں میں سے ایک حافظ مولانا عبد الشکور فیضی عزیزی علیہ الرحمہ ہیں جن کی ولادت خاندانی روزنامچہ کے مطابق ۱۹۲۸ء کو ہوئی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ نے حصول علم کا آغاز فرمایا۔ اردو و ناظرہ وغیرہ ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی چچا جناب محمد معین الدین انصاری سے حاصل کی پھر ۹/ سال کی عمر ہوئی تو اپنے بہنوئی حنیف ملت علامہ حنیف قادری علیہ الرحمہ کے ہمراہ بہار کی معروف درس گاہ " دار العلوم فیض الغرباء " آرہ میں داخل ہوئے اور فارسی سے ابتدائی عربی تک تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۴۱ء کو ۱۳/ سال کی عمر میں حنیف ملت علیہ الرحمہ کے ایما پر شمالی بہار اور نیپال کی مثالی درس گاہ " دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین " علی پٹی میں داخل ہوئے اور حضور زاہد ملت اور حافظ عبد الحلیم اندولی کی نگرانی میں حفظ قرآن پاک مکمل فرمایا اور دوبارہ " فیض الغرباء " آرہ تشریف لائے اور عالمیت تک کی تعلیم حاصل کی۔

تدریس: عالمیت تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعطیل کلاں کے موقع پر ۱۹۴۸ء کو آپ اپنے گھر تشریف لائے تو آپ کے استاذ محترم حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین بلا کر تجوید و قرأت، حفظ و ناظرہ اور ابتدائی اردو و عربی کے درجات آپ کے سپرد کر دیے اور اس طرح آپ نے ۱۹۴۸ء کو بحیثیت مدرس اپنی زندگی کا آغاز فرمایا اور ۱۹۴۸ء تا ۱۹۹۵ء مکمل ۴۷/ سال دار العلوم قادریہ میں بحیثیت مدرس اپنی خدمت سے قوم و ملت کو شاد کام کرتے رہے۔

وصال: ۱۹۹۵ء تک آپ خدمت تدریس انجام دیتے رہے لیکن پھر آپ کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہوا اور آپ علیہ الرحمہ براہی ضلع سیتامڑھی اپنے گھر دو سال صاحب فراش رہے اور آخر کار ۷/ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰/ مارچ ۱۹۹۷ء کو سہ شنبہ کی رات اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

فخرِ نیپال مفتی اسرائیل رضوی صاحب قبلہ

ولادت: ملک نیپال کے ایک مردم خیز تاریخی مقام بھمر پورہ ضلع مہوتری میں ۱۹۴۸ء کو مفتی صاحب کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد گاؤں کے دینی مکتب میں اردو و ناظرہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ کے والد بزرگوار حاجی عبدالرحیم برکاتی مرحوم نے علاقہ کے مشہور و معروف دینی درس گاہ دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی میں آپ کا داخلہ کرادیا۔یہاں آپ نے مفتی عبدالمنان کلیمی کے والدگرامی حافظ عبدالشکور صاحب، استاذالحفاظ والعلما زاہد ملت علامہ زاہد حسین اور ممتازالمدرسین حضرت مفتی کلیم الدین رحمۃ اللہ علیہم سے فارسی سے شرح جامی تک اکتساب علم کیا۔اس کے بعد مشفق اساتذہ کے حکم واجازت سے ۱۳۸۶ھ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا سفر کیا اور مکمل پانچ سال حضور حافظ ملت کے زیر تربیت مشاہیر اساتذہ سے حصول علم کیا اور ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں اکابر اہل سنت کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

القاب و آداب: حضرت مفتی صاحب قبلہ کی دینی، علمی، مسلکی خدمات کے سبب علمائے اہل سنت نے آپ کو جن مختلف القاب و آداب سے یاد کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

قاضی القضاۃ، مفتی اعظم نیپال، قائدِ اہل سنت، امین شریعت، تاج الفقہاء، افصح الفصحاء، عمدۃ المحققین، پیر طریقت رہبر شریعت، فخرِ نیپال۔

بیعت وخلافت: اشرفیہ میں آپ کے زمانہ طالب علمی میں ۱۳۸۹ھ کو علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ نے سرزمین سیوان بہار میں بہار صوبائی سنی کانفرنس کرائی جس میں حضور مفتی اعظم ہند کی تشریف آوری ہوئی اسی موقع پر آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا پھر ایک مرتبہ مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب کے ہمراہ خانقاہ مارہرہ مطہرہ آئے جہاں وارث پنجتن حضرت یحیٰ احسن میاں علیہ الرحمہ

کے دست مبارک پر بیعت تبرک حاصل کی اسی موقع پر حضرت یحی احسن میاں نے آپ کو بلا طلب زبانی طور پر یہ فرماتے ہوئے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا کہ: ”یہاں کے بزرگوں ہی کے اشارے پر کسی کو خلافت دی جاتی ہے۔ یہ آپ کی امانت ہے جسے آج آپ کے سپرد کر رہا ہوں“۔ ان کے علاوہ نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا توصیف رضا خان صاحب نے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے۔

تدریس: فراغت ہی کے سال آپ کی علمی، وملی اور تبلیغی قابلیت دیکھ کر حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو سری نگر کشمیر خدمت دین کے لیے بھیجا۔ یہاں ایک سال تک بحسن و خوبی اپنی ذمہ داری نبھائی۔ پھر ۱۹۷۱ء میں اپنے سابق مادر علمی دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین تدریس کے لیے آئے اور اب تک یہیں سے خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف: آپ تصنیف و تالیف کا اچھا ذوق رکھتے ہیں لیکن تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے سبب زیادہ کتابیں قوم کو نہ دے سکے پھر بھی انہیں مصروفیات سے وقت نکال کر جو کتابیں تصنیف فرمائیں اور منظر عام پر آئیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت (۲) مشکل کشا (۳) گلشن علم و ادب (۴) تبرکات کی شرعی حیثیت (۵) احقاقِ حق و ابطال باطل (۶) فتاویٰ فخر نیپال (زیر ترتیب)۔

مناظرہ: آپ کی ذات نے جہاں دیگر میدان میں خدمات انجام دیں وہیں میدان مناظرہ جیسے اہم میدان میں بھی نمایاں کارنامے پیش کیے۔ اب تک آپ نے درج ذیل تین مناظرے کیے۔

(۱) **مناظرہ مجھورا** جو کہ تحریری ہوا جس کا موضوع ”غیر اللہ سے استمداد و استعانت“ تھا۔

(۲) **مناظرہ دربھنگہ** جو مولوی عین الحق سلفی بلکٹوی سے ”تقلید ائمہ“ کے موضوع پر ہوا

(۳) **مناظرہ پرساجو** ”عظمت اولیاء اللہ“ کے موضوع پر ہونا تھا لیکن فریق مخالف سے کوئی بھی مناظرے کے لیے نہ آیا۔

شیر اعلیٰ حضرت مفتی عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ

ولادت: مفتی صاحب کی ولادت خاندانی روزنامچے کے مطابق ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ ۱۸/ فروری ۱۹۵۲ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ لیکن سندوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۲/ جون ۱۹۵۶ء درج ہے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم خاندانی جد کریم جناب محمد معین الدین انصاری اور ان کے برادرِ عزیز جناب محمد زین الدین انصاری نیز گاؤں کے سرکاری مکتب میں ہوئی۔ اس کے بعد اپنے والد ماجد حکیم حافظ عبد الشکور صاحب کے ہمراہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین آئے اور اردو اور ابتدائی فارسی کی تعلیم مکمل کی یہیں آپ کو حضور زاہد ملت سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ پھر آپ کے والد ماجد نے آپ کو ممتاز المدرسین مفتی کلیم الدین علیہ الرحمہ کی درسگاہ علم و فضل میں داخل کر دیا۔ یہاں آپ نے گلستاں و بوستاں سے شرح جامی تک کی تعلیم پوری توجہ و انہماک سے حاصل کی اور ۱۹۶۴ء میں اپنے استاذ کے حکم سے شمالی بہار کی مشہور درسگاہ دار العلوم علیمیہ دامودر پور میں دو سال رہ کر اکتساب علم کیا۔ ۱۹۶۷ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور حضور حافظ ملت کی بافیض بارگاہ میں آئے اور مکمل چھ سال حصول علم دین میں گزارا اور ۱۹/ اگست ۱۹۷۵ء میں تخصص فی العلوم الاسلامیہ تک کی تعلیم حاصل کر کے حضور حافظ ملت کے دست اقدس سے دستار سے نوازے گئے۔

تدریس: سب سے پہلے آپ نے تدریس کا کام جامعہ اشرفیہ میں بحکم حضور حافظ ملت معین المدرسین کی حیثیت سے انجام دیا۔ یہاں سے آپ بحیثیت نائب صدر المدرسین اور نائب شیخ الحدیث، حضور حافظ ملت کے حکم اور محدث کبیر مد ظلہ العالی کی کوشش سے جامعہ شمس العلوم گھوسی آئے اور پانچ چھ سال تک علم و فن کا فیض تقسیم کرتے رہے۔ پھر یکم ستمبر ۱۹۸۱ء کو دار العلوم ضیاء العلوم خیر آباد بحیثیت صدر المدرسین رونق افروز ہوئے۔ ۱۹۸۴ء کو یہاں سے مستعفی ہو کر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم سے دار العلوم غوث اعظم، پوربندر گجرات آئے لیکن علمی ماحول کی کمی کے باعث صرف دو ماہ کے بعد جامعہ

فاروقیہ، بھوج پور/۶ نومبر ۱۹۸۵ء کو مسند تدریس پر متمکّن ہوئے اور ۱۹۸۹ء کو بحیثیت سربراہ اعلیٰ جامعہ اکرم العلوم مرادآباد تشریف لائے اور وہیں کے ہو گئے۔

تصنیفی و اشاعتی خدمات: گھوسی کے زمانہ تدریس میں آپ نے ''دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی'' کے نام سے ایک تصنیفی و اشاعتی ادارہ قائم فرمایا جس کی زیر نگرانی حضور صدر الشریعہ کی حیات و خدمات پر پہلا سیمینار ۱۹۷۹ء میں بنام '' صدر الشریعہ سیمینار'' کا انعقاد فرمایا اور اسی سیمینار میں پیش کیے گئے مقالات کو مزید اضافے کے ساتھ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے '' صدر الشریعہ نمبر'' کے نام سے شائع کیا اور اسی ادارہ کے تحت ''فتاوی امجدیہ'' کی ترتیب و تدوین اور نقل و اشاعت آپ ہی کی زیر نگرانی ہوئی۔ نیز اسی دور میں '' کافر کون؟'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ پھر زمانہ تدریس خیرآباد میں بھی ایک ادارہ '' روضۃ المعارف خیرآباد'' قائم کیا جس کے تحت آپ کی مذکورہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ علاوہ ازیں اسی ادارہ کے تحت ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری اور قائد انقلاب علامہ فضل حق خیرآبادی علیہما الرحمہ کی کتاب بالترتیب '' تنویر السراج فی بیان المعراج'' اور ''تحقیق الفتویٰ'' منظر عام پر آئی۔

مناظرہ: احقاق حق و ابطال باطل کے جذبۂ صادق کے تحت آپ نے فرقہ باطلہ سے کئی مناظرے کیے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) مناظرہ جے نگر جس میں مولوی حفظ الرحمٰن مدرس مدرسہ عظمتیہ کٹیہار سے '' مسئلہ امکان کذب'' پر مناظرہ ہونا تھا لیکن دیوبندی مناظر حاضر نہ ہوا۔

(۲) مناظرہ پریہار، بہار جس میں مولوی عبد السمیع فاضل دیوبند سے '' سلام و قیام'' پر مناظرہ ہوا اور بحث و مباحثہ کے بعد دیوبندی مولوی کو شکست فاش کا سامنا ہوا۔

(۳) مناظرہ مرادآباد جس میں آپ اور مولوی انظر شاہ کشمیری ولد انور شاہ کشمیری کے درمیان '' علمائے دیوبند کی تکفیر ان کی تصنیفات کی روشنی میں'' کے موضوع پر ہوا۔ اس مناظرہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو فتح و کامرانی کا تحفہ ملا۔

ان کے علاوہ اٹارسی، بنگلور ضلع چتور، اے پی اور کشمیر میں بھی آپ نے مناظرے کیے۔

قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ

ولادت: مفتی صاحب قبلہ کی ولادت باسعادت مدینۃ العلماء بیلا لادو، پنچایت بندھی وارڈ نمبر ۳، ضلع دھنوشا نیپال کے خاندان حاجی محمد عرف حاجی لوٹن میاں مرحوم کے نواسہ حاجی محمد یٰسین کے دولت خانہ میں ۱۹؍ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت: جب آپ کی عمر مکتب جانے کی ہوئی تو گاؤں ہی میں واقع ''مدرسہ مظہر اسلام'' جانے لگے جہاں آپ نے حافظ محمد عین الحق بردا ہا نیپال سے ابتدائی تعلیم اور مولانا صغیر کنہواں سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ ''دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین'' علی پٹی تشریف لائے اور زاہد ملت علیہ الرحمہ سے ''گلستاں'' اور محدث اعظم نیپال علیہ الرحمہ سے ''بوستاں'' پڑھ کر ''مدرسہ رضویہ شمس العلوم'' باڑا سیتامڑھی داخل ہوئے اور یوسف زلیخا، میزان و منشعب سے ہدایۃ النحو تک تعلیم پائی پھر تکمیل تعلیم کے لیے ''دار العلوم علیمیہ انوار العلوم'' سرکار سرکاہی اور ''دار العلوم تیغیہ'' ماری پور مظفر پور حاضر ہوئے اور فقیہ عصر حضرت علامہ علی احمد جید القادری صاحب کے زیر سایہ تعلیم مکمل کی اور ۱۹۷۲ء میں دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، سرکاہی شریف سے فضیلت کی سند و دستار سے شرفیاب ہوئے۔ نیز بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے فاضل حدیث، فاضل اردو اور فاضل فارسی کی اسناد امتیازی نمبرات سے حاصل کیے ساتھ ہی فاضل حدیث میں آپ کو گولڈ میڈلیسٹ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

بیعت و خلافت: ۱۹۶۸ء میں دوران تعلیم ہی سیوان میں منعقد ہونے والے ''سنی کانفرنس'' میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور صاحب سجادہ فقیہ عصر علامہ علی احمد جید القادری خانقاہِ قادریہ آبادانیہ، سرکاہی شریف، مظفر پور اور مولانا توصیف رضا خان صاحب بریلی شریف نے آپ کو تحریراً و تقریراً خلافت و اجازت عطا فرمائی۔

تدریسی خدمات: آپ بچپن ہی سے ذہین و فطین تھے جس کے سبب آپ کے استاذ محترم فقیہ عصر علامہ علی احمد جید القادری نے آپ کو دوران تعلیم ہی معین المدرس

کے طور پر'' دار العلوم علیمیہ انوار العلوم'' میں تدریس کی ذمہ داری سونپ دی اور بعد فراغت'' دار العلوم تیغیہ'' ماری پور میں منصب تدریس پر مامور ہوئے لیکن ایک سال بعد ہی ۱۹۷۳ء میں'' مدرسہ غریب نواز'' کاکٹ، کٹک اڑیسہ میں بحیثیت صدرالمدرسین آپ کا انتخاب ہوا لیکن یہاں بھی صرف دو ماہ رہے کہ آپ '' مدرسہ انوار العلوم'' کما، سوتیہارا سیتامڑھی تشریف لے آئے اور ۱۹۷۴ء تک اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۵ء میں'' مدرسہ اسلامیہ'' گوپال گنج، بہار خدمت تدریس سے منسلک رہے اور ۱۹۷۷ء میں'' دار العلوم امانیہ امان الخائفین'' علی پٹی نیپال میں درس و تدریس کی ذمہ داری نبھانے کے بعد آپ دوبارہ اپنے مادر علمی'' مدرسہ تیغیہ'' ماری پور تشریف لائے اور ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء ایک طویل مدت تک یہاں علمی ہیرے لٹاتے رہے پھر ۱۹۸۵ء کے اواخر میں'' مدرسہ انوار العلوم'' کما، سوتیہارا تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس دوران آپ ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۸ء'' دار العلوم قادریہ غوثیہ'' مرغیا چک، سیتامڑھی بحیثیت صدر شعبہ افتا حاضر ہو کر اپنی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔

تصنیفی خدمات: آپ کی زندگی کے اکثر لمحات درس و تدریس اور وعظ و خطابت ہی میں صرف ہوئے جس کی وجہ سے آپ مستقل طور پر تصنیف و تالیف کے لیے وقت نہ نکال سکے اور قوم و ملت کو آپ کی ذات سے صرف ایک کتاب'' آئینہ حق نما'' مل سکی۔ ہاں آپ نے دوران تدریس جو فتاویٰ تحریر فرمائے اگر انہیں جمع و ترتیب کی حیات مل جائے تو کم از کم دو ضخیم جلدیں مزید آپ کی تصنیف کی فہرست میں آسکتی ہے۔ اللہ کرے کوئی نیک بخت ان فتاویٰ کو جمع و ترتیب کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لے آئے تاکہ یہ علمی و تحقیقی ذخیرہ محفوظ ہو جائے۔

القاب و آداب: حضرت مفتی صاحب قبلہ کی دینی، علمی، مسلکی اور اصلاحی خدمات کے سبب علمائے اہل سنت نے آپ کو مختلف مقامات پر مختلف القاب و آداب سے یاد کیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

جامع منقولات و معقولات، ماہرِ درسیات، امام النحو، فقیہ النفس، قاضیِ شریعت نیپال،

مصلح قوم وملت۔

دیگر مشغولیت : آپ نے دوران تدریس درس و تدریس کے علاوہ دیگر دینی خدمات بھی انجام دیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کی ایک مختصر فہرست ”تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی“ کے مطابق درج ذیل ہے۔

”ادارہ دار العلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک، سیتامڑھی کی تدریسی خدمات وجواب استفتا، آل نیپال سنی جمیعۃ العلما کی نظامت، ادارہ شرعیہ جنک پور میں دار القضا کی خدمت، حنفیہ جامع مسجد ملحقہ مدرسہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر میں نماز جمعہ کی امامت وخطابت، ہند ونیپال میں تبلیغی اسفار اور موبائل و ٹیلیفون کے ذریعہ آئے ہوئے سوالوں کے جوابات نیز امور خانگی بقدرِ ضرورت“۔ (تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی، ص: ۲۵۰)

نیز فرقہ ضالہ مضلہ وہابیہ دیابنہ نے ریڈیو کے ذریعہ اپنے عقائد کی اشاعت شروع کی تو علماے اہل سنت نے بھی اس کی تردید میں ریڈیو ایف ایم کے ذریعہ عقائد اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت شروع کر دی۔ قاضی شریعت بھی انہیں علماے اہل سنت سے ہیں جنہوں نے ریڈیو پر وہابیہ و دیابنہ کا رد کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

حکیم ملت حضرت مولانا اسمٰعیل حسینی صاحب قبلہ چترویدی

ولادت : حکیم ملت کی ولادت باسعادت شہر جنک پور کے قریب ایک مشہور بستی ''بیلا'' کے ایک مشہور و معروف اور معزز خاندان حاجی محمد عرف لوٹن میاں کے پوتے مولوی حاجی محمد ادریس مرحوم کے گھر 4/اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی۔

اسم گرامی اور نسب : خاندان والوں نے آپ کا نام محمد اسمٰعیل تجویز فرمایا بعد میں پیر طریقت مفسر قرآن حضور سید ظہور الحسین احمد رضوی مدظلہ العالی سے بیعت و ارادت کی نسبت سے ''حسینی'' کا الحاق ہوا۔ نیز آپ نے ہندو مذہب کے چاروں وید کی بھی تعلیم حاصل کی جس کی مناسبت سے ''چترویدی'' بھی آپ کے نام کا حصہ بنا، اس طرح آپ محمد اسمٰعیل حسینی چترویدی کے نام سے ملک اور بیرون ملک جانے پہچانے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ شعروشاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں جس کے لیے آپ اپنے تخلص میں '' آسی'' لکھتے ہیں۔

آپ کا نسب کچھ اس طرح ہے۔ محمد اسمٰعیل حسینی بن محمد ادریس راعین بن مولوی میاں راعین بن حاجی محمد عرف حاجی لوٹن میاں مرحوم۔

تعلیم و تربیت : آپ نے اپنی تعلیم کی ابتدا گاؤں ہی کے مکتب '' مدرسہ مظہر اسلام'' بیلا جنک پور دھام سے کی۔ یہاں آپ نے حافظ عین الحق صاحب اور مولانا صغیر احمد صاحب سے درجہ اطفال کی کتابیں پڑھیں۔ پھر ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم ''مدرسہ رضاء العلوم'' کنہواں ضلع سیتامڑھی میں مولانا حامد رضا اور مولانا منظور مجیبی صاحبان قبلہ سے حاصل کی۔ کسی موقع پر حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ آپ کے گاؤں سرزمین ''بیلا'' تشریف لائیں تو آپ نے زاہد ملت سے سورۂ فیل، سورۂ قریش اور سورۂ فاتحہ پڑھی اور اس طرح آپ کو بھی حضور زاہد ملت کی شاگردی میں داخلہ نصیب ہوا۔ بعد ازاں ''مدرسہ شمس العلوم'' باڑا لہوریا ضلع سیتامڑھی تشریف لائے اور شمس العلما مولانا شمس الحق صاحب قبلہ اور مولانا الیاس صاحب قبلہ سے استفادہ کیا پھر بہار کی مشہور درس گاہ ''دار العلوم علیمیہ

انوار العلوم'' سرکار سرکاہی شریف مظفر پور بہار میں حضرت مفتی محمد عزیز اللہ مظہری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محقق بے مثیل حضرت علامہ علی احمد جید القادری صاحب قبلہ وغیرہ سے درس نظامی کی بعض کتابیں پڑھیں۔ بعدہ آپ اپنا علمی سفر جاری رکھتے ہوئے ''دار العلوم تیغیہ'' رسول آباد سلطان پور یوپی آئے اور حضرت مولانا محمد ایوب القادری صاحب قبلہ سے حصول علم کیا۔ مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے سرزمین الہ آباد یوپی میں خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کی نگرانی میں چل رہے '' دار العلوم غریب نواز'' الہ آباد حاضر ہوئے اور اساتذۂ دارالعلوم سے تحصیل علم کی نیز اس دوران خطیب مشرق علامہ مشتاق نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی علمی استفادہ کیا اور آخر میں آپ کا علمی سفر اہل سنت کے عظیم ادارہ ''جامعہ فاروقیہ عربیہ'' مدن پورہ ریوڑی تالاب بنارس یوپی جاکر اختتام پذیر ہوا۔

بیعت و خلافت: بیعت و ارادت کی دولت آپ کو پیر طریقت مفسر قرآن خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضور سید شاہ ظہور الحسین قادری مد ظلہ العالی جانشین حضور سید شاہ امیر الحق قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سادات پور، راجہ پور، پسیوڑ سیوان بہار کے دست اقدس سے ۲۵/ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ سہ شنبہ کو ملی۔ اور خلافت و اجازت آپ کو چھ خانقاہوں سے ملی اور ہر ایک خلافت ایک پس منظر لیے ہوئے ہے لیکن یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لیے تفصیل سے صرف قلم کرتے ہوئے اختصاراً خلافت کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت علامہ سید شاہ سیف اللہ غوث علی میسوری چرواں شریف۔ چیچاکی ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ نے اپنے دست پاک سے سلسلہ عالیہ سہر وردیہ کی خلافت سے نوازا۔

(۲) ۲۵/ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ کو پیر طریقت صوفی باصفا حضرت حافظ محمد نذیر خان تیغی علیہ الرحمۃ رکسہاں شریف ضلع غازی پور نے کولکاتا کی ایک مشہور بستی ''کھردہ'' میں سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ ابادانیہ فریدیہ تیغیہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔

(۳) حافظ توریت و انجیل حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم چشتی نظامی معروف بہ علامہ قتیل دانا پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی خانقاہ میں اپنے دست مبارک سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ

نقشبندیہ سہروردیہ مداریہ فردوسیہ ابوالعلائیہ نظامیہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

(۴) حضرت خواجہ صوف لیاقت حسین عرف منے میاں علیہ الرحمہ نے ممبئی کی سرزمین پر ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ کو سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ صابریہ نظامیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ رضائیہ حسنیہ عزیزیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔

(۵) حضرت علامہ سید شاہ محمد شرف الدین نیر قادری امجھر شریف ضلع اورنگ آباد بہار، نے اپنی خانقاہ میں سلسلۂ عالیہ قادریہ محمدیہ سے سرفراز فرمایا۔

(۶) حضرت علامہ سید شاہ محمد ظہور الحسین احمد رضوی قادری سادات پور، راجہ پور، پسیوڑ، ضلع سیوان نے سلسلہ عالیہ قادریہ واعظیہ، منظوریہ امیریہ سے نوازا۔

دینی خدمات: آپ نے مختلف اوقات میں مختلف حیثیت سے خدمت دین متین انجام دی۔ بعد فراغت سب سے پہلے آپ نے گوہاٹی کی فینسی بازار مسجد میں امامت فرمائی جہاں دیوبندیوں اور وہابیوں کا بہت زور تھا لیکن مختصر مدت میں آپ نے ان کا خوب تعاقب کیا جس سے خوش ہوکر بانی الجامعۃ الاشرفیہ حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک خط (کاش خط محفوظ ہوتا لیکن افسوس) میں تحریر فرمایا کہ میری کتاب اگر ضرورت پڑے تو اپنے نام سے شائع کر کے دیوبندیوں اور وہابیوں کا جواب دینا، مجھے نام سے نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دین کے کام سے سروکار ہے۔ آپ نے وہاں چندماہ خدمت انجام دی لیکن مسجد کی ٹرسٹی کے سبب آپ نے استعفیٰ دے دیا۔

اس کے بعد دینی خدمت کے جذبہ کے تحت آپ صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع ہزاری باغ تشریف لائے اور یہاں کے ایک دینی ادارہ ”مدرسہ تنویرالاسلام“ میں بحیثیت صدر تقرر ہوا پھر آپ مستعدی اور دلجمعی کے ساتھ مدرسہ کی تعلیمی، تدریسی، تعمیری ترقی میں مصروف عمل ہوگئے اور قلیل مدت میں مدرسہ کو خاطر خواہ ترقی سے ہمکنار بھی فرمایا لیکن کسی مصلحت کے سبب یہاں سے بھی مستعفی ہوکر ہزاری باغ کے محلہ قریشی میں واقع ”مدرسہ غریب نواز“ میں آئے اور اس کی ترقی کی راہ ہموار کرنے میں منہمک ہوگئے۔ اس کے بعد ”مدرسہ فیض

الرضا'' مسجد مومن آباد برواڈیہ جھارکھنڈ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے اور یہاں بھی چند سال خدمت تدریس انجام دے کر اپنے ملک نیپال تشریف لائے اور بیر گنج کی جامع مسجد '' مدینہ جامع مسجد '' بحیثیت امام اپنے فرائض انجام دیے اور آخر میں ۱۹ر ستمبر ۱۹۸۲ء میں ''کھردہ'' کی جامع مسجد میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے اور تاحال یہیں خدمت دین متین میں مصروف ہیں۔

خطابت: آپ ایک اچھے خطیب بھی ہیں جس کے سبب آپ ملک و بیرون ملک تقریر و خطابت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔اللہ کے فضل و کرم سے جہاں بھی گئے منظور نظر بنے۔آپ کی خطابت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ اپنی خطابت میں رد وہابیہ و دیابنہ کے وہ جوہر لٹاتے ہیں جس سے مستفید و مستنیر ہونے والے کوکوئی بھی دیوبندی یا وہابی خواص تو بڑی بات ہے عوام کو بھی اپنے دام تزویر میں نہیں لا سکتا۔چنانچہ چند دیوبندی و وہابی نے آپ کے علاقے ''کھردہ'' میں آکر عوام اہل سنت کو کئی مرتبہ گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی لیکن جب جب ان بد مذہبوں نے کوشش کی اس وقت آپ نے رد دیابنہ و وہابیہ سے لبریز اپنی دل نشین خطابت سے بد مذہبوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے عوام اہل سنت کو حقیقت سے آشنا کیا اور ان کو گمراہی کے دلدل سے بچالیا۔(ماخوذ از اسلام میں تعزیہ اور تعزیہ داری، ص:۲۶۔۳۰)

تصنیف و تالیف: تصنیف و تالیف کے میدان میں اشاعت کے مرحلے سے گزرنے والی کتاب '' اسلام میں تعزیہ اور تعزیہ داری''جو آپ کی پہلی کتاب ہے۔ ورنہ اس سے قبل ایک کتاب اسلام اور ہندو دھرم کے تقابلی مطالعہ پر معرض وجود میں آپ کے قلم سے آ چکی ہے لیکن تشنہ طباعت ہے۔نیز آپ کا نعتیہ مجموعہ '' دیوان آسی '' بھی غیر مطبوعہ ہے اور ایمانِ ابو طالب کے موضوع پر کتاب زیر ترتیب۔

فقیہ عصر حضرت مفتی عثمان مصباحی صاحب قبلہ

ولادت: آپ کی ولادت نیپال کے مشہور شہر جنک پور سے تقریبا ۱۰ کیلو میٹر کے فاصلے پر واقع دھنوشا ضلع کے ایک چھوٹے سے گاؤں کپٹول میں ۱۹۶۰ء میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے برادر کبیر مولانا عیسی برکاتی (مہتمم دار العلوم نوری برکاتی جنک پور وارڈ نمبرا) سے حاصل کی۔ پھر نیپال کی عظیم ہستی حضور زاہد ملت کی بارگاہ میں ”دار العلوم امانیہ امان الخائفین“ علی پٹی تشریف لائے لیکن آپ ابتدائی مرحلے میں تھے اس لیے آپ باقاعدہ حضور زاہد ملت سے حصولِ علم نہ کرسکے البتہ کبھی کبھار ضرور مستفید ہوتے۔ علاوہ ازیں آپ نے جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور میں بھی علمی پیاس بجھائی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آپ نے اہل سنت کی مرکزی درس گاہ ”الجامعۃ الاشرفیہ“ مبارک پور حاضر ہوئے اور ۱۹۸۸ء میں سند فراغت سے نوازے گئے۔

تدریس: بعد فراغت آپ نے ایک لمبے عرصے تک مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں جن کی تفصیل مولانا محمد حسین مصباحی، جے نگری صاحب مفتی صاحب کے مجموعہ شاعری ”نور کا صدقہ“ میں رقم طراز ہیں:

”۱۹۸۸ء میں جامعہ اشرفیہ سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد آپ نے عملی میدان میں قدم رکھتے ہوئے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہندوستان کی جنت نشاں ریاست جموں کشمیر سے ہوا۔جامعہ اسلامیہ غوثیہ کالج میں آپ نے بحیثیت صدر درس وتدریس کی ذمے داری سنبھالی۔چند سال کے بعد ریاست کی ناگفتہ بہ صورت حال کی وجہ سے وطن لوٹ آئے اور یہاں اٹھروا کھریانی میں دارالعلوم گلشن مدینہ کی بنیاد ڈالی۔کچھ عرصے بعد مدھیہ پردیش سے تدریسی عہدے کے لیے دعوت موصول ہوئی تو نیپال کو الوداع کہ کر مدھیہ پردیش کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں دارالعلوم نوری اندور میں آپ نے بحیثیت شیخ الحدیث

ذمہ داری سنبھالی۔لیکن اپنے وطن میں پھیلی ہوئی جہالت اورنا خواندگی پر بھی متفکر تھے۔اس لیے چند سالوں بعد واپس ہو گئے۔اورہندونیپال کے سنگم پر واقع ایک معروف تجارتی قصبہ جے نگر کا انتخاب کیاجو کہ اس خطے کے لوگوں کے لیے کئی اعتبار سے سینٹرل پوائنٹ کی بھی حیثیت رکھتا ہے،اس خطے میں علم دین کی ترویج واشاعت کے لیے آپ نے جے نگر کی جامع مسجد کی امامت کی کمان سنبھالی،اور جامع مسجد سے متّصل ادارہ دارالعلوم نظامیہ برکات العلوم کی نشاۃ ثانیہ کی،اس ادارے میں متعدّد اساتذہ کو مقرر کیا اور کثیر تعداد میں مقامی و بیرونی طلبہ وطالبات کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا۔۱۰/سالوں تک آپ جے نگر میں قوم کے نونہالوں کو زیورتعلیم سے آراستہ کرتے رہے اور عوام کی صلاح و فلاح کی بخوبی ذمے داری نبھاتے رہے۔چند شر پسند عناصر کی فتنہ انگیزی کے سبب جے نگر کو بھی الوداع کہنے پر مجبور ہوئے،بعد ازاں نیپال کے ایک خوبصورت شہر راج بیراج کے ایک دینی ادارہ دارالعلوم غریب نواز میں تشنگان علوم دینیہ کی سیرابی کرنے لگے، تقریبا ۲/سال بعد برادر کبیر مولانا محمد عیسی برکاتی کے حکم پر ان کے ادارے دارالعلوم نوری برکاتی جنک پور آ گئے،اور یہاں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔کچھ عرصہ گزارنے کے بعدشمالی بہار کے تعلیمی مرکز کا حامل شہر دربھنگہ منتقل ہوئے،اور وہاں کی ایک معیاری دینی درسگاہ دارالعلوم فدائیہ خانقاہ سمر قندیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تقرری ہوئی،وہاں بھی آپ حسب معمول درس و تدریس کے ساتھ دارالافتا کی بھی ذمہ داری سنبھالتے رہے۔یہاں آپ کی علمی سرگرمیوں میں ایک اضافہ ہوا۔وہ یہ کہ شعر و شاعری جس سے آپ کا زمانہ طالب علمی ہی سے تعلق تھا مگر افرا تفری کی زندگی کی وجہ یہ تعلق تقریبا ختم ہو گیا تھا ،وہ تعلق دربھنگہ کی ادبی سرزمین سے وابستہ ہونے کے بعدازسرنو استوار ہو گیا،اور نعتیہ اور غزلیہ شاعری کرنے لگے،دربھنگہ کی ادبی اور علمی سرزمین پرعلم دین کی ترویج واشاعت کرتے رہے،لیکن ابتدا سے ہی اپنے علاقے کے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی

ان کی نظروں میں کھٹک رہی تھی،اس لیے اس جانب ان کی نگاہ روز اول سے تھی لیکن وسائل کی کمی کے سبب اس میدان میں ناکام رہے تھے،بالآخر آپ کے عقیدت مندوں اور شاگردوں نے آپ کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں اہم رول ادا کیا۔روزگار کے لیے ملک قطر میں مقیم نیپال کے چند احباب اور شاگردوں کی ایک جماعت نے فیضان مدینہ کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی۔اور اپنی محنت کی کمائی کے ذریعے فنڈ اکٹھا کیا،ادھر مفتی صاحب نے خود خطہ نیپال میں بھی فنڈنگ شروع کی اور اس طرح ایک ادارے کے لیے جنک پور میں زمین حاصل کی گئی،اور جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ کو مدینہ مسجد اور دارالعلوم فیضان مدینہ کے نام سے ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد ڈالا گیا"۔

شاعری : آپ جہاں تک بہترین مدرس و مفتی ہیں وہیں ایک اچھے شاعر بھی ہیں جس پر آپ کا شعری مجموعہ " نور کا صدقہ " روشن دلیل ہے۔ مزید آپ کی شاعری کے تعلق سے مولانا محمد حسین مصباحی لکھتے ہیں:

" آپ فطرتاً شاعر ہیں،آپ نے کسی استاد کی نگرانی یا تربیت میں شاعری نہیں سیکھی ہے ، حقیقت یہ ہے کہ شاعری کسبی شے ہے ہی نہیں،بلکہ یہ وہبی شے ہے جو ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی،طبیعت میں موزونی ہونے کے باعث آپ نے کم عمری میں ہی شعر موزوں کرنا شروع کر دیا تھا،جب آپ جنک پور میں زیر تعلیم تھے تبھی آپ نے شاعری کی ابتدا کی،لیکن ابتداءً صرف نعتیہ اشعار کہا کرتے تھے، اعلی تعلیم کے لیے جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے تو جامعہ کے علمی و تعلیمی ماحول کے ساتھ اس خطے کے ادبی ماحول سے بھی متاثر ہوئے،اور غزل کی طرف بھی مائل ہوئے،لیکن ان کی غزلیں مریضانہ ذہنیت کی نمائندگی کی بجائے ستھرے ذوق اور پاکیزہ افکار کی حامل ہوا کرتی ہیں،جس کا دائرہ شرعی حدود کے اندر ہی ہے"۔

تصنیف : تدریسی خدمات اور گھریلو ذمہ داری نے آپ کو اس طرف متوجہ

ہونے کا موقع نہیں دیا۔ ہاں! آپ نے وقتاً فوقتاً جو فتاویٰ لکھے ہیں اگر انہیں ترتیب دے دیے جائیں تو کم از کم ایک ضخیم جلد مجموعہ فتاویٰ کی شکل میں آپ کی تصنیف میں شامل ہو سکتی ہے۔ خود مفتی صاحب قبلہ نے راقم کو رمضان المبارک میں بتایا کہ میرے فتاویٰ اور ریڈیو پر ہوئے سوالات و جوابات کو ترتیب دے دیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے گی۔

بلبل نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین شرفی صاحب قبلہ

ولادت : بلبلِ نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین صاحب قبلہ کی ولادت ملک نیپال کی ایک عظیم شخصیت حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کے برادر اصغر حاجی ریاست حسین مرحوم کے صاحب زادے حضرت حاجی حافظ شرافت حسین صاحب کے گھر ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت : آپ کے والد محترم ایک بہترین حافظ قرآن ہیں نیز حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ جو آپ کے بڑے دادا تھے اور علمی دولت سے ملک نیپال کو مالا مال کر رہے تھے اس لیے تعلیم کی ابتدا آپ نے اپنے جد محترم حضور زاہد ملت کے سایہ تلے خود ان کے قائم کردہ ادارہ "دار العلوم امانیہ امان الخائفین" میں کی اور یہیں شرح جامی تک تعلیم پائی۔ پھر ایک سال خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف کے مدرسہ میں رہے اور وہاں سے "جامعہ شمس العلوم" گھوسی تشریف لائے اور یہاں آپ نے رابعہ تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دنیا سنیت کی عظیم درس گاہ "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور آئے اور تقریباً تین سال حصول علم کرتے رہے لیکن کسی سبب سے تعلیم کی تکمیل کے لیے آپ اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ ادارہ "دار العلوم منظر اسلام" بریلی شریف حاضر ہوئے اور ۱۹۸۳ء میں حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، ریحان ملت حضرت ریحان رضا خان، حضرت مفتی جہاں گیر صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی موجودگی میں سند دستار و فراغت سے سرفراز ہوئے۔

تدریس : بعد فراغت آپ بارگاہِ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہوئے درس و تدریس کے لیے "انجمن تعلیم الفرقان" خانجی پیر، اودے پور راجستھان پہنچے۔ تقریباً ۹/ سال علمی خدمت انجام دینے کے بعد یادگارِ زاہد ملت علیہ الرحمہ اور مادر علمی "دار العلوم امانیہ امان الخائفین" علی پٹی تشریف لائے اور تا حال یہیں بحیثیت ناظم اعلیٰ خدمتِ تدریس میں منہمک ہیں اور طالبان علوم نبویہ کو علمِ دین سے آراستہ و پیراستہ کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وقتاً فوقتاً علاقہ اور بیرونِ علاقہ بذریعۂ خطابت خدمت دین متین انجام دے رہے ہیں۔

بابِ ہفتم

اعترافِ عظمت

ممتاز العلماء محدث اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علی پٹی کے آسمان پر ایک چاند طلوع ہوا اس سے بہت سے تارے روشن ہوئے۔ ان تاروں میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ روشن میں ہوں۔ ابھی جو بھی علمائے نیپال موجود ہیں ان پر بلاواسطہ یا بالواسطہ حضرت حافظ زاہد حسین علیہ الرحمہ کا احسان ہے۔ (بروایت مفتی محبوب رضا مصباحی بھیونڈی و مفتی شوکت مصباحی جنک پور)

نیز ممتاز العلماء فرماتے: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات بابرکت کو اہل نیپال نے پہچان نہ سکے اور نہ ان کی ذات جیسی عظیم نعمت کی قدر کر پائے۔ بروایت مفتی محبوب رضا بھیونڈی

شیرِ اعلیٰ حضرت علامہ عبد المنان کلیمی مدظلہ العالی

مفتی شہر مرادآباد و بانی اسلامیہ کلیمیہ یونیورسٹی، ملت نگر براہی، سیتامڑھی بہار

آج ملک نیپال خاص طور پر خطہ ترائی میں اسلام و سنت کی جو بہاریں نظر آرہی ہیں وہ حضرت زاہد ملت کی مرہونِ منت ہے۔ حضرت زاہد ملت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ رحیم بخش آروی قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ صوبہ بہار و نیپال کی مشہور قدیمی و معیاری درس گاہ جامعہ فیض الغربا آرہ بہار کے فارغ التحصیل تھے آپ بعد فراغت سے اپنی زندگی کے آخری ایام تک کم و بیش ۵۰ / سال درس و تدریس، تعلیم و تعلم، تصوف و طریقت اور اصلاح عقائد و اعمال میں مصروف عمل رہے۔ ان کے مشاہیر تلامذہ میں بہار و نیپال کی مشہور شخصیات شامل ہیں۔ خاص طور پر ان کے صاحب زادۂ والا تبار علامہ مفتی ساجد حسین صاحب رضوی مصباحی علیہ الرحمہ، پاسبانِ ملت علامہ یوسف رضوی علیہ الرحمہ، والد بزرگوار استاذ الحفاظ حکیم عبد الشکور صاحب عزیزی علیہ الرحمہ، غزالی دوراں محدث نیپال حضرت مولانا مفتی محمد کلیم الدین رضوی علیہ الرحمہ، شیر نیپال مولانا جیش محمد صدیقی، فخر نیپال علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی قاضی شریعت علامہ مفتی محمد عثمان صاحب رضوی، علامہ مفتی عبد العزیز صاحب اور خود راقم عبد المنان کلیمی وغیرہ شامل ہیں۔

حکیم ملت پیر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد اسمٰعیل حسینی چترویدی صاحب قبلہ
خطیب وامام کھردہ جامع مسجد، کولکاتا/۱۱۷

اس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کی ذات سراپا رحمت وبرکت والی ذات تھی ۔ آپ اعلیٰ قدر کے مالک تھے ، اخلاق کریمانہ تھا ، رحم دل اور مزاج شریفانہ تھا۔ حق و باطل میں فرق رکھتے تھے ، ہمیشہ حق گفتار ، حق کردار رہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زاہد ملت مقبول ومحبوب تھے ۔ آپ کی بارگاہ میں عوام وخواص کا ہمیشہ ازدحام ہوتا۔ ہر ایک کا خیال رکھتے تھے ، ہر ایک کے دکھ درد میں شامل رہتے ۔ سفر ہو یا حضر درس وتدریس اور تعلیم تعلم کا سلسلہ جاری رکھتے ۔ شریعت مطہرہ اور سنت مبارکہ کے سختی سے پابند تھے ۔ سفر وحضر میں آپ کی نماز قضا ہوتے نہیں دیکھی گئ۔ نماز شروع کرنے کے بعد جب تک سنت ونفل ودیگر اوراد ووظایف مکمل نہ فرمالیتے جاے نماز سے نہ ہٹتے ۔ ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت زبان پر جاری رہتی ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآل نبی وپنجتن پاک و پیران عظام سے سچی عقیدت ومحبت رکھتے ۔ سید الشہدا وشہیدان کربلا کی جب یاد آتی تو مغموم ہو جایا کرتے ۔

علم دوست ، علما نواز اور اصاغر پرور تھے ۔ مزاج ولباس میں سادگی پسند تھے ۔ عوام و خواص کو اچھی اچھی باتوں کی تلقین فرماتے تھے ، سنیت کا درد رکھتے تھے اور باطل سے نفرت رکھتے تھے ، حق بولنے کہنے میں کسی سے خوف نہ کھاتے تھے ،، صبر کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے ، دور ونزدیک گاؤں سے جو کوئی بھی ملنے آتے یا بلانے آتے تو آپ کبھی انکار نہیں کرتے تھے ۔ قوم اور دین کا درد دل میں ہمیشہ رکھتے تھے ۔ جب کبھی کوئی پریشان حال فریاد کرتا تو اس کی فریاد پر لبیک کہتے اور اسے حل کرنے کی کوشش کرتے ۔

حقیر راقم الحروف کو بھی حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کی مبارک زندگی سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ حضور زاہد ملت کی زندگی کی جو باتیں میرے مشاہدے میں آئیں ان میں سے کچھ اپنی یادداشت کے مطابق سپر قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

لکھوری گاؤں: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ بیلا وارڈ نمبر ۳ میں مدرسہ مظہر اسلام میں تشریف فرما تھے۔ بعد نماز فجر صبح کے وقت حاجی محمد موضع صاحب مرحوم و مغفور کے ہمراہ دو شخص آئے اور حضور زاہد ملت سے عرض گزار ہوئے کہ ہمارے گاؤں میں تین چار گھروں کے اندر کافی حیرانی و پریشانی رہتی ہے، اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے لہٰذا آپ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اسے حل فرما دیجیے۔ کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہی اس کے بعد آپ نے فرمایا: ان تین چار گھروں میں بتوں کی پرستش ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ پریشانیاں ہیں۔ وہاں جانا ہوگا اور ان بتوں کو ہمیشہ کے لیے گھروں سے ہٹانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور نبی کریم ﷺ کا کرم ہوا اور پنجتن پاک کا صدقہ رہا تو ہمیشہ کے لیے امن و امان اور سکون و چین مل جائے گا۔ لوگوں کے عرض کرنے پر وہاں جانے کے لیے آپ راضی ہو گئے۔ اور کل ہو کر لکھوری گاؤں پہنچ گئے۔ جو شخص حاجی صاحب کے ساتھ آیا تھا وہ حاجی صاحب کے ملنے والوں میں تھا۔ انہیں کے گھر حضور زاہد ملت کا قیام ہوا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان تین چار گھروں کے بتوں والی پیڑھی کو اکھاڑ کر گاؤں سے دور پھکوا دیا اور اس جگہ پر آیت قرآنیہ کی تلاوت فرما کر پانی میں دم کر کے چھڑکنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا: آج کے بعد سے ان شاء اللہ شیطانوں کی طرف سے کوئی بھی شیطانی حرکت نہ آئے گی اور نہ ہوگی۔ بفضلہ تعالیٰ آج تک پھر دوبارہ شکایت کی خبر نہیں ملی۔ یہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ کا فیضان ہی تھا کہ پھر دوبارہ شکایت نہیں ملی۔ یہ اللہ والوں کی شان ہے۔

ادھیان پور دکھن ٹولہ: یہ وہ ٹولہ ہے جس میں ادھیان پور کی پنچایت گھر اور کچہری تھی اور وہیں مکھیا رہا کرتا تھا۔ اسی ٹولہ میں بیچو مرحوم و مغفور کا گھرانہ تھا اور آج بھی ہے اور راقم الحروف کا نانیہال بھی ہے۔ بیچو مرحوم و مغفور کے ایک لڑکے کا نام محمد اسلام صاحب تھا جو ہمیشہ اس وارڈ کے پنچ (جسے وارڈ سدسیہ کہا جاتا ہے) رہا کرتے تھے اور وہ تاحیات وارڈ سدسیہ رہے۔ میرے ماموں جان محمد اسلام صاحب میرے گاؤں "بیلا" کسی کام سے آئے۔ میرے دادیہالی دالان (جسے برگھرا کہا جاتا تھا) میں حضور زاہد ملت بھی تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ کچھ حضرات بھی جمع تھے جن میں دینی گفتگو ہو رہی تھی۔ درمیان

گفتگو حضور زاہد ملت نے فرمایا: جناب اسلام صاحب ابھی تک آپ نے مدرسہ کے لیے اناج نہیں بھیجا ہے، یاد سے پہنچوا دیجیے گا۔ ابھی یہ جملہ ختم بھی نہ ہو پایا تھا کہ ادھیان پور سے جناب گلاب ماموں تشریف لائے اور کہا: مہن جی (محمد اسلام) مکھیا جی کے گھر میں بہت پریشانی ہے تین چار رات سے گھر کا کوئی فرد سویا نہیں ہے۔ کھانا پینا بھی نہیں کھایا ہے۔ مہن جی نے کہا: کیا ہوا ہے؟ یہ گفتگو حضور زاہد ملت کی موجودگی میں ہو رہی تھی۔ گلاب ماموں نے جواب دیا: جن جنات نے سب کو پریشان کر رکھا ہے، اٹھا پٹک کر رہا ہے، کوئی چین سے نہیں ہے، اوجھا سوکھا بھی پریشان ہیں، کوئی جھاڑ پھونک کارگر نہیں ہے، آپ کی ماں نے ہم کو بھیجا ہے، بیلا جاؤ، مہن جی وہیں اپنی بہن کے یہاں ہیں۔ ان سے کہو: علی پٹی والے بڑے حافظ صاحب سے مل کر کہے کہ کر اس آفت سے چھٹکارا دلائیں۔ حافظ صاحب قرآن پڑھ کر بھگا دیں گے۔ اتفاق سے حضور زاہد ملت وہیں بیٹھے سن رہے تھے، سن کر مسکرانے لگے۔ جناب محمد اسلام ماموں صاحب عرض گزار ہوئے: حضور! کوئی راستہ نکالیں۔ حضور زاہد ملت نے فرمایا: یہ آپ روپی معاملہ نہیں ہے، کوئی اوجھا سوکھا ہے جو شرارت کر رہا ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمیں پھلواری شریف حضور پیر صاحب کے یہاں جانا ہے اور حضرت کو وعدہ بھی کر دیا ہے، خط پہنچ گیا ہوگا۔ حضرت انتظار میں ہوں گے۔ ماموں جان نے عرض کیا: حضور! ہم یہ سب کچھ نہیں جانتے، ہم کو کام چاہیے۔ آپ پھلواری شریف میں رہ کر کیجیے یا یہیں رہ کر کیجیے مگر کرنا آپ ہی کو ہے۔ حضور زاہد ملت خاموش سنتے رہے، ماموں جان بولتے رہے۔ اصرار کرنے پر فرمایا: سرکار پیر مجیب کا کرم ہوگا، میرے پیر کی نگاہ ہوگی، پنجتن کا صدقہ ہوگا تو ان شاء اللہ جانے آنے کا کوئی مسئلہ نہیں جائیے کہ دیکھیے آج سے کسی طرح کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی جو کہ ابھی ہے۔ حضور زاہد ملت کی زبان مبارک سے یہ جملہ کیا نکلا، تیر کا کام کر گیا۔ ٹھیک ایک دو دن بعد خبر آئی کہ حالات ٹھیک ہیں۔ حضور زاہد ملت کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے تو آج کے بعد سے ان شاء اللہ ٹھیک ہی رہے گا۔ یہ ہے اللہ والوں کی پہچان۔

ہرنے گاؤں: یہ اس وقت مدھوبنی ضلع ہرلا کی تھانہ میں ہے۔ یہاں جناب محمد صدیق صاحب مرحوم و مغفور کا مکان ہے۔ آج ان کے صاحب زادگان ہیں اور ان کی ایک بچی کی شادی

بیلا میں میرے دادا ”ڈھول میاں“ کے بڑے صاحب زادے عبد الغفور صاحب کے صاحب زادے محمد امین صاحب سے ہوئی ہے جو خاندانی اعتبار سے میرے بڑے بھائی ہیں۔ وہ صدیق صاحب کہہ رہے تھے کہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمۃ عالم و فاضل ، حافظ و قاری عامل و متقی و پرہیزگار تھے۔ ایسی کوئی ذات میری نظر میں نہیں گزری علاقے کے سبھی حضرات اچھی طرح جانتے ہیں ، میں ہی کیا اپنے بیگانے ہندو و مسلم اور وہابی بھی کہتے ہیں بلکہ وہابی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ وہابی ہوتے تو ہم لوگ سر پر اٹھاکر ان کو گھماتے مگر افسوس کہ وہ سنی حنفی کٹر مسلمان ہیں۔ ان کی زبان میں وہ تاثیر تھی کہ جو فرمادیتے ہوجایا کرتا تھا۔ ہندوستان کے صوبہ شمالی بہار اور نیپال میں ان کا احسان عظیم ہے کہ آج ہر طرف سنی حنفی مسلمان دکھائی دے رہا ہے۔ ورنہ وہابیت و بدمذہبیت کب غالب آجاتی۔ حضور زاہد ملت نے کافی تگ و دو اور محنت و مشقت کی ہے۔ ایک مرتبہ وہ میرے گھر آئے تھے کہ ہرلاکی تھانہ کے بڑے بابو کے گھر سے ایک شخص آیا اور کہا: جناب صدیق صاحب بڑے بابو بہت پریشان ہیں۔ ہفتوں سے چین کی نیند نہیں سوئے ہیں۔ آج انہوں نے ہمیں بھیجا ہے کہ صدیق صاحب سے جاکر کہو چین و سکون کے لیے کوئی انتظام کرے۔ ان کی نظر میں یا ان کی جان پہچان میں کوئی اچھا بھلا مولوی مولانا یا پیر بزرگ ہو تو میرے یہاں لے کر آئیں۔ حضور زاہد ملت وہیں موجود خاموشی سے یہ سب سن رہے تھے۔ بات آئی گئی ختم ہوگئی، دن گزرا رات آئی میرے گھر میلاد کی محفل تھی بہت سارے لوگ محفل میں شریک تھے اور حضور زاہد ملت اللہ و رسول کی باتیں بیان کر رہے تھے کہ اتنے میں ہرلاکی تھانہ کے بڑے بابو کیسے نہ کیسے آگئے اور کہنے لگے: صدیق بھائی! آپ کے یہاں کوئی گرو مہاراج آئے ہیں؟، ہماری ملاقات کرائیں، میں نے محفل میلاد ختم ہونے پر حضور زاہد ملت سے ملوا دیا۔ اس نے اپنی ساری پریشانی بیان کی۔ حضور زاہد ملت خاموش سنتے رہے جب کوئی جواب نہیں دیا تو بڑے بابو اصرار پر اصرار کرنے لگے، کچھ دیر بعد حضور زاہد ملت نے مسکرا کر فرمایا: میں کیا کروں، جائیے سورہ الحمد کی تلاوت کسی سے کروا کر پانی میں دم کر کے پورے گھر میں چھڑک دیجیے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہوگا اور پنجتن پاک کی مہربانی ہوگی تو مسئلہ حل ہوجائے گا اور پریشانی ختم ہوجائے گی۔ بڑے بابو نے زاہد ملت کے حکم کی تعمیل کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمیشہ کے لیے بڑے بابو کی پریشانی دور ہوگئی۔

لوہار پٹی گاؤں: ہمارے پیارے ماموں جناب محمد اسلام مرحوم و مغفور کسی ضرورت سے بیلا آئے تھے پھر علی پٹی ہمارے خسر مکرم جناب حافظ محمد ظہیر الدین صاحب مرحوم و مغفور سے ملنے گئے۔ ان سے ملنے کے بعد حضور زاہد ملت سے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے۔ گفتگو ہوئی اور ہوتی رہی، درمیان گفتگو حضور زاہد ملت نے فرمایا: آپ کے پیارے دوست جناب محمد اسلام منصوری لوہار پٹی والے کا کیا حال ہے؟ بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی ہے، اکثر ملاقات ہوتی تھی لیکن ادھر کچھ دنوں سے نہیں ہو پا رہی ہے۔ جائیے گا تو کہیے گا کہ یاد کر رہے تھے۔ پیارے ماموں جان نے عرض کیا: حافظ صاحب کرم کیجیے، مہربانی کیجیے جب آپ نے یاد کیا ہے تو سنیے وہ حیران و پریشان ہیں، معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے، دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ اور بابا گدا علی علیہ الرحمہ کے صدقے میں ان کو چین و سکون عطا فرمائے میں نے سوچا تھا کہ آپ سے عرض کروں گا مگر آپ نے خود ہی یاد فرمالیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسلام صاحب گھبرائیے نہیں، صبر کیجیے، آج نہیں تو کل ضرور ان کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ پیارے ماموں جان نے ضد پر ضد کرنا شروع کر دیا کہ ابھی دعا کیجیے آپ اللہ کے مقبول اور محبوب ہیں میرا یقین ہے آپ دعا فرمائیں گے تو ضرور اللہ تعالیٰ اپنے اچھوں کے صدقے میں آپ کی دعا سے ابھی ابھی ان کو خیر و عافیت عطا فرمائے گا۔ بہت ہو گیا کب تک مصیبت میں رہیں گے۔ ماموں جان کے اصرار پر حضور زاہد ملت کو جلال آگیا۔ فرمانے لگے: کچھ نہیں ہوا ہے، سب ٹھیک ہے۔ فضل خدا سے سب بہتر ہے اور بہتر از بہتر ہی رہے گا۔ پھر ماموں جان بیلا آئے۔ ایک دو روز بعد ماموں جان ادھیان پور جانے کے لیے نکلے تو ان کے دوست جناب محمد اسلام منصوری بیلا میں نظر آئے۔ اتنے میں منصوری صاحب بولے: دوست! معلوم ہوا کہ آپ بیلا میں ہیں تو میں بھی بیلا آگیا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا، گدا علی بابا کی نگاہ ہو گئی، حافظ صاحب کی توجہ خاص ہو گئی۔ ماموں جان نے کہا: کیا ہوا دوست؟ جواب دیا پرسوں کی رات آپ اور زاہد ملت میرے گھر آئے تھے گھوم گھوم کر پورے گھر آنگن میں دعا کی۔ اب ٹھیک ٹھاک ہے۔ اللہ والے کی بات ہی کیا ہے؟

فقیر قادری چشتی ابو العلائی محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی)

خطیب و امام کھردہ جامع مسجد کولکاتا/۱۱۷

قائد اہل سنت فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل قادری رضوی مدظلہ العالی

صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف،

استاذ العلماء حضرت العلام الحاج الشاہ مولانا وحافظ محمد زاہد حسین صاحب قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی ولادت ملک نیپال کے اس علاقے میں سرزمین علی پٹی شریف میں آج سے تقریباً سو سال قبل ایک دیندار و زمیندار گھرانے میں ہوئی تھی ۔ یہ وہ دور تھا کہ علاقے میں مسلمان نام کے لوگ تو ضرور بستے اور رہتے تھے مگر غیر مسلموں کے ساتھ گھال میل اور اسلامی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے غیر مسلمانہ رسم ورواج، اخلاق وعادات رفتار وگفتار اور پرب و تہوار کے خوگر وعادی علاقہ کی اکثر بستیوں میں اکثر مسلمان کہلانے والے لوگ تھے ۔ حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار جو ایک سادہ لوح، پابند شرع، صوفی باصفا دینی حمیت رکھنے والی ذات اور قاضی صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھے ۔ انہوں نے اپنے اس فرزند ارجمند کو ابتدائی تعلیم سے مزین کر کے مزید حصول تعلیم کی غرض سے صوبہ بہار کی مشہور و معروف درس گاہِ اہل سنت ، مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان مدرسہ فیض الغربا، آرہ ضلع بھوج پور جو سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا رحیم بخش آروی کا قائم کردہ ہے ، اس میں داخل کر دیا۔ آپ نہایت محنت و مشقت کے ساتھ مصروف تعلیم ہو گئے ، چوں کہ آپ کی ولادت ایک دیندار گھرانے میں ہوئی تھی اس لیے دین داری، تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر موجود تھی ؎

بالائے سرش زہوشمندی   فی تافت ستارۂ بلندی

حتیٰ کہ حصول تعلیم ہی کے زمانے سے بڑی سختی سے نماز تہجد کے پابند تھے ، اگر کسی رات کثرت مطالعہ کی وجہ سے سونے میں تاخیر ہو جاتی اور نماز تہجد قضا ہو جاتی تو روتے ، اظہار افسوس کرتے اور اپنے نفس کو سزا دینے کی نیت سے چند شام کا کھانا تناول کرنا ترک کر دیتے۔ بعد میں تو نماز چاشت ، اشراق ، اوابین اور دیگر اوراد و وظائف سفر و حضر میں آپ کے لیے جزء لاینفک بن گئے تھے۔

حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب حفظ و فضیلت کی دستار لے کر اپنے وطن مالوف علی پٹی شریف تشریف لائے تو دینی حمیت (جو آپ کو اپنے والد بزرگوار سے وراثتاً ملی تھی) کے پیش نظر علاقہ کے چند معزز حجاج کے تعاون سے اپنے وطن ہی میں ایک دینی درس گاہ بنام مصباح المسلمین قائم فرما کر دینی علوم کی تدریس کا آغاز فرما دیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد درجنوں حفاظ کرام اور علمائے عظام کا ایک زبردست قافلہ تیار فرما دیا۔ ان حفاظ کی کثرت اور جھرمٹ میں آپ کو ممتاز کرنے کے لیے علاقہ کے ذی شعور لوگوں نے آپ کو" بڑے حافظ صاحب" کے لقب سے یاد کرنا شروع کیا اور علاقہ میں اس نام سے اس قدر مشہور ہوئے کہ بہت سارے لوگ آپ کے اصل نام کو بھول گئے اور اسی کو اصل نام تصور کرنے لگے۔ چونکہ بچپن سے ہی آپ کی ذات میں پرہیز گاری، تقویٰ شعاری اور احکام اسلام کی پاسداری و پابندی موجود تھی اس لیے آپ کے شاگردان علمائے اہل سنت جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں، آپ کے وصال کے بعد آپ کو" زاہد ملت" کہنے لگے۔ اس طرح آپ اپنی حیات میں "بڑے حافظ صاحب" کے نام سے مشہور رہے اور بعد وصال" زاہد ملت" کے نام سے مشہور ہوئے۔

غرض کہ حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ جب فارغ التحصیل ہو کر علاقہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے دین کا کام بذریعہ تدریس شروع فرما دیا اور مسلمانوں کے دینی معاملات میں زبوں حالی کے پیش نظر علاقہ میں پاپیادہ تبلیغی دورہ شروع کیا تو بہت ساری بستیوں میں بہت سارے گھروں سے پیڑی اکھاڑ پھینکا اور اسلامی اعتبار سے زبوں حالی میں مبتلا مسلمانوں کو خوش حالی میں تبدیل فرمایا یعنی ان نام نہاد مسلمانوں کو پکا سچا سنی صحیح العقیدہ مسلمان بنایا اور اسلامی زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں گزارنے کا شعور عطا کیا اور معمولات اہل سنت کا عامل بنایا جس کا ثمرہ یہ ہے کہ آج علاقہ میں سنیت کا باغ و بہار اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار موجود ہیں۔ معاذ اللہ رب العالمین اگر ان کے اندر عقیدتاً کچھ گڑبڑی ہوتی جیسا کہ ان کے باغیوں کا کہنا ہے تو آج یہ علاقہ اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبرداروں کا نہیں ہوتا کیوں کہ" کل اناء یترشح بما فیه" ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ (ماخوذ از تقریظ کتاب ہذا)

قاضی شریعت نیپال حضرت مفتی محمد عثمان قادری رضوی مدظلہ العالی

مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ و شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور، نیپال

دنیا ایک مسافر خانہ ہے، جہاں ہر روز کچھ لوگ آتے ہیں تو کچھ جاتے ہیں، آج بھی یہ سلسلہ جاری و ساری ہے، آنے والے آتے ہیں، حیات مستعار کے چند ایام احباب و اغیار کے درمیان خوشی و غم کے سایے میں گزارتے ہیں اور پھر کسی گوشۂ گم نامی میں روپوش ہو جاتے ہیں، وہ اپنے دل میں کسی کو یاد رکھنے کا احساس دلا پاتے ہیں، نہ لوگوں کے دلوں میں ان کی یاد باقی رہتی ہے مگر فراموش کرنے کرانے کے گرد گھومتی اس دنیامیں کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی کو فراموش کرتے ہیں نہ وہ وہ فراموش کیے جاتے ہیں، لوگ انھیں مختلف حالات و مقامات میں یاد کرتے ہیں اور وہ بھی لوگوں کی حاجت روائی کے ذریعہ اپنے وجود کا احساس دلاتے رہتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں ان کی صورت نقش ہوتی ہے، ان کی یاد کی شمع روشن رہتی ہے، ان کے انمٹ نقوش کی دیپ جلتی رہتی ہے۔ ایسے کچھ افراد و شخصیات میں، جن کی قبر پر انوار پر فراموشی کی گرد تک نہیں پڑتی، ایک نام استاذ العلماء نیپال کے معلم اول حضرت علامہ و مولانا محمد زاہد حسین قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیپال میں اہل اسلام کے میر کارواں تھے، معرفت الٰہی، عشق مصطفی، خلوص نیت، جہد مسلسل، عمل پیہم، نگہ بلند، سخن دل نواز، علم و عمل، زہد و تقوی، بلند اخلاق آپ کا رخت سفر تھے۔ دنیاوی جاہ و حشم، ریا و تصنع سے پاک تھے۔ علم سے دور افتادہ نیپال کے علاقہ ترائی میں توفیق الٰہی سے جس طرح آپ نے اسلام اور تعلیمات اسلام کی تبلیغ و ترسیل فرمائی اور اس راہ میں آنے والی مشکلات اور صعوبتوں کو ہنس کر قبول کیا، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرنے کے لیے آپ نے ایک مدرسہ کا قیام عمل میں لایا، آپ کے خلوص نے عروج تک پہنچایا، طلبہ جوق در جوق آنے لگے، اس کی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام ہوا، اسلام کی حفاظت کے لیے فوج تیار ہونے لگی، رفتہ رفتہ آپ کے اس قلعہ سے تربیت یافتہ ٹیم نکلنی شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے علم سے دور علاقے میں

علم کی روشنی پھیلی، علم کا ذوق بڑھا، اسلام کو سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوا اور لوگوں کی اصلاح و تربیت کا سامان ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن علاقوں میں تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، جن حالات میں اسلام کی نشر و اشاعت کی، آج تصور آتے ہی سوچ بھی اس سوچ میں پڑ جاتی ہے کہ بھلا کیسا جنون تھا، کیسی دیوانگی تھی، نہ جان کا خوف نہ مال کی پرواہ، نہ مصیبتوں اور کلفتوں سے گھبراہٹ۔ بس فکر تھی تو اس بات کی کہ لوگ اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ ہوں، ان تعلیمات پر عمل کریں۔ چناں چہ اس کام کے لیے تبلیغی دوروں کا آغاز کیا، تیز دھوپ ہو کہ نیپال کی سخت ٹھنڈک رضائے الٰہی کے لیے پاپیادہ ہی نکل پڑے، مختلف علاقوں میں پہنچے، مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ گھروں میں بت رکھ کر پوجا کرتے تھے ،آپ نے خدائے وحدہ لاشریک کا عرفان دیا، بتوں کو گھروں سے نکلوایا، اپنے مزعومہ خوف و ہراس کی وجہ سے لوگ نہیں نکالتے تو خود بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے بت کو توڑتے اور پھینک دیتے۔ پاسبان ملت علامہ یوسف صاحب بلاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ دیوبندیوں اور اہل حدیث کے خلاف مناظرہ میں شرکت بھی کی اور مناظرے بھی کیے۔

زہد و تقویٰ اور عمل کا یہ عالم تھا کہ اکثر اوقات باوضو رہتے، نمازوں کی پابندی کرتے اور دوسروں کو ترغیب دیتے، سفر ہو یا حضر نمازیں قضا نہ ہوتیں، ناچیز راقم کو بھی حضرت والا کے ساتھ سفر کا مواقع ملے، یہی مشاہدہ رہا کہ آپ اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، نماز کا وقت آتے ہی فوراً نماز کی ادئیگی کی صورت بناتے اور ممکنہ کوشش یہی ہوتی کہ باجماعت نماز ادا کی جائے۔ غرض یہ کہ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار، سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آئینہ دار تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم و حکمت، تقویٰ و طہارت، متانت و سنجیدگی، حیا و سادگی کے پیکر جمیل تھے۔

زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق یہ چند سطریں لکھنا میرے لیے بہت بڑی سعادت مندی کی بات ہے، جو کہ خدا کی عطا ہے۔ مذکورہ بالا باتیں ناچیز نے اس لیے نہیں لکھیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے استاذ ہیں بلکہ اللہ کے ایک ولی کامل ہیں، نیز یہ باتیں مبالغہ بھی نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہیں۔

فقیر محمد عثمان الرضوی القادری

خادم الافتاء والقضاء ادارۂ شرعیہ جنک پور و التدریس مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور، نیپال

فقیہ عصر حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی صاحب قبلہ

مفتیِ دار الافتا و القضا دار العلوم فیضان مدینہ جنکپور ۱۶/

عزیز گرامی حضرت مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی صاحب نے مجھ سے حضرت والا درجت حافظ و قاری عالم و فاضل حضرت حافظ زاہد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے تاثر قلم بند کرنے کو کہا ہے۔

میں ان کی حیات کا شباب نہ دیکھ سکا تھا البتہ پیرانہ سالی کے چند جلوے اور چند حقائق میرے لوح دل پر آج بھی نقش ہیں۔ ان کے ''مدرسہ امانیہ امان الخائفین''میں چند ماہ رہنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ ان دنوں میری عمر چھوٹی تھی، قرآن شریف اور اردو کی کوئی کتاب پڑھتا تھا۔ حافظ صاحب قبلہ کو دیکھتا تھا کہ نماز کی ایسی پابندی فرماتے کہ گویا نماز ان کی روح کی غذا بن چکی تھی۔ بعد نماز فجر مسجد سے نکلتے نہیں جب تک چاشت کی نہیں پڑھ لیتے، ہر وقت زبان پر تسبیحیں رہتیں۔ کتنے پرانے لوگوں سے میں نے سنا علاقہ کے گاؤں گاؤں جاکر لوگوں کو اسلام سیکھاتے، کئی لوگوں نے تو ان کی بت شکنی کے چشم دید واقعات سنائے۔

لباس سادہ اور مطابق سنت ہوتا تھا، طبیعت میں حد درجہ تواضع جو ان کی اداؤں سے مترشح تھا۔ اچھا مدرسہ چلاتے تھے، بڑے بڑے طلبہ اونچی تعلیم ان سے لیتے تھے، رئیس الاساتذہ اور کثیر التلامذۃ تھے۔ علاقہ کے اکثر جلسوں میں ان کی صدارت یا سرپرستی ہوتی تھی، تمام سنی علما بڑے چھوٹے ان کا احترام کرتے تھے۔ زہد و ورع سے لبریز چہرہ ہمیشہ تاباں و درخشاں اور خوف الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتا تھا۔ غرضیکہ میں نے تو کوئی خرابی دیکھی ہی نہیں۔ بعد انتقال ان کے بعض باتوں کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف فتاویٰ منگوائے گئے پھر موافقین کی طرف سے فتاویٰ منگوائے گئے۔ اور اس طرح ان کی صاف و شفاف شخصیت کو غبار آلود، متنازع فیہ اور مشتبہ بنا دیا گیا لیکن میرا یقین کہتا ہے کہ رب کی بارگاہ میں وہ بے غبار اور صاحب وجاہت ہیں۔

عظیم شخصیات کو مشتبہ، متنازع فیہ اور متہم کر دینے کا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔ چند

اشارے کرتا ہوں:

(۱) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غلط فہمی کی بنا پر امام المحدثین خطیب بغدادی نے غلط فتویٰ دے دیا۔

(۲) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی جو شیخ اکبر سے معروف ہیں اور جن کی بلندی مقامات کے اکابر علما اور اولیاے امت مقر ہیں ان پر بھی ان کے بعض ہم عصر علما نے فتوی کفر دے دیا حتیٰ کہ علامہ ملا علی قاری مکی نے اپنی کتاب شرح شفا میں ان کو قرامطہ اور نصاریٰ سے زائد نجس لکھ دیا۔

(۳) امام حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امام بقائی نے کفر کا فتویٰ لگا دیا اور قاضی عیاض نے شفا میں ان کو بد مذہب اور گمراہ کہا۔

(۴) علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ان کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی کی ایک عبارت پر بعض علما مثلاً امام ابن الہمام وغیرہ نے حکم کفر لگایا کہ اس عبارت سے قرآن کی توہین نکلتی ہے۔

(۵) حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر چار سو علماے بغداد نے ان کے مشہور قول ”انا الحق“ پر کفر کا فتویٰ دیا۔

(۶) حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی پر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کفر کا فتویٰ دیا۔

(۷) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بد مذہبی اور گمراہی کا الزام لگایا گیا اور بد نام کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہاں تک کہ آپ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ لوگوں نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ الٰہی میرے لیے زمین تنگ ہوگئی۔ چناں چہ اسی روز عید کی شب واصل بحق ہوگئے۔

اسی طرح تلاش و جستجو سے اور بھی منور نام مل جائیں گے جن کی تابانیوں کو شمس و قمر کی تابانیاں لاکھوں سلام کرتی ہیں اور جن کے نام آج ہم کسی مسئلہ کی صحت کے لیے بطور سند پیش کرتے ہیں ان کی بھی تضلیل و تفسیق حتیٰ کہ تکفیر کی گئی مگر امت کے جمہور اہل علم اور عامۃ المسلمین نے ان کی تضلیلی، تفسیقی اور تکفیری فتاویٰ کو نہ قبول کیا اور نہ ان پر عمل کیا بلکہ حضرت سیدنا امام اعظم کے متوسلین و معتقدین نے ایک رسالہ ”السھم المصیب فی کید الخطیب“ لکھ کر خطیب بغدادی کے فتویٰ کو رد کر دیا۔ حضرت شیخ اکبر پر لگائے گئے فتوئ کفر کو محققین علما نے مفتیوں کی کم فہمی پر محمول کیا اور فتویٰ کو ناقابل عمل ٹھہرایا۔ حضرت امام غزالی پر لگائے گئے فتوئ کفر کو بھی ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا۔ علامہ سعد الدین تفتازانی کی عبارت کی صحیح تاویل کر کے فتوئ کفر کو ناقابل عمل ٹھہرایا گیا۔ حضرت منصور حلاج پر چار سو

علماے بغداد کا فتویٔ کفر بھی قابل قبول وعمل نہ رہ سکا؛امام غزالی نے ” مشکوٰۃ الانوار “ میں اس کی وضاحت فرمائی اور ان کا ولی کامل ہونا ثابت کیا بلکہ سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کو ولی مانا ہے ۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی اورامام بخاری کے خلاف لگائے گئے فتاویٰ کا بھی حال ہوا، امت نے ان فتاویٰ کو بالکل قبول نہ کیا۔

آمدم بر سر مطلب حافظ صاحب قبلہ بے شک زہد وورع کے پیکر، تواضع کے خوگر، حق بیں وحق نگر اور بحر شریعت وطریقت کے شناور تھے ؛ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دے ۔ ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین باد۔

رہ گیا فیصل بورڈ کا ان کو مشتبہ ومتہم کہنا تو کوئی عجوبہ نہیں، کسی بھی مہتم بالشان شخصیت کو مشتبہ ومتہم بنانا ہو تو دو طرح کی متضاد باتیں دار الافتا میں بھیج دیجیے دار الافتا اس کو مشتبہ ومتہم بنا ڈالے گا مگر جو لوگ اس شخصیت کے بارے میں دارالافتا کے مفتی سے زیادہ علم رکھتے ہیں ان کے لیے وہ فتویٰ نہیں ہوگا۔

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حافظ صاحب قبلہ کے بارے میں جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے اس میں کسی گروپ کی مخالفت یا موافقت کا کوئی جذبہ کار فرما نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی دل آزاری یا دل برآری کی بات ۔ میں نے صرف وہی لکھا ہے جو میرے علم اور میرے ایمان وایقان نے مجھے بتایا ورنہ حال تو یہ ہے کہ حافظ صاحب قبلہ کے وارثین ومعتقدین مجھے ترچھی نظر ہی دیکھتے ہیں اور جو ان کے مخالفین ہیں ان کی آنکھوں میں تو کانٹوں کی طرح پہلے ہی سے ہوں ۔ ان دونوں گروپ میں سے کسی کی رضا جوئی مجھے مقصود نہیں بس رب کی رضا چاہیے اور کچھ نہیں ۔

محمد عثمان برکاتی (قاضی نیپال)

خادم دار الافتا والقضا دار العلوم فیضان مدینہ جنک پور/۱۶

۲۰/ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ

بلبلِ نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین اشرفی صاحب قبلہ

ناظم اعلیٰ الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین، علی پٹی شریف، نیپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار

مر کے ٹوٹے ہے کہیں سلسلہ قید حیات　　فرق اتنا ہے زنجیر بدل جاتی ہے

ملک نیپال میں جہاں سو سال پیشتر کفر و الحاد اور بت پرستی کا دور دورہ تھا، برائے نام مسلمان مسائل شرعیہ سے ناآشنا کلمہ بھی پڑھتے اور بتوں کے سامنے بھی جھکتے، چاروں طرف لادینیت، علم و ادب اور تہذیب و تمدن سے نابلد تھے۔ ایسے ماحول میں پیکر علم و ادب ممتاز، معظم، محتشم، معتبر اور مقتدر شخصیت قائد اہل سنت حضرت علامہ الحاج حافظ محمد زاہد حسین المعروف بہ ”قطب نیپال حضور زاہد ملت“ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم و حکمت کے آفتاب و ماہتاب بن کر سرزمین نیپال کے ضلع مہوتری کی ایک بستی علی پٹی میں طلوع ہوئے اور حصول علم کے بعد ملک نیپال اور متّصل صوبہ بہار کے خطے کو نور علم سے منور و تاباں کر دیا اور وقت کے عظیم الشان پیشوا اور مقتدا کی حیثیت سے قبول کیے گئے۔

آپ اپنے ایثار و اخلاص، زہد و تقویٰ، تبحر علمی، حکمت و دانائی، فہم و فراست اور مکارم اخلاق و محاسن ادب کے اعتبار سے اس مقام رفیع پر فائم المرام تھے کہ دوست تو دوست دشمن کو بھی اس کا اعتراف تھا۔

ملک نیپال میں نسل انسانی میں احیاے دین کا ایسا مشن اور علم و آگہی اور شخصیت سازی کا ایسا چشمہ فیض اپنی حیات ظاہری میں جاری فرمایا جو آج بھی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین اور الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین کے ذریعہ قائم و دائم اور جاری و ساری ہے۔

آپ کی ریاضت و مجاہدات کا عجب عالم تھا تواضع اور قناعت میں امتیازی حیثیت حاصل تھی، بزرگوں کی تعظیم و تکریم اور نیاز مندوں کی دل جوئی کا خاص خیال رکھتے۔ بارہویں شریف، گیارہویں شریف، شب معراج شریف اور یوم عاشورا شریف نہایت تزک و احتشام

سے اہتمام کرتے تھے۔

پند و نصیحت، تعلیم وتلقین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔ نماز تہجد، اشراق، چاشت، ابوابین اور صلوٰۃ التسبیح اور دیگر اوراد و وظائف کی خوب خوب پابندی فرماتے اور درس قرآن ودرس حدیث بھی زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہے لیکن اچانک فالج کا حملہ ہوااور آپ بیمار ہوئے اور سلسلہ دراز ہوتا گیا یہاں تک کہ نماز چاشت کے بعد قریب سات بجے آپ حیات فانی سے حیات جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا مزار پر انوار الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین علی پٹی شریف کے صحن میں مرجع خلائق ہے اور ہر سال تزک واحتشام کے ساتھ عرس کا اہتمام ہوتا ہے۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہرباری کرے — حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری — خدا کی رحمتیں ہوائے میر کارواں تجھ پر

سگ در اولیاے کرام محمد سعادت حسین اشرفی صاحب قبلہ
ناظم اعلیٰ الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین، علی پٹی شریف، مہوتری نیپال

ناشرِ مسلک اعلیٰ حضرت مفتی شوکت علی مصباحی صاحب قبلہ

بانی و ناظم مدرسہ گلشن اجمیری، جنک پور دھنوشہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقریبًا ۲۷/ سال پیشتر ملک نیپال میں سرزمین علی پٹی مہوتری پر ایک عبقری شخصیت کا وصال ہوا جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت علامہ الشاہ الحاج حافظ زاہد حسین معروف بہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ آپ کی ذات مقدسہ سے قوم مسلم کو دینی، مذہبی، علمی، عملی اور اخلاقی فائدہ ہوا۔ پورا نیپال انہیں کے فیضان علم سے لالہ زار بنا ہوا ہے۔ بلا استثنا ان کے دریائے علم و فن سے ہر فرد کو سیرابی کا شرف حاصل ہوا، ہر بستی میں ان کی تبلیغ ہوئی جس وقت آمد و رفت نہایت دشوار گزار تھا انہوں نے تبلیغی فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا اور علمی رفاہ عام کے لیے دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین اور جامعہ امانیہ امان الخائفین قائم فرمایا اور لائق و فائق اساتذہ کا تقرر فرمایا جس سے علم و فن کا دریا رواں ہوگیا۔ آپ مذہبًا حنفی اور مشربًا قادری مجیبی تھے۔ حضرت سید شاہ محی الدین پھلواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل تھا۔

آپ کی شخصیت عبادت و ریاضت اور تبلیغ و اشاعت دین میں یکتائے روزگار گزری ہے، سفر و حضر میں بھی نماز کی پابندی معمول کے مطابق ہی فرماتے تھے۔ نماز سے قطعًا غفلت نہیں ہوتی ساتھ ہی ہر سنت و مستحب کو ادا فرماتے۔

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات عبادات ہوں یا معاملات زندگی کے ہر شعبے میں نرالے نظر آتے۔ آپ کی اسی عبادت و ریاضت کا رنگ آج آپ کے خانوادے پر غالب ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس کا شخصی وجود اچھا اور نرالا ہوتا ہے مگر اندرون خانہ معاملہ مخالف شرع ہوتا ہے کیوں کہ اندرون خانہ وہ اپنا اثر ڈالنے میں ناکام ہوتے ہیں، کچھ لوگ باہر کی دنیا میں مقبول ہوتے ہیں مگر اپنے گاؤں محلہ میں مبغوض ہوتے ہیں کیوں کہ ان کے کردار و عمل کی کتاب یہاں کے لوگوں پر ہر دم کھلی ہوتی ہے یہاں کے لوگ ان کی کتاب زندگی کے زیر و زبر سے واقف ہونے کے سبب ظاہری پاک دامنی سے متاثر نہیں

ہوتے، جبہ و دستار کی طوالت اور بلند بانگ سے ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا کیوں کہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس آم کا چھلکا تو یقیناً دلکش ہے مگر اندر کا گودا بدمزہ ہے۔ کیوں کہ ظاہر کا حسن باطن کے حسن کی دلیل نہیں۔

حضرت علامہ الشاہ حافظ زاہد حسین علیہ الرحمہ کی شخصیت ان تمام عیوب و نقائص سے پاک تھی اس لیے اہل علاقہ کے ساتھ گاؤں کے باشندے بھی عقیدت رکھتے تھے اور آج بھی پورا علاقہ ان کے فضل و شرف کے معترف ہیں اور جنہوں نے ان سے بغض و عداوت کا معاملہ کیا، ان کی شان و شوکت کے خلاف بولا اور لوگوں کو بھڑکایا وہ متعصب، حاسد اور خائن ہیں یا حقیقت سے ناآشنا ہیں ان کا ذہن تقلیدی یا تخریبی ہے۔

ممدوح مذکور کی شخصیت بہت اونچی ہے وہ تو عارف باللہ صوفی زمانہ اور رمز شریعت سے آگاہ تھے۔ مجھ سے علی پٹی کا ایک باشندہ جن کا نام میں بھول چکا ہوں، دو سال پیشتر بیان کیا کہ میرا گھر حضرت کے گھر سے متّصل ہے خاندانی طور پر ہم لوگوں میں تنازع تھا، ایک بار میرا بھائی بیمار ہوا حضرت کو خبر ہوئی تو رات کی تاریکی کے باوجود میرے گھر پہنچ گئے، بوڑھاپے کی نقاہت کے باعث گھر کے زینہ پر نہ چڑھ سکے اور زمین پر گر گئے ہم لوگ دوڑ کر باہر نکلے تو اچانک حضرت کو پائے، ہم لوگوں نے اٹھایا اور عرض کیا: اتنی رات میں آنے کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: خبر لگی کہ منظور بابو بیمار ہیں عیادت کے لیے آیا۔ اس واقعہ میں عمل بالسنہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ناچیز راقم نے حضرت علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری نہیں دیکھی تاہم اہل علاقہ کے بیان سے یہ واضح ہے کہ ان کی شخصیت یکتائے روزگار، عابد شب زندہ دار اور علم و عمل میں ممتاز تھی۔ مولائے کریم ان کی تربت اقدس پر رحمت و نور کی بارش کرے اور درجات بلند فرمائے۔

محمد شوکت علی مصباحی

بانی مدرسہ گلشن اجمیری، جنکپور دھنوشہ نیپال

ناشرِ مسلک اعلیٰ حضرت مولانا اسلم القادری صاحب قبلہ

بانی و ناظم الجامعۃ القادریہ مدینۃ العلوم، آنند نگر جنک پور، ۴ نیپال

الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب و لم یجعل لہ عوجاً و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیدنا محمد المصطفیٰ و علیٰ آلہ المجتبیٰ۔ اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

ان اکرمکم عند اللہ اتقیٰ کم۔ صدق اللہ العظیم۔

ترجمہ: بے شک تم میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔

ملک نیپال کے جنوبی اور ہندوستان کے شمالی علاقے کے محسن اور معلم اول حضرت علامہ و مولانا حافظ زاہد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو دنیا زاہد ملت کے نام سے جانتی ہے۔ ان کی ذات اس علاقے کے سب سے اول سنی صحیح العقیدہ عالم دین اور صرف عالم دین ہی نہیں بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار عالم گر تھے۔ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے اور سادگی کا عالم یہ تھا کہ جب کبھی سفر کرتے تھے تو اچھے بیگ یا سوٹکیس وغیرہ نہیں بلکہ جھولا وہ بھی ایک نہیں دو؛ ایک میں کپڑا اور دوسرے جھولے میں قرآن پاک اور اوراد و وظائف کی کتابیں۔ یہی نہیں ساتھ ایک لوٹا بھی اسی جھولے سے لٹکا رہتا۔ مطلب یہ کہ آپ ہمہ وقت باوضو رہتے۔ کسی بھی سواری سے سفر کرتے تو قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے یا وظیفہ لبوں پر جاری رہتا۔ اور نماز کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ سفر کر رہے ہیں نماز کا وقت ہوا آپ کا مصلیٰ بچھ جاتا ہے۔ چناں چہ ایک مرتبہ آپ کی خادم کی حیثیت سے چند روز ناچیز بھی آپ کے ساتھ رہا۔ پا پیادہ چل رہے تھے کہ آفتاب ڈوب گیا۔ چند لوگ موجود تھے آپ نے سلام کیا لیکن کوئی جواب نہیں ملا تو سمجھ گئے کہ یہ سب کافر ہے مگر نماز مغرب کا وقت ہو گیا تھا لہٰذا آپ نے ان سے پوچھا۔ بھائی! مجھے نماز پڑھنی ہے جگہ ملے گی۔ سنتے ہی ان بیٹھنے والوں میں سے ایک اٹھا اور سامنے دروازے کے پاس لے گیا اور بولا: مولوی صاحب آپ یہاں نماز پڑھ لیں۔

حضور زاہد ملت حسب معمول باوضو تھے، مجھے وضو کرنے کا حکم دیا میں نے پائپ پر وضو بنایا پھر حضور زاہد ملت کے ساتھ نماز ادا کی۔ یہ ہے نماز کی پابندی یعنی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خدائے ذو الجلال کی عبادت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا جب نماز کا وقت ہوتا۔

آپ متقی و پرہیزگار تو تھے ہی لیکن اس کے ساتھ آپ قوم وملت کا دلی درد بھی رکھتے تھے اسی درد نے آپ کو مہمیز کیا اور آپ نے جہد مسلسل اور عمل پیہم کی زندہ وجاوید تصویر بن کر ملک وقوم میں در آئی دینی خرابیوں کی اصلاح اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے " دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین اور جامعہ امانیہ امان الخائفین " کے نام سے دو ادارے قائم فرمائے۔ ان دونوں اداروں کی بہاریں ہیں کہ آج ملک نیپال میں جتنے بھی علمائے اہل سنت اور حفاظ کرام نظر آرہے ہیں وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ اس علاقے میں اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا جو پرچم بلند ہے یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہی بے پناہ کدوکاوش اور تبلیغ وتعلیم کا ثمرہ ہے۔

فقیر محمد اسلم القادری

بانی وناظم الجامعۃ القادریہ مدینۃ العلوم، آنند نگر جنکپور ر ۱۴ ضلع دھنوشہ نیپال

حضرت مولانا عبدالرحیم مصباحی صاحب قبلہ

مدرسہ عین الہدیٰ پورٹ بلئیر، جزیرۂ انڈمان ، ہند

قضا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے میر کارواں تم پر

مَہوتری، دھنوشہ، سِرہااور سَرلاہی تَرائی نیپال کے ان چار اضلاع میں مہوتری کو اس لیے بھی اہمیت حاصل ہے کہ یہاں حضور داتا گدا علی شاہ، داتا بہار علی شاہ اور داتا رحم علی شاہ رحمۃ اللہ علیہم کے قدیم مزارات مقدسہ موجود ہیں جن سے علاقہ میں طویل مدت سے مسلمانوں کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اس ضلع پرماضی قریب کی بزرگ ترین ہستیوں میں حضور امین شریعت، حضور حنیف ملت اور حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہم کا خاص فیضان جاری و ساری ہے۔ماضی قریب کی یہ وہ شخصیتیں ہیں جن سے پورے علاقے میں اسلام و سنیت کا بول بالا ہے۔ علاقے کے بڑے بزرگ آج بھی ان مقدس لوگوں کی خدمات بیان کرتے نہیں تھکتے۔ دعوت و تبلیغ کے لیے دور دراز علاقہ کا پیدل سفر کرنا، گاؤں گاؤں میں مسجدوں کی تعمیر کروانا ، پھر لوگوں کو دین سکھانے کے لیے سال دو سال کے اندر "میاں جی" تیار کر کے وہاں بھیجنا۔ یہ ان کی نمایاں خدمات تھیں جو صحرا کو گلشن اور کفرستان میں بسنے والے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام و سنیت کا چراغ جلا گئیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنا دے صحرا کو

مذکورہ شخصیتوں میں سے کچھ غلط فہمی کی بنیاد پر حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بعد وفات ناعاقبت اندیشوں کے حسد کا شکار ہو گئی۔ لیکن باوجود اس کے آپ کی خدمات سے کسی کو انکار نہیں۔

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی نمایاں خدمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ راقم

السطور کے گاؤں (پرڑیا، ضلع مہوتری) میں مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود بہت سے لوگ شرکیہ افعال کیا کرتے تھے مثلا پیری پوجتے ، جیوچھی ندی، گیور کا ندی میں بہ نیت ثواب نہاتے اور بھینٹ چڑھاتے، چھٹھ اور ہندوؤں کے دیگر تہواروں کو مناتے، ہندوؤں کے بھگوان سے منت مانگتے اور ان کے نام کا چڑھاوا چڑھاتے لیکن حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ ۳۵ کیلومیٹر کی مسافت (علی پٹی سے پرڑیا) پیدل طے کر کے تشریف لاتے اور لوگوں کو ان چیزوں سے منع فرماتے تھے۔بحمدہ تعالیٰ آپ کی مسلسل آمد و رفت کی برکت اور پیہم دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں آج بھی اس گاؤں کے سارے لوگ کٹر سنی ہیں۔علاقے کے اکثر دیہاتوں کی تقریبًا یہی کہانیاں تھیں لیکن آپ کی دعوت و تبلیغ کا ایسا اثر ہوا کہ آج لوگ ان چیزوں سے صرف دور ہی نہیں بلکہ متنفر بھی ہیں۔آپ کے بلند اخلاق اور دعوتی و تبلیغی جذبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار آپ کو پرڑیا سے سیتامڑھی پروگرام میں جانا تھا۔سمدھیانہ سے تیار ہوکر لوہار پٹی ٹرین پکڑنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ کچھ لوگ آکر آپ سے مسائل اور دینی باتیں پوچھنے لگے اور یہاں کے لوگوں کا معمول تھا کہ آپ جب بھی پرڑیا تشریف لاتے لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ آپ کے اردگرد دینی باتیں جاننے اور شرعی مسائل پوچھنے کے لیے اکٹھا ہو جاتی،چنانچہ آپ تھیلا زمین پر رکھ کر وہیں بیٹھ گئے اور لوگوں کو سمجھانے لگے۔اس افہام و تفہیم میں کافی وقت نکل گیا۔جب لوگوں کو احساس ہوا کہ آپ کی گاڑی چھوٹ چکی ہے تو معذرت کرنے لگے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں، میں پیدل جنک پور تک چلا جاؤں گا،خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کو میری وجہ سے دین کی باتیں معلوم تو ہوئیں۔یہی وجہ ہے کہ باشندگان پرڑیا اور اہل علاقہ آپ کے اتنے بڑے چاہنے والے ہیں کہ آپ کی ایک ایک بات کو اپنے لیے نمونہ عمل تصور کرتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ؂

رچ بس گیا ہے ذہن میں ناصر کسی کا روپ　　اب کیا کریں گے پھر کوئی شہکار دیکھ کر

خدا نخواستہ اگر معاملہ اسی طرح ہوتا جیسا کچھ لوگوں نے پھیلانے کی کوشش کی تو آج اس علاقہ میں ایک بھی سنی نہ ہوتا۔ مگر الحمد للہ۔

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ ایک متقی اور صوفی بزرگ تھے۔ آپ کے تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ فرائض کی طرح تہجد، چاشت اور دیگر نوافل کا بھی اہتمام کیا کرتے۔ رات کے اکثر حصوں میں آپ بحالت نماز دیکھے جاتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ سواری چھوٹ جائے تو چھوٹ جائے نماز نہ چھوٹے، جس کی وجہ سے آپ کبھی کبھی بظاہر مشقت میں پڑ جاتے لیکن آپ کو اس کی پرواہ نہ تھی۔ ایک بار پڑیا جو کہ آپ کا سمدھیانہ تھا یہاں کے کچھ لوگوں نے تفریحاً آپ سے کہا حافظ صاحب! کبھی کبھی ہماری فجر کی نمازیں سردیوں میں بچوں کی وجہ سے قضا ہو جاتی ہیں، کیا آپ کی۔۔۔ آپ نے قطع کلام کرتے ہوئے فوراً فرمایا، بچے ہمارے پاس بھی ہیں لیکن الحمد للہ کبھی نہیں، اور آپ نے یہ جملہ کچھ اس انداز میں فرمایا کہ مجمع کے سارے لوگ ہنسنے لگے۔ پھر آپ نماز کی اہمیت اور غسل جنابت کے طریقے لوگوں کو سمجھانے لگے۔

بڑے حسین مسافر ادھر سے گذرے ہیں — فلک کے چاند ستاروں انھیں تلاش کرو

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ سنیوں کے ایک عظیم مبلغ، بہترین عالم اور دین کے بے لوث خادم تھے۔ یقیناً اہل علاقہ آپ کی خدمات کے احسان مند رہیں گے اور آپ کے کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

ہر شاخ پہ اپنا ہی نشاں چھوڑ گئے ہیں — ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے
سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے — ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

ابو العارف عبد الرحیم ثمر مصباحی

مدرسہ عین الہدیٰ پورٹ بلیئر، جزیرۂ انڈمان، ہند

مناظر اہل سنت مفتی محبوب رضا مصباحی

شیخ الحدیث و مفتی الجامعۃ الرضویہ، کلیان و مفتی رضا دار الافتا، بھیونڈی مہاراشٹر

آفتابِ معرفت، ماہتابِ رشد و ہدایت، واقفِ اسرارِ شریعت عالمِ رموزِ حقیقت، ماحی شرک و بدعت، قاطع نجدیت، قطبِ نیپال علامہ الحاج حافظ زاہد حسین علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۰۸ھ ملکِ نیپال کے معلم اول، مبلغِ اسلام اور زاہدِ ملت سے متعارف ہیں۔ آپ علومِ اسلامیہ کے ماہر اور صوفیِ کامل تھے۔

آپ نے نیپال جیسے کفرستان میں ملتِ بیضاء کا ایسا چراغ روشن کیا جس سے کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور پورا علاقہ روشن و منور ہوگیا۔ یہ سچ ہے کہ آباد زمین کو سینچنا آسان ہوتا ہے اور فصل کی امید قریب الی الیقین ہوتی ہے لیکن بنجر زمین کو آباد کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جب علامہ زاہد حسین نے علاقہ کا دورہ کیا تو آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں کے بعض علاقے کفار کے رسم و رواج سے متاثر ہیں، گھر میں بتوں کی پیڑیاں ہیں، مندروں میں حاضری دیتے ہیں، دیوی دیوتا کی نام پر چادر چڑھاتے ہیں، مورتیوں کا احترام کرتے ہیں اور کفار کے میلوں میں شرکت کرتے ہیں۔ آپ نے ان تمام کفریہ عقائد و معمولات سے مسلمانوں کو پاک کیا، پیڑیاں اکھاڑیں، احکامِ اسلام سے باخبر کیا، نماز کی ترغیب دی، مساجد کی تعمیر کی، مکاتب کی بنیاد رکھی اس طرح چراغ سے چراغ جلا اور ہر سمت روشنی پھیل گئی۔

اس طرح آپ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ میں گزری، تعلیم کو عام کیا دینی ماحول قائم فرمایا۔ یہ وہ خدمات ہیں جن کی وجہ سے عوام و خواص سب کے دل میں گھر کر چکے تھے، جلسوں کی صدارت و سرپرستی آپ فرماتے، خواص کی نشست میں شمعِ محفل آپ ہی ہوتے گویا کہ آپ کی ذات مرکزِ عقیدت و محبت تھی۔

(۱) خود مولانا جیش محمد صاحب المعروف شیرِ نیپال آپ کی بے حد تعظیم کرتے اور استاذ العلماء سے یاد کرتے، جب بھی ملاقات ہوتی پرتپاک استقبال کرتے، خود بھی کھڑے ہوتے اور اپنے طلبا کو بھی کھڑے ہونے کا حکم دیتے، علامہ زاہد کی صدارت میں جلسوں میں

شریک ہوتے، مساجد و مدارس کی سنگِ بنیاد میں بطورِ تبرک بنیاد کی پہلی اینٹ رکھواتے اور دعا کرواتے۔ ۱۴۰۶ھ میں جب مولانا جیش محمد کے بہنوئی حافظ خلیل الرحمٰن برداہوی کا انتقال ہوا تو محفلِ چہلم مولانا جیش صاحب کے دروازے پر ہوئی، صدارت علامہ زاہد حسین کی ہوئی، اس رات عشاء کی نماز آپ نے پڑھائی، مولانا جیش نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی صبح بعدِ فجر حافظ مرحوم کی قبر پر علاقے کے اکابر علما کی موجودگی میں چادر پیش ہوئی اور تمام علما کی موجودگی میں دعا کے لیے مولانا جیش صاحب نے علامہ زاہد حسین سے درخواست کی تو آپ نے دعاے مغفرت فرمائی۔

(۲) ۱۳۹۹ھ کو علی پٹی میں تاجدارِ مدینہ کانفرنس ہوئی جس میں ہندوستان کی عظیم و جلیل شخصیات نے شرکت فرمائی، مثلاً بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، قائدِ اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہما، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، شیرِ اعلیٰ حضرت مفتی عبد المنان کلیمی اور مفتی جیش محمد صدیقی وغیرہ۔ اس کانفرنس کا پہلا اجلاس علامہ حافظ زاہد حسین کی صدارت میں ہوا۔

(۳) اس کانفرنس میں ”تنظیم المدارس“ کے نام سے ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا جس کے عہدہ داران یہ حضرات مقرر کیے گئے:

سرپرست: زاہد ملت حضرت علامہ زاہد حسین مجیبی (علیہ الرحمہ)۔
صدر: مولانا جیش محمد صاحب صدیقی برکاتی (معروف بہ شیرِ نیپال)
نائب صدر: مولانا ساجد حسین رضوی (مصباحی علیہ الرحمہ صاحب زادہ زاہد ملت)
سکریٹری: مولانا مفتی اسرائیل رضوی (معروف بہ فخرِ نیپال)
نائب سکریٹری: مفتی عثمان قادری رضوی (معروف بہ قاضی شریعت)
خازن: مولانا عبد الحمید (علیہ الرحمہ)

(۴) ۱۳۹۴ھ میں پہلی بار مولانا جیش محمد صاحب نے جنک پور میں ایک جلسہ بنام ”سرکارِ مدینہ کانفرنس“ کیا جس میں حضور سید العلماء مارہروی، حضور حافظ ملت اور علامہ زاہد حسین وغیرہم شریک ہوئے۔ اس جلسے کے پوسٹر میں علامہ زاہد حسین کو مولانا جیش صاحب

نے جن القابات سے یاد کیا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے؛ مثلاً استاذ العلماء والحفاظ، عالم باعمل وغیرہ۔ اسی جلسے میں مولانا جیش صاحب نے پھلواری سے ارادت رکھنے والے چند افراد کو حضور سید العلماء سے بیعت کروائی جس سے کبیدہ خاطر ہوکر علامہ زاہد حسین نے پیرانِ پھلواری کو دو خط لکھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے قاضیِ شریعت مفتی عثمان رضوی قبلہ کی کتاب ”آئینۂ حق نما“۔ دونوں خطوط کسی طرح مولانا جیش محمد صاحب کو مل گئے۔ اب مولانا کی ذمہ داری تھی کہ خطوط میں جو قابلِ اعتراض باتیں تھیں ان پر مواخذہ کرتے، بروقت رد کرتے، خطوط عام کرتے لیکن ایسا کچھ نہیں کیا۔ آخر مقصد کیا تھا؟ کس دن کا انتظار تھا؟ بروقت خطوط عام نہ کرنے میں کیا مصلحت تھی؟ یہ وہ حقائق ہیں جن سے مولانا جیش محمد صاحب کی اصلیت اہل فہم پر واضح ہو جاتی ہے بلکہ مولانا جیش محمد صاحب حسبِ سابق ان کی تعظیم بجالاتے، ان کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتے، ان کو استاذ العلماء بھی لکھتے، ان سے دعاے مغفرت کرواتے، اور انہیں اپنا سرپرست بھی تسلیم کرتے۔

۴/محرم الحرام ۱۴۰۸ھ میں حافظ زاہد حسین کا انتقال ہو گیا، نماز جنازہ میں ہند و نیپال کی مقتدر شخصیات شریک ہوئیں۔ خود مولانا جیش محمد صاحب کی اجازت سے ان کے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ نیپال میں یہ اس وقت کا سب سے بڑا جلوسِ جنازہ ثابت ہوا۔ مسلمانانِ نیپال اپنے اس عظیم قائد کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے عرسِ چہلم کی تیاری کرنے لگے اور سارے لوگ اپنے محسن کے عرسِ چہلم کو یادگار اور تاریخ ساز بنانے میں مصروف ہو گئے۔ کیوں کہ علامہ زاہد حسین مسلم الثبوت پیشوا تھے، ہزاروں دلوں کی دھڑکن تھے، عوام و خواص آپ کو مستجاب الدعوات مانتے تھے، اس وقت کے سارے علماے کرام جو دین و سنیت کے پاسبان و محافظ تصور کیے جاتے تھے ان کے شاگرد تھے۔ لیکن عرسِ چہلم سے دو چار روز قبل مولانا جیش صاحب نے اپنی مسجد میں اعلان کیا کہ جو لوگ حافظ زاہد حسین کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے سب پر توبہ، تجدیدِ ایمان، تجدیدِ بیعت اور تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ مولانا جیش محمد صاحب کے اس اعلان کے بعد اہل سنت و جماعت کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا اس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے

مولانا جیش محمد صاحب کے نظریہ کی تردید جن علما و مشائخ نے کی وہ درج ذیل ہیں:

(۱) امین شریعت محدث اعظم نیپال مفتی کلیم الدین علیہ الرحمہ۔ یہ وہ عالم ربانی ہیں جن سے نیپال اور اس سے متّصل ہندوستان کا علاقہ یکساں فیضیاب ہوا۔ سینکڑوں علماے کرام و مفتیانِ عظام کے استاذ و مربی ہیں اور مولانا جیش صاحب کے کافی سینئر اور ذی علم ہیں۔

(۲) پاسبانِ ملت علامہ محمد یوسف قادری رضوی مجیبی علیہ الرحمہ۔ اللہ عز و جل نے حضرت کو جہاں علومِ اسلامیہ کا بے تاج بادشاہ بنایا تھا وہیں دنیاوی دولت و ثروت بھی عطا فرمائی تھی، علاقے کے افلاس زدہ افراد آپ کے گھر پرورش پاتے تھے اور ان کا خاطر خواہ تعاون ہوتا تھا۔

(۳) مناظرِ اہل سنت علامہ ساجد حسین رضوی مصباحی علیہ الرحمہ ابن زاہد ملت علیہ الرحمہ۔ آپ زبردست عالم و فاضل تھے اور مولانا جیش صاحب کے ہم درس تھے لیکن علم میں ان سے کافی فائق تھے۔

(۴) موجودہ امینِ شریعت مفتی اسرائیل رضوی صاحب قبلہ المعروف فخرِ نیپال۔ آپ عظیم مناظر، کامیاب مدرس، باکمال مصنف ہیں اور اس دور میں اسلاف کے بہترین نمونہ ہیں

(۵) مناظرِ اسلام مفتی عبد المنان کلیمی صاحب مرتبِ " فتاویٰ امجدیہ " ۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے شیر بہار مفتی اسلم القادری علیہ الرحمہ کی موجودگی میں جامعہ حنفیہ جنک پور میں اور حضور تاج الشریعہ کے روبرو مرکزی دار الافتاء بریلی شریف میں زاہد ملت کے مسئلہ میں بحث و مباحثہ کیا اور مولانا جیش کو لاجواب اور ساکت و صامت کر دیا نیز آج بھی ان کی طرف سے اس مسئلہ میں مولانا جیش صاحب کو چیلنج ہے اور دعوتِ مناظرہ ہے مگر؟

(۶) فقیہ النفس، مصنفِ "آئینہ حق نما" مفتی محمد عثمان قادری رضوی صاحب قاضی شریعت نیپال، سابق صدر مفتی دار العلوم قادریہ، مرغیا چک، سیتامڑھی و موجودہ مفتی و شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور۔

(۷) ممتاز المدرسین مفتی عبد العزیز مصباحی صاحب بانی و ناظم دار العلوم عطاے مصطفی، بیلا، دھنوسا نیپال۔

(۸) ماہر درسیات مولانا شمس الدین مصباحی نوری سابق شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر، جنک پور۔

(۹) مجاہد سنیت مولانا علیم الدین نوری سابق استاذ پور بندر گجرات و بانی و ناظم جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات۔

(۱۰) جامع معقولات و منقولات مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی صاحب بانی، ناظم و شیخ الحدیث مدرسہ فیضان مدینہ، جنک پور۔

(۱۱) عالم باکمال مفتی شوکت علی مصباحی صاحب بانی و ناظم جامعہ گلشنِ اجمیری، جنک پور۔

وغیرہم یہ سب علمائے کرام علامہ زاہد حسین کو نہ صرف عالم بلکہ مقتدا و پیشوائے اہل سنت جانتے اور مانتے ہیں اور اس مسئلہ میں مولانا جیش محمد صاحب کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ مولانا جیش صاحب نے علامہ زاہد حسین پر جو حکم لگایا اس کی مذمت خود فیصل بورڈ نے بھی متعدّد جگہ کی۔ آج بھی حامیانِ زاہد ملت ان کا عرس کرتے ہیں اور ان کی بارگاہ میں شایانِ شان خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

فیصل بورڈ کی پوری تحریر پڑھنے کے بعد فقیر محبوب رضا قادری مصباحی اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مولانا جیش محمد صاحب نے جن وجوہات کی بنیاد پر علامہ زاہد حسین کی تکفیر کی ان وجوہات کے پیش نظر وہ خود شریعت کی زد میں ہیں اور ان کی دیانت خطرے میں ہے۔ فقیر کی کتاب ’’ نیپال کے آفتاب و ماہتاب ‘‘میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر دی گئی ہے اور ناقابلِ تردید دلائل سے اس مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بے ربط تحریر عزیز مکرم عزیز از جان مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی کے پیہم تقاضے پر سپردِ قرطاس کر دی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم، عمل اور عمر میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد محبوب رضا مصباحی

خادم التدریس والافتا الجامعۃ الرضویہ، کلیان و خادم رضا دار الافتا، بھیونڈی مہاراشٹر

سرمایۂ اہل سنت حضرت مولانا الیاس نوری منظری

صدر المدرسین الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین، علی پٹی، مہوتری، نیپال

ملک نیپال میں اسلام وسنیت کی آفاقی اور عبقری شخصیت سید العارفین، سلطان الواعظین، ولی کامل، قطب نیپال، استاذ العلما، حضرت علامہ الحاج حضور حافظ محمد زاہد حسین قادری مجیبی علیہ الرحمۃ کی ذات وہ ذاتِ بابرکات ہے جو محتاجِ تعارف نہیں۔

حضور زاہد ملت کی مدح وستائش اور تعریف وتوصیف زمانہ کیا کرسکتا ہے جن کی اوپر بطفیل حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب کا بے پایاں فضل وکرم اور انعام واکرام ہے اللہ عزوجل نے آپ کو علوم نبوی کا وارث بنایا، لقد کرمنا بنی آدم کے تاج زریں سے نوازا، زہد وتقویٰ کا پیکر بنایا، جذبۂ اخلاص وایثار کی امتیازی حیثیت عطا فرمائی اور تبلیغ دین متین کا اعلیٰ ذوق عطا فرمایا۔

ملک نیپال میں آفتاب رشد وہدایت بن کر ملک نیپال اور اس سے متّصل بہار کے ہر خطہ میں ضیاپاشی کی جن کی کرنوں سے آج ہزاروں لوگ درخشندہ وتابندہ ہیں، آپ نے کفر وشرک اور بدعت وگمراہی سے اہل نیپال کو نکال کر ہدایت کے راستے پر لا کھڑا کیا۔ حضور زاہد ملت کی رحمت وشفقت نے ہر خورد وکلاں کو ایسا نوازا کہ جو آپ کے حلقۂ شفقت میں آیا فضیلتوں کا پیکر بن کر چمکا، علم کا دریا بن کر قوم وملت کے سامنے جلوہ گر ہوا اور آسمانِ زہد وتقویٰ کا آفتاب وماہتاب زمانے کو چمکانے لگا۔

جاہل کو عالم بنایا، بت پرستی کا خاتمہ کیا، بیت الاصنام کو بیت الاسلام بنایا، کفر و ضلالت میں گھرے ہوئے انسانوں کو کلمۂ توحید پڑھا کر مسلمان بنایا، رہزنوں اسلام کا طریقہ سکھایا، شرابی اور جواری کی کایاپلٹ کر اسلامی تہذیب وتمدن سے آشنا کیا، مدارس اور مساجد کی تعمیر کروا کر جبینِ عقیدت خم کرنے اور عبادت وریاضت کرنے کے مقام عطا کیے، ہر مسلمان کے دل میں شوقِ عبادت کا جذبہ بیدار کیا اور عشقِ نبوی کا دولتِ لازوال سے بہرہ ور کیا۔

علم کے مینار کا نام زاہد ملت ہے۔
معرفتِ اسلام کا نام زاہد ملت ہے۔
عظیم الشان عالم ربانی اور روحانی پیشوا کا نام زاہد ملت ہے۔
تصنع اور تکلف سے بالاتر ہوکر اپنی زندگی کے لیل ونہار کو فروغِ سنیت کے لیے وقف کرنے کا نام زاہد ملت ہے۔
ملکِ نیپال میں چشمۂ علم وعرفان جاری فرماکر مردہ قوم کو زندہ کرنے کا نام زاہد ملت ہے۔
انسانی آبادیوں میں اسلامی رواداری، اخوت وبھائی چارگی، محبت والفت، ادب و احترام، شفقت ورحمت، حسنِ سلوک و حسنِ معاشرت، اصلاحِ نفس وتزکیۂ باطن اور تواضع وانکساری کے جذبات پیدا کرنے کا نام زاہد ملت ہے۔
دنیاوی عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ناعاقبت اندیشوں کو روحانی کیفیت و سرور کے جام سے سیراب کرنے کا نام زاہد ملت ہے۔
حضور زاہد ملت کی شان وپہچان یہ تھی کہ:
آپ ایک سچے نائب رسول ﷺ، ایک قدسی صفت بزرگ اور ایک راسخ الاعتقاد مرد مومن تھے۔
آپ اخلاص ویقین اور عشق ووفا کا ایک پیکر جمیل تھے۔
آپ سلف صالحین کی ایک زندہ وتابندہ روایت تھے۔
آپ ائمہ اسلام اور مشاہیر امت کا نقشِ حیات تھے۔
آپ اولیاء اللہ کی برکت وفیضان کا جلوۂ زیبا تھے۔
آپ عشق ووفا، فقر وغنا، علم وعمل کا حسین سنگم تھے۔
آپ غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الطاف وعنایات کا گہوارۂ فیض تھے۔
آپ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقہ، امامِ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت، امامِ غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصوف اور مولانا روم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوز وگداز تھے۔

آپ خواجۂ ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مخدومِ سمناں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبانہ سطوت واقتدار کے وارث تھے۔

درِ اقدس کا ہر ذرہ کا غبارِ طورِ سینا ہے   دلِ روشن گزر گاہِ حرم ہے میرے زاہد کا
کہاں سے آرہی ہے حشر میں آواز امت کی   گنہگاروں چلو باغِ ارم ہے میرے زاہد کا

محمد الیاس نوری منظری
خادم التدریس الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین، علی پٹی شریف، مہوتری، نیپال

بابِ ہشتم

مقدماتِ زاہدِ ملت

ایک مطالعہ

حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات کی عظمت، آپ کی شخصیت کی رفعت، آپ کی ہستی کی بزرگی کتنی بلند اور آپ کے وجود کا فیضان اور آپ کے دینی کارنامے کس قدر وسیع اور عام و تام ہے درج بالا تمام ابواب خصوصاً بابِ ہفتم سے بالکل عیاں اور واضح ہے لیکن آپ کی عظمت و رفعت اور خدمات و کارناموں کے باوجود آپ کی وفات سے ایک سال پیشتر آپ کی ذات بابرکت پر کچھ انگلیاں اٹھیں اور آپ پر اعتراض کے دروازے کھولے جس کے باعث لامحالہ دو فریق بننے تھے اور بنے پھر کیا تھا بات بڑھی اور بڑھتی چلی گئی آخر کار معاملہ کے تصفیہ کے لیے حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اور عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ پر مشتمل تین رکنی مجلس تشکیل دی گئی پھر اس مجلس نے دونوں فریق کے بیانات و دلائل کا تنقیدی و تنقیحی جائزہ لیتے ہوئے مقدمہ ترتیب دیا اور فیصلہ صادر فرمایا۔ اس باب میں اسی مقدمہ کا ایک حاصل مطالعہ پھر فیصل بورڈ کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ اور فریق مخالف کی جانب سے حال ہی میں معرض وجود میں آنے والی ایک کتاب ''مفتی اعظم نیپال: گوشۂ حیات و خدمات'' میں مذکورہ مقدمہ اور فیصلہ سے متضاد تحریر کی جانے والی باتوں کا بھی ایک سرسری جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس لیے سب سے پہلے کے مقدمہ اور فیصلہ درج کیا جاتا ہے۔

فیصلہ

مقدمہ حافظ زاہد حسین مجیبی

فریق اول

(۱) مولانا جیش محمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور، نیپال

(۲) مولانا عبد الحفیظ صاحب استاذ // // // //

(۳) مولانا احمد حسین برکاتی مفتی و مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور
موقف:- حافظ زاہد حسین کافر تھے۔

فریق دوم

(۱) مولانا عبد المنان کلیمی (حالیہ پتہ) اکرم العلوم مراد آباد
(۲) مولانا محمد اسرائیل صاحب رضوی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی، نیپال
(۳) مولانا محمد عثمان صاحب دار العلوم قادریہ مرغیا چک ضلع سیتا مڑھی بہار
موقف:- حافظ زاہد حسین صحیح العقیدہ سنّی مسلمان تھے۔

حافظ زاہد حسین ایک فارغ التحصیل عالم کی حیثیت سے معروف تھے۔ علی پٹی (پوسٹ جلیسشور، وایا سرسنڈ) نیپال کے رہنے والے تھے۔ وہاں انھوں نے امان الخائفین کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا، جس کا انتظام و اہتمام بھی وہ کرتے تھے۔ یہ شاہ محی الدین پھلواروی سے بیعت تھے۔ انھوں نے اپنے ایک لڑکے مولوی ساجد حسین کو دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں حافظ ملت قدس سرہٗ کے زمانۂ صدارتِ مدرسین میں تعلیم کے لیے بھیجا۔ ان کو یہاں سے فراغت ملی اور مفتی اعظم قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔

۱۳۹۶ھ میں جنک پور، اور مرغیا چک سیتا مڑھی میں اہل سنت کے بڑے بڑے جلسے ہوئے، جن میں سید العلماء اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہما نے شرکت فرمائی۔ اس موقع پر کثرت سے ان اطراف کے لوگ اِن حضرات سے بیعت ہوئے، کچھ لوگ پھلواری سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے اپنی سابقہ بیعت توڑ کر ان بزرگوں میں کسی ایک سے بیعت کر لی۔

اس پر حافظ زاہد حسین مجیبی نے پھلواری شریف کے شاہ رضوان اللہ، شاہ عماد الدین وغیرہ کو خطوط لکھے، جن کا حاصل یہ تھا کہ دوسرے سلسلے کے لوگ باہر جا کر تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے سلسلہ کی اشاعت ہو رہی ہے اور آپ لوگوں کو کوئی فکر نہیں۔ آپ کے سلسلے کے لوگ بیعت توڑ توڑ کر دوسرے سلسلے میں جا رہے ہیں۔ شاہ عماد الدین کے نام جو خط لکھا اس میں یہ عبارت بھی تھی:

”آپ سے چند بار عرض کیا کہ وہ رسالہ جس میں علمائے محتاطین انھیں کافر و غیرہ

کہنے سے پرہیز کرتے ہیں، وہ رسالہ یا اس کا پتہ مانگا، یہ بھی نہ بتلا سکے تو اور کیا کیا جائے"۔

یہ خطوط کسی طرح مولانا جیش محمد صاحب کے ہاتھ آ گئے ان کو پڑھنے کے بعد مولانا جیش محمد کو حافظ زاہد حسین کی سنیّت میں شک ہوا۔ انہوں نے لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ بات بڑھتی گئی یہاں تک کہ حافظ زاہد حسین کی بد عقیدگی کا چرچا ہونے لگا۔ دوسری طرف سنّی علما و عوام میں حافظ زاہد حسین کا ایک حامی گروپ بھی سرگرم ہو گیا جو یہ کہتا کہ وہ صحیح العقیدہ سنی ہیں، ہرگز دیوبندی نہیں۔ دونوں فریق نے دار الافتاؤں سے بھی رجوع کیا اور دونوں طرح کے فتوے حاصل کیے، جن کی اشاعتوں سے اختلاف میں شدت پر شدت بڑھتی گئی۔

۱۴۰۴ھ میں حافظ زاہد حسین کے حامیوں نے ان سے ایک تحریر بھی لی۔ جس میں انہوں نے درج ذیل افراد کی تکفیر کی اور ان کے کفر میں شک کرنے والوں کو بھی کافر کہا۔

(۱) رشید احمد گنگوہی (۲) خلیل احمد انبیٹھوی، جنہوں نے براہین قاطعہ میں شیطان لعین کے علم کو علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ اور نص سے ثابت مانا ہے اور سرکار کے لیے علم غیب ماننے کو شرک اور بلا دلیل کہا ہے۔

(۳) اشرف علی تھانوی، جس نے حفظ الایمان میں علم رسول علیہ التحیۃ والثناء کو جانوروں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔

(۴) محمد قاسم نانوتوی، جس نے تحذیر الناس میں خاتم النبیین بمعنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ سرکار کے بعد بلکہ ان کے زمانے میں بھی دوسرا نیا نبی آسکتا ہے۔

اس تحریر پر حافظ زاہد حسین نے دستخط کیا۔ وہ مولانا جیش محمد کے سامنے پیش ہوئی، مگر اختلاف بند نہ ہوا۔ محرم ۱۴۰۸ھ میں حافظ زاہد حسین کا انتقال ہو گیا، حامیوں نے ان کا جنازہ پڑھا، اولاد نے عرس بھی شروع کر دیا جس میں موافقین بلا تکلف شریک ہوتے۔ دوسری طرف مخالفین ان جنازہ پڑھنے والوں اور عرس میں شرکت کرنے والوں کی سخت مذمت کرتے۔ یہاں تک کہ باہم مقاطعہ کی نوبت آگئی اور صورت حال سنگین سے سنگین تر ہو گئی۔ مصالحت اور باہمی گفت و شنید کی بھی کوششیں ہوئیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں بریلی شریف حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہٗ جانشین مفتی اعظم قدس سرہٗ کی جانب فریقین نے

رجوع کیا۔ انہوں نے تصفیہ کے لیے ایک فیصل بورڈ بنا دیا جس کے رکن ہم تین افراد نامزد ہوئے۔ طرفین کے نمائندوں نے حلف نامہ لکھا کہ یہ حضرات جو فیصلہ کر دیں گے ہم ضرور اسے قبول کریں گے۔ یہ ماہ صفر ۱۴۱۶ھ میں ہوا۔

اس کے بعد فریقین نے اپنے اپنے موقف کے شواہد اور ثبوت تینوں ارکان کے پاس چند ماہ کے اندر بھیجے، جن کا مطالعہ کرنے کے بعد ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ کو فریقین کو شاہدین و شواہد کے ساتھ مبارک پور طلب کیا گیا۔ دو دن نشست رہی۔ کچھ ثبوت باقی رہ گئے جن کے لیے فریقین کو ۳/ جمادی الآخر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۷/ اکتوبر ۱۹۹۶ء کی تاریخ دے کر غوث منزل، مظفر پور میں طلب کیا گیا۔ ۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ کی شام تک مسلسل نشستیں ہوتی رہیں اور فریقین کے گواہوں اور ذمہ داروں کے بیانات اور ان پر جرح وقدح کا سلسلہ جاری رہا۔ اور بیانات قلم بند ہوتے رہے۔ اس موقع پر بھی دونوں طرف کے ذمہ داروں اور نمائندوں نے عہد کیا کہ ہم فیصل بورڈ کے فیصلہ کو مانیں گے، ایک تحریری عہد نامہ پر دستخط بھی کیے۔

معاملہ ایک سر بر آوردہ شخص اور اس کی تبعیت میں دوسرے بہت سے افراد کے کفر و اسلام کا تھا اس لیے جملہ ثبوت و شواہد اور بیانات پر یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ غور و خوض کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ ایسا کوئی فیصلہ سرزد نہ ہو جو عند اللہ مواخذہ کا سبب بن جائے یا لوگوں میں اتفاق کے بجائے انتشار کا موجب ہو، اس لیے فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔

مظفر پور سے واپسی میں ایک دن ادارہ شرعیہ پٹنہ میں اسی غور و خوض کے لیے ارکان کی نشست رہی۔ پھر یکم و ۲/ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ کو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں مسلسل نشستیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ بحث و تنقیح مکمل کرتے ہوئے فیصلہ رقم ہوا۔ تفصیل آگے تحریر ہو رہی ہے۔

مسئلہ دائرہ میں تنقیح طلب امور:۔

(۱) حافظ زاہد حسین مجیبی ان علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے یا نہیں، جن کی گستاخی رسول اور انکارِ ضرورت دینی کے باعث حسام الحرمین میں تکفیر کی گئی ہے؟

(۲) پھلواری شریف کے شاہ بدر الدین، شاہ محی الدین، شاہ امان اللہ مذکورہ علماے دیو بند کی تکفیر کے قائل تھے یا نہیں؟ بالفرض قائل تھے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ نہیں تھے تو اس کی بنیاد کیا ہے۔ نیز ان کی جانب عدم تکفیر کا انتساب کس حد تک ثبوت رکھتا ہے؟ قطعی یقینی ہے کہ کثیر افراد نے خود ان کی زبان سے عدم تکفیر کی صراحت سنی اور نقل کی، یا دو چار نے سنی اور باقی افراد یوں ہی واسطہ در واسطہ سن سنا کر نقل کرنے لگے اور بات عام ہوگئی۔ یہ سبھی امور کافی تفتیش و تحقیق اور تنقیح کے طالب ہیں۔

(۳) کچھ اور باتیں بھی ہیں جو حسب موقع درج ہو رہی ہیں۔

پہلا مسئلہ:- حافظ زاہد حسین اکابر دیو بند پر حسام الحرمین کے فتوی "من شك فی کفرہٖ و عذابہٖ فقد کفر" کے قائل تھے یا نہیں؟

ان کے مخالفین کے بیانات میں یہ ہے کہ وہ دیو بندیوں سے ربط ضبط رکھتے تھے، ان کے یہاں آتے جاتے، کھاتے پیتے، چندہ وصول کرتے۔ ایک دو گواہوں نے یہ بھی کہا کہ اس ربط ضبط پر جب اعتراض کیا گیا تو حافظ زاہد حسین نے جواب دیا کہ میں ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہوں۔

موافقین ان کی صفائی میں صرف یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر اور اپنے علاقہ کے طلبہ کو سنی مدرسوں میں بھیجتے، دیو بندی مدرسوں میں بھیجنے سے روکتے، ان کے یہاں رشتہ کرنے سے منع کرتے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعریف کرتے، ان کی عظمت اپنے شاگردوں کے دل میں بٹھاتے۔ کسی بیان میں یہ صراحت نہیں ہے کہ کسی موقع پر صاف صاف انھوں نے یہ کہا کہ "میں اکابر دیو بند کو کافر جانتا ہوں" سوائے اس موقع کے جب حافظ زاہد حسین کے خطوط پکڑے جانے پر اختلاف اٹھا اور ان کے موافق علما کو بھی ان کے عقیدۂ تکفیر سے متعلق شک ہوا۔ تو ایک تحریر لکھی گئی۔ جس پر انہوں نے دستخط کیا۔ وہ تحریر حسب ذیل ہے:-

۷۸۶/۹۲

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

عبدالرشید گنگوہی (رشید احمد)، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، مرتضیٰ حسن دربھنگوی و دیگر علماے دیوبند خذلہم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ نے شان رسالت علیہ التحیۃ و الثناء میں جو اہانت آمیز کلمات لکھے ہیں اور جن کلمات شنیعہ کی بنیاد پر علماے حرمین شریفین نے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے بلکہ ان کے کفر و عذاب میں شک کرنے والے کو بھی کافر فرمایا ہے۔

لہذا جو شخص عبدالرشید گنگوہی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، مرتضیٰ حسن دربھنگوی اور دیگر شان رسالت میں گستاخی کرنے والے کو کافر نہ کہے اور انھیں کافر نہ جانے بلکہ اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، خواہ وہ علماے بریلوی ہوں یا علماے پھلواری۔

تصدیق:- میں محمد زاہد حسین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر مذکورہ بالا عبارتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والے خواہ علماے بریلوی ہوں یا علماے پھلواروی یا اور کوئی ہوں، میں انھیں کافر مانتا ہوں۔ بلکہ ان کے کفر و عذاب میں بھی شک کرنے والے کو کافر مانتا ہوں۔

محمد زاہد حسین

(۲) دوسرا مسئلہ مذکورہ پیران پھلواری کا موقف شاہ بدر الدین کے بارے میں فریق مخالف نے کوئی واضح موقف نہیں پیش کیا۔ جبکہ فریق موافق شرکتِ ''ندوہ'' سے علیٰحدگی و بیزاری اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ پر اعتماد کا مطبوعہ ثبوت پیش کیا۔

شاہ محی الدین کے بارے میں فریق مخالف نے شاہ عون کی کتاب ''حیات محی الملۃ'' کا اقتباس پیش کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شاہ محی الدین، علماے دیوبند کی کفری عبارتوں پر ان کی تکفیر نہیں کرتے تھے، ہاں ان کو خاطی مانتے تھے یہ کتاب شاہ عون احمد کی لکھی ہوئی ہے جو دیوبندیت سے بہت قریب ہیں، اور اپنی پیری برقرار رکھنے کے لیے عرس و فاتحہ جیسے مراسم اہل سنت کے بھی پابند ہیں، انہوں نے پھلواروی مسلک کے نام سے ایک مستقل نظریہ، عدم تکفیرِ علماے دیوبند اپنا رکھا ہے، جس کے وہ سرگرم مبلغ اور داعی ہیں۔ ایسے لوگ

اپنے موقف کی تقویت کے لیے بہت سی اختراعی باتیں پیدا کر لیتے ہیں۔ انھیں میں سے یہ بھی ہے کہ معروف بزرگوں کی طرف یہ منسوب کر دیتے ہیں کہ ان کا بھی وہی نظریہ تھا جو ہمارا ہے۔

اس لیے اس بات کا قوی احتمال ہے کہ شاہ محی الدین کی طرف عدم تکفیر کا انہوں نے غلط انتساب کر دیا ہو، اور ان کا فتوی یا مکتوب بھی وضع کر لیا ہو۔ جیسے ''غم پر ملال'' میں شاہ بدر الدین کے متعلق اظہار ہے کہ وہ تا حیات ''ندوہ'' کے حامی و سرپرست رہے، جبکہ خود ان کا مطبوعہ مکتوب واضح اور صریح طور پر ''غم پر ملال'' کے بالکل برخلاف ہے۔

ہاں! کتاب ''حیات محی الملۃ'' شاہ امان اللہ کی زندگی میں ان کے گھر سے شائع ہوئی۔ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے پڑھی بھی ہوگی، اس میں ان کے پیر کا مذہب، مسلک عدم تکفیر بیان کیا گیا ہے۔ اگر ان کا یہ مسلک نہیں تھا تو ضروری تھا کہ شاہ امان اللہ اس کی تردید شائع کرتے، مگر انہوں نے اس کا رد شائع نہ کیا۔ یا تو اس لیے کہ یہ بھی شاہ عون احمد ہی کی طرح اس نئے نظریہ کے حامی تھے، یا اس لیے کہ شاہ محی الدین واقعۃً علماے دیوبند کی تکفیر کے قائل نہ تھے، یا اس لیے کہ یہ شاہ عون کے خلاف اعلان میں اپنی جان و آبرو کے لیے خطرہ محسوس کرتے تھے، یا اپنی سجادہ نشینی برقرار رکھنے کے لیے سکوت میں عافیت سمجھتے تھے۔ بہر حال ان کی حیثیت سخت مجروح ہے۔

فریق مخالف نے دو گواہ بھی پیش کیے، جن کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ امان اللہ صاحب بھی عدمِ تکفیر کا مسلک رکھتے تھے، مگر یہ خبر آحاد ہے۔ اور بعض دار الافتاؤں سے تواتر کی جو بات صادر ہوئی ہے اس میں یہ امر محل نظر ہے کہ یہ تواتر عرفی ہے یا قطعی و اصطلاحی، جو ایسے مسئلہ میں مطلوب ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ حافظ زاہد حسین کی تحریر اور اس سے متعلق اعتراض و جواب:

(۱) اس تحریر کی نقل گذر چکی ہے، اس میں علماے دیوبند کو نامزد کر کے تکفیر ہے۔ اور ان کے کفر میں شک کرنے والوں سے متعلق اجمالاً یہ درج ہے کہ وہ بریلوی ہوں یا پھلواروی یا اور، ان کو بھی کافر جانتا ہوں۔

بیان میں مولانا جیش محمد صاحب نے کہا کہ اس تحریر کے پیش ہونے کے بعد ہم نے حافظ زاہد حسین سے شاہ امان اللہ اور شاہ عون احمد کو نامزد کر کے تکفیر کا مطالبہ کیا، مگر انہوں نے صراحتاً اس سے انکار کیا۔

مولانا محمد اسرائیل، مولانا محمد عثمان اور مولانا عبد العزیز کے بیان مورخہ ۲۶/ستمبر ۱۹۹۶ء میں یہ ہے۔ کہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا جیش محمد نے علماے پھلواری کی تکفیر کا مطالبہ کیا تھا مگر ہمارے سامنے کی بات نہیں ہے لیکن مولوی محمد اسرائیل وغیرہ نے مقدمہ کی سماعت کے لیے جو تحریری فائل پیش کی ہے اس میں مولانا عبد المنان کلیمی کا ایک استفتاء مع جواب موجود ہے، جس کو مولانا محمد اسرائیل وغیرہ نے بطور ثبوت پیش کیا ہے اس استفتاء میں زاہد حسین کو زید کے نام سے اور مولانا جیش محمد کو بکر کے نام سے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں حافظ زاہد حسین کی تکفیر دیابنہ پر تصدیقی تحریر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

چونکہ زید کے ایمان و عقیدہ کے بارے میں شکوک و شبہات کے افواہ بکر کی طرف منسوب تھیں، اس لیے علماے اہل سنت کا وفد زید کے ہمراہ بکر کے یہاں پہونچا، اور زید کی تصدیقی تحریر کا ذکر کرتے ہوئے علماے اہل سنت کے وفد نے بکر سے کہا کہ بکر صاحب زید صاحب سے ہم لوگوں نے حسام الحرمین شریف وغیرہ کے بارے میں تحریری ثبوت لے لیا ہے، اب آپ زید جو ابھی تشریف فرما ہیں، کے بارے میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ کریں اور غلط پروپیگنڈے سے پرہیز فرمائیں۔ بکر نے اس مجلس میں زید کے سابقہ دو خطوط کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، اور کہا اس طرح کی تصدیقی تحریر سے کیا ہوتا ہے، زید سے مخاطب ہو کر آپ یہ بتائیں کہ علماے پھلواری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ لوگ توہین رسول کرنے والے کو کافر نہیں جانتے ہیں، زید نے جواب دیا کہ اگر وہ لوگ توہین رسول کرنے والے کو کافر نہیں جانتے ہیں تو وہ لوگ بھی اسی زمرے میں ہیں، زید کے اس جواب پر بکر نے یہ کہا کہ آپ اگر مگر کیوں لگاتے ہیں، صاف کہیے کہ امان سابق قریبی سجادہ نشیں پھلواری، ہامان، عون برادر امان فرعون کافر۔ بکر کی اس بات پر زید خاموش ہو گئے۔ (صفحہ ۴)

استفتاء کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ زاہد حسین کی تصدیقی تحریر کو جو

علما لے کر مولانا جیش صاحب کے پاس گئے تھے ان کے ہمراہ حافظ زاہد حسین بھی تھے اور چونکہ یہ استفتاء مولوی محمد اسرئیل اور حامیان حافظ زاہد حسین نے بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ اس لیے یہ ان پر حجت ہے۔

اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ مولانا جیش محمد صاحب نے حافظ زاہد حسین سے شاہ امان اللہ صاحب اور شاہ عون صاحب کی تکفیر کا مطالبہ کیا۔ تو حافظ زاہد حسین خاموش رہے۔ جو کم سے کم توقف ہے۔

مولانا جیش محمد صاحب کی طرف سے سماعت کے لیے جو فائل فیصل بورڈ کو پیش کی گئی ہے اس میں صفحہ ۱۸ و صفحہ ۱۹ پر ایک استفتاء مندرج ہے، جس میں حافظ زاہد حسین کو لفظ زید اور مولانا جیش محمد کو لفظ بکر سے یاد کیا ہے۔ اس استفتاء میں زید کی تصدیقی تحریر درج کرنے کے بعد یہ عبارت ہے:

اس تحریر کے ساتھ حاضرینِ مجلس زید کو بکر کے پاس لائے تو بکر نے زید سے سوالات کیے، آپ اس تحریر میں علمائے دیوبند کو کافر کہتے ہیں۔ مگر جو خطوط آپ نے بنام افراد پھلواری لکھے ہیں وہ میرے پاس موجود ہیں، کہیے تو لا کر دکھادوں، ان سے وہ رسالہ علمائے محتاطین علمائے دیوبند کو کافر کہنے سے پرہیز کریں" طلب کرنے کا کیا مطلب ہے؟ زید اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس تحریر میں علمائے بریلی کے لانے کی کیا ضرورت؟ جب وہ علمائے دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔ رہ گئے موجودہ علمائے پھلواری تو وہ علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے، جیسا کہ آپ کو بھی یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ امان بے ایمان اور عون احمق علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے۔ اس لیے یہ کہیے کہ میں ان دونوں کو کافر کہتا ہوں۔ زید یہاں بھی خاموش ہی رہا۔

یہ استفتاء مولانا جیش محمد صاحب نے محمد یونس وغیرہ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اور ثبوت کی فائل ان کے حکم سے مولانا احمد حسین برکاتی وغیرہ نے مرتب کی ہے۔ اس لیے مولانا جیش محمد اور مولانا احمد حسین پر یہ حجت ہے۔

(۲) اس استفتاء کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اہل پھلواری کی تکفیر کے مطالبہ پر حافظ

زاہد حسین خاموش رہے۔ نہ صراحۃً تکفیر کی، نہ صراحۃً تکفیر سے انکار کیا مگر مولانا جیش محمد صاحب نے مظفر پور میں زبانی بیان دیتے ہوئے یہ کہا کہ (مطالبۂ تکفیر اہل پھلواری پر) حافظ زاہد حسین نے کہا کہ ہم علمائے پھلواری کو کافر نہیں کہیں گے، کیونکہ بریلی والوں نے ان کو کافر نہیں کہا ہے۔ یہ مندرجہ بالا تحریری بیان کے خلاف ہے۔

اسی طرح مولانا احمد حسین برکاتی نے ۱۸/ اکتوبر ۹۶ء کو مظفر پور میں اپنے زبانی بیان میں یہ کہا کہ (مذکورہ موقع پر) حافظ زاہد نے کہا۔ میں ان کو کافر نہیں کہتا، میں ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتا ہوں۔

پہلا جملہ مذکورہ بالا تحریر کے خلاف ہے اور دوسرا جملہ مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ مولانا جیش محمد صاحب کے زبانی بیان کے بھی خلاف ہے، مولانا احمد حسین صاحب نے اپنے مکتوب میں بھی لکھا ہے کہ شیر نیپال نے علمائے پھلواری کی تکفیر کا مطالبہ کیا تو کہنے کو تیار نہ ہوا۔ (مختصرًا) بلکہ اس کا مفادیہ ہے کہ جس مجلس میں انھوں نے علمائے دیوبند کی تکفیر پر اپنی تصدیقی تحریر پیش کی، اسی مجلس میں اپنے زبانی بیان سے اس کو رد بھی کردیا۔ حالانکہ یہ صورت ہرگز پیش نہ آئی۔ کیونکہ موافقین، مخالفین اور خود مولانا جیش محمد صاحب کے بیان سے یہ ثابت ہے کہ مولانا نے یہ تسلیم کیا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر تو کردی، مگر اہل پھلواری کے دو شخصوں کو نامزد کر کے ان کی تکفیر کے مطالبہ پر خاموش رہے۔

ثبوت کے طور پر پیش کی گئی فائل کے تحریری بیان اور بالمشافہ سماعتِ مقدمہ کے دوران زبانی بیان میں یہ اختلاف اور تعارض افسوسناک ہے۔

جس طرح فریق موافق نے تحریری فائل میں تصدیقی تحریر جنک پور مولانا جیش محمد کے پاس لے جانے کے وقت حافظ زاہد حسین کا بھی ساتھ جانا اور مولانا جیش محمد کا ان سے گفتگو کرنا ذکر کیا، پھر زبانی بیان میں اس موقع پر ان کی معیت سے ہی بالکل انکار کردیا، جب کہ فریق مخالف نے زبانی اور تحریری دونوں بیان میں معیت کا ذکر کیا ہے، اس لیے قدرے متفق علیہ کو اصل اور صحیح قرار دیتے ہوئے یہ مانا جائے گا کہ اس موقع پر حافظ زاہد حسین ساتھ تھے اسی طرح فریق مخالف نے تحریری فائل میں یہ بتایا کہ اہل پھلواری کی تکفیر کے مطالبہ پر

حافظ زاہد حسین خاموش رہے، اور زبانی بیان میں یہ کہا کہ حافظ زاہد حسین نے اہل پھلواری کے عدم تکفیر کو قطعی طور پر جاننے کا اقرار کیا۔ اور ان کی تکفیر سے انکار کیا۔

مولانا جیش محمد صاحب سے ان کے بیان پر جرح کرتے ہوئے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حافظ زاہد حسین قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اہل پھلواری علماے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ مجھ کو ان کے اقرار سے ہی معلوم ہوا کہ وہ اس بات سے مطلع ہیں۔ کس موقع پر اقرار کیا؟ اس کا جواب یہ دیا کہ جب مولوی عبد الحمید وغیرہ حافظ زاہد کی تصدیق تحریر لائے تھے تو میں نے حافظ زاہد حسین سے کہا تھا کہ خدا کی قسم بے ایمان امان علماے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا اور آپ کو بھی اس کا علم یقینی حاصل ہے کہ وہ کافر نہیں کہتے، اور عون احمق چوں کہ علماے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا اور خدا کی قسم نہیں کرتا اور آپ کو بھی اس کا علم ہے تو آپ کہیے کہ بے ایمان امان اور عون احمق کافر و مرتد ہے، اس وقت حافظ زاہد حسین نے کہا کہ ہاں وہ لوگ خاطی کہتے ہیں، کافر نہیں کہتے۔

(۳) پہلے کے تحریری بیانات کے پیش نظر یہی مانا جائے گا کہ اس موقع پر حافظ زاہد حسین نے علماے پھلواری کو کافر کہنے سے نہ صراحۃً انکار کیا نہ ہی صراحۃً یہ اقرار کیا کہ ہاں یہ لوگ خاطی کہتے ہیں، کافر نہیں کہتے اس لیے مولانا جیش محمد صاحب نے جو یہ کہا کہ مجھے اس موقع پر ان کے اقرار سے ہی علم یقینی ہوا" وہ صحیح نہیں کیوں کہ مبنیٰ ہی صحیح نہیں۔

اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کی تکفیر پر دستخط کرنے کے بعد حافظ زاہد حسین کی حالت کیا رہی؟ وہ اس پر قائم رہے؟ یا اس کے خلاف کوئی اعتقاد ظاہر کیا؟۔ موافقین کا بیان ہے کہ وہ اس پر قائم رہے۔ مخالفین اس کے خلاف صرف ایک خبر واحد لاتے ہیں۔ کوئی قطعی متواتر ثبوت نہیں دیتے۔ موافقین بھی اس تحریر سے قبل یا بعد یہ اقرار ان سے کہیں نقل نہیں کرتے کہ وہ علماے دیوبند کی تکفیر کی صراحت کرتے تھے۔ بلکہ مولانا کلیم الدین صاحب جو عرصہ تک ان سے متعلق رہے وہ کہتے ہیں کہ اس موضوع پر ان سے کبھی گفتگو نہ ہوئی۔ اور اس کی صراحت ان سے ہم نے نہ سنی۔

قابل توجہ امر یہ ہے کہ حافظ زاہد حسین کا تعلق زندہ و وفات یافتہ سبھی علما و پیران

پھلواری سے رہا۔ اور وہ ان کے ساتھ عقیدت اور تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے رہے۔ ان حضرات میں شاہ بدر الدین، شاہ محی الدین، شاہ امان اللہ کے بارے میں اگر چہ بحث و کلام بہت ہے مگر موجودہ علماے پھلواری کا رُخ دیوبندیوں کی جانب ہے یا اہل سنت کی طرف؟ وہ کس طرف جارہے ہیں؟ اور عقیدۃً، مسلکاً عملاً ان کا تعلق کس سے ہو چکا ہے؟ یہ بالکل واضح ہے، خصوصًا شاہ عون احمد اور اس کے اذناب نہ صرف یہ کہ عدم تکفیر کے قائل ہیں، بلکہ مؤید و مبلغ بھی، علماے دیوبند سے گہرا یارانہ ہے۔ اور اہل سنت سے سخت معاندت۔ حافظ زاہد حسین ان سے بھی تعظیم و عقیدت کا معاملہ رکھتے تھے، اس کی تردید موافقین کے بیان سے بھی نہ ہو سکی۔ اگر چہ اس تحریر کے بعد اس تعلق کے ثبوت پر زیادہ شہادتیں نہیں ہیں، ایک دو ہیں، اور ان پر بھی موافقین کو کلام ہے۔ قائل کفر کی تکفیر کلامی کے لیے ضروری ہے کہ تکفیر کرنے والے کے نزدیک احتمال فی الکلام، احتمال فی التکلم اور احتمال فی المتکلّم تینوں مرتفع ہوں، بعد ارتفاع احتمالات مذکورہ اگر وہ تکفیر نہیں کرتا تو اس کی بھی تکفیر ہوگی بشرطیکہ اس کے تعلق سے بھی احتمال فی الکلام، احتمال فی التکلم اور احتمال فی المتکلّم تینوں مرتفع ہوں۔

(۴) مولانا جیش محمد صاحب نے جو شواہد پیش کیے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حافظ زاہد حسین مذکورہ مراحل سے گذر چکے تھے۔ اس لیے مولانا جیش محمد صاحب کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک حافظ زاہد حسین کا کفر کلامی ثابت ہے، یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس پر وہ ضروری دلیل فراہم نہ کر سکے۔

حافظ زاہد حسین کے جملہ احوال پر غائر نگاہ ڈالنے سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ انھوں نے دیوبندیوں کی تکفیری تحریر پر تصدیقی دستخط ثبت کرنے کے قبل و بعد اس مسئلہ میں اپنی پوزیشن واضح اور نمایاں نہیں رکھی، دیگر معاملات میں وہ دیوبندیوں سے الگ اور اہل سنت کے موافق و مبلغ اگر چہ بتائے جائیں۔ مگر تکفیر کے معاملہ میں قبل و بعد کی غیر واضح روش اور خود تحریر پیش ہونے کے وقت موخذات پر ان کے سکوت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں متہم ضرور ہیں اور ان کی سنّیت مشتبہ ہے۔

حکم

مذکورہ جملہ تفصیلات کی روشنی میں "فیصل بورڈ" اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ مشتبہ ومتہم حافظ زاہد حسین مذکور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا مانا جائے۔ اور ان کا عرس کیا جائے اسی طرح مسئلہ تکفیر کی نزاکت اور اس کے طویل الذیل جزئیات و مباحث پر نظر کرتے ہوئے، اور "الاسلام یعلو و لا یعلیٰ" کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ثبوت غیر قطعی کو قطعی مان کر ان کی تکفیر کی جائے، اور ان کو سنی جاننے ماننے والے افراد کو بھی انھیں کے زمرے میں شمار کیا جائے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ضیاء المصطفیٰ قادری   فقیر محمد مطیع الرحمن غفرلہ   محمد احمد مصباحی

مورخہ ۳/ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ   ۳/ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ   ۸/ اگست ۹۷ء

ذٰلک کذالک انی مصدق لذلک۔ فیصلہ مندرجہ بالا فقیر نے بغور سنا فقیر اس کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

آل مصطفیٰ مصباحی   ۴/ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

نقل مطابق اصل محمد احمد مصباحی ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

مقدمہ کا حاصل مطالعہ: مندرجہ بالا مقدمہ کا حاصل مطالعہ کچھ یوں ہے:

(۱) حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد ان کے تعلق سے دو فریق ہو گئے۔ (۱) فریق اول (۲) فریق دوم۔

(۲) فریق اول کا موقف تھا کہ حضور زاہد ملت کافر تھے۔

(۳) فریق دوم کا موقف تھا کہ حضور زاہد ملت صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے۔

(۴) دونوں فریق میں اختلاف بڑھتا ہی گیا جس کے تصفیہ اور حضور زاہد ملت کے تعلق سے صحیح حکم شرعی کے لیے حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان مد ظلہ العالی کی بارگاہ کی طرف رجوع کیا گیا۔

(۵) آپ نے فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطر صاحب قبلہ، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اور عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ پر مشتمل تین رکنی مجلس تشکیل دی۔

(۶) دونوں فریق نے مذکورہ مجلس کی بارگاہ میں اپنے اپنے موقف پر ثبوت اور دلائل پیش کیے۔

(۷) حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر دیابنہ و وہابیہ کی تکفیر کے قائل تھے نیز ”حسام الحرمین“ کے فتویٰ ”من شك فی كفره و عذابه فقد كفر“ کے بھی قائل تھے۔

(۸) حضرت شاہ بدر الدین مجیبی کے سنی ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں فریق اول یعنی فریق مخالف نے کوئی واضح موقف پیش نہیں کیا۔

(۹) فریق دوم یعنی فریق موافق نے حضرت شاہ بدر الدین کے سنی ہونے پر شرکت ندوہ سے علیحدگی و بیزاری اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتماد کا مطبوعہ ثبوت پیش کیا۔

(۱۰) شاہ محی الدین کے بارے میں فریق مخالف نے شاہ عون احمد کی کتاب ”حیات محی الملۃ“ کا اقتباس پیش کیا جس کا حاصل ہے کہ شاہ محی الدین، علماے دیوبند کے کفری عبارتوں پر ان کی تکفیر نہیں کرتے تھے، ہاں ان کو خاطی مانتے تھے۔

(۱۱) لیکن اس کتاب کا مصنف شاہ عون احمد ہے جو دیوبندیت سے بہت قریب ہیں۔

(۱۲) اس (شاہ عون) نے پھلواروی مسلک کے نام سے ایک مستقل نظریہ، عدمِ تکفیر علماے دیوبند رکھا اور ساتھ ہی اس نظریہ کے سرگرم مبلغ ہیں۔

(۱۳) اس لیے قوی امکان ہے کہ اس نے اپنے نظریہ کی تقویت کے لیے شاہ محی الدین کی طرف ”عدمِ تکفیر“ کی غلط نسبت کر دی اور ان کا فتویٰ یا مکتوب بھی وضع کر لیا۔

(۱۴) کیوں کہ اسی طرح کی ایک ناپاک کوشش کرتے ہوئے شاہ عون نے ”غم پر ملال“

میں شاہ بدر الدین کے متعلق لکھا کہ وہ تاحین حیات ''ندوہ'' کے حامی و سرپرست رہے حالاں کہ شاہ بدر الدین کا مطبوعہ مکتوب خود ''غم پر ملال'' کی تردید کرتا ہے۔

(۱۵) ظاہر ہے کہ جس کتاب میں اپنے مفاد کے لیے کسی سنی کا تعلق دانستہ طور پر دیوبندیوں سے بتایا گیا ہو وہ کتاب نیز ایسے مصنف کی دیگر تحریرات علماے اہل سنت کے تعلق سے کسی قدر قابل استنادو استدلال نہیں ہو سکتے ہیں۔

(۱۶) شاہ امان اللہ صاحب کے بارے میں بھی جو مشہور ہے کہ وہ عدم تکفیر کا مسلک رکھتے تھے یہ صرف خبر آحاد ہے جو مسئلہ دائرہ میں لائق التفات نہیں۔

(۱۷) شاہ امان اللہ سخت مجروح ہے۔ یعنی ان کی سنیت مجروح ہے لہٰذا وہ کافر نہیں۔

(۱۸) حافظ زاہد حسین صاحب کو عون احمد وغیرہ کے مسلک عدم تکفیر دیابنہ کا علم نہ تھا کیوں کہ فریق مخالف نے جس بنیاد پر علم کو ثابت مانا وہ بنیاد ہی صحیح نہیں۔

(۱۹) مولانا جیش محمد صاحب نے جو شواہد پیش کیے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حافظ زاہد حسین مذکورہ (قائل کفر کی تکفیر کلامی کے لیے ضروری ہے کہ تکفیر کرنے والے کے نزدیک احتمال فی الکلام، احتمال فی التکلم اور احتمال فی المتکلّم تینوں مرتفع ہونے کے) مراحل سے گزر چکے ہیں۔

(۲۰) اس لیے مولانا جیش محمد صاحب کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک حافظ زاہد حسین کا کفر کلامی ثابت ہے، یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس پر وہ ضروری دلیل فراہم نہ کر سکے۔

(۲۱) حافظ زاہد حسین مشتبہ اور متہم ہیں اور ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا نہ مانا جائے اور ان کا عرس بھی نہ کیا جائے۔

(۲۲) ثبوت غیر قطعی کو قطعی مان کر ان (حافظ زاہد حسین) کی تکفیر کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

(۲۳) ان (حافظ زاہد حسین) کو سنی جاننے ماننے والے افراد کو بھی انہیں (مشتبہ متہم) کے زمرے میں شمار نہ کیا جائے۔

(۲۴) حافظ زاہد حسین کی تکفیر کے تعلق سے جو بھی دلائل پیش کیے گئے وہ سب کے سب غیر قطعی ہیں۔

فیصل بورڈ کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ: اب فیصل بورڈ کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اور غور فرمائیں۔ فیصل بورڈ نے فیصلہ کرتے ہوئے رقم فرمایا:

”مذکورہ جملہ تفصیلات کی روشنی میں ”فیصل بورڈ“ اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ مشتبہ و متہم حافظ زاہد حسین مذکور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا مانا جائے۔ اور ان کا عرس کیا جائے“۔

دو باتیں قابل غور: فیصلے کے مذکورہ اقتباس میں دو باتیں قابل غور ہیں:

(۱) حافظ زاہد حسین مشتبہ و متہم ہیں۔

(۲) حافظ زاہد حسین ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا مانا جائے اور ان کا عرس کیا جائے۔

”اہل سنت کا مقتدا و پیشوا نہ مانا جائے“ کا سبب: مذکورہ دو باتوں میں سے دوسری بات یعنی حافظ زاہد حسین کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا نہ مانا جائے اور ان کا عرس نہ کیا جائے کا سبب فیصل بورڈ کی نظر میں حافظ زاہد حسین کا تکفیر دیابنہ کے تعلق سے متہم ہونا اور ان کی سنیت کا مشتبہ ہونا ہے۔ جیسا کہ فیصل بورڈ کے درج ذیل عبارت سے واضح ہے:

”حافظ زاہد حسین کے جملہ احوال پر غائر نگاہ ڈالنے سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ انھوں نے دیوبندیوں کی تکفیری تحریر پر تصدیقی دستخط ثبت کرنے کے قبل و بعد اس مسئلہ میں اپنی پوزیشن واضح اور نمایاں نہیں رکھی، دیگر معاملات میں وہ دیوبندیوں سے الگ اور اہل سنت کے موافق و مبلغ اگرچہ بتائے جائیں۔ مگر تکفیر کے معاملے میں اور خود تحریر پیش ہونے کے وقت موخذات پر ان کے سکوت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں متہم ضرور ہیں اور ان کی سنّیت مشتبہ ہے“۔

”اس مسئلہ میں متہم ضرور ہیں اور ان کی سنّیت مشتبہ ہے“ کا سبب: اور حافظ زاہد حسین کا تکفیر دیابنہ کے معاملے میں متہم اور ان کی سنیت کے مشتبہ ہونے کا سبب فیصل بورڈ کی نظر میں حافظ صاحب کا دیابنہ کی تکفیری تحریر پر تصدیقی دستخط کے

قبل و بعد غیر واضح روش اور مواخذات پر حافظ صاحب کا سکوت ہے۔ جیسا کہ درج بالا اقتباس سے ظاہر و باہر ہے۔ فیصل بورڈ کے فیصلے کا خلاصہ یہ نکلا کہ حافظ صاحب کو مقتدا اور پیشوا نہ مانا جائے اور نہ ان کا عرس کیا جائے کیوں کہ حافظ صاحب تکفیر دیابنہ کے معاملے میں متہم اور ان کی سنیت مشتبہ ہے۔

فیصل بورڈ کا فیصلہ صحیح یا غلط؟: فیصل بورڈ کا حکم کہ حافظ زاہد حسین مذکور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا مانا جائے۔ اور ان کا عرس کیا جائے، اس وقت صد فیصد درست ہوتا جب بنیاد (یعنی تکفیر دیابنہ کے معاملے میں متہم ہونا اور ان کی سنیت کا مشتبہ ہونا) صحیح ہوتی لیکن بنیاد صحیح نہیں۔ کیوں درست نہیں؟ تو ملاحظہ فرمائیں۔ اس لیے درست نہیں کہ تکفیر دیابنہ کے تعلق سے حضور زاہد ملت کی نہ کوئی تحریر موجود اور نہ کوئی قول منقول تو اب ان کا کردار و عمل ہی ان کے موقف کی رہنمائی کرے گا کیوں کہ جب کوئی شخص ایسا ہو کہ کسی چیز کے متعلق اس کا موقف نہ تحریر میں ہو اور نہ قول میں اور وہ زندہ بھی نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اب اس کا عمل و کردار اس کے موقف کے لیے رہنما ہوگا۔ اور حضور زاہد ملت کا عمل دیابنہ و وہابیہ کے تعلق سے اتنا ستھرا اور اس قدر بے غبار ہے کہ ان کی ذات پر انگشت نمائی کرنے والوں نے بھی کبھی نہیں کہا کہ زاہد ملت نے اپنی کوئی رشتہ داری بدمذہبوں سے کی یا اپنے کسی طالب علم کو دیوبندی یا وہابی کے مدرسہ میں بھیجا ہے، بدمذہبوں کے کسی تقریب میں شرکت کی ہے، یا دیابنہ و وہابیہ کے ساتھ میل جول اور رسم راہ رہی ہے۔

مزید یہ کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ کتاب ’’حسام الحرمین‘‘ کی تصدیق کے بعد تکفیر دیابنہ و وہابیہ کے لیے مزید کسی ثبوت کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔

اکابرِ دیابنہ کی تکفیر کے تعلق سے زاہد ملت کا موقف: نیز علماے دیابنہ کی تکفیری تحریر پر تصدیقی دستخط ثبت کرنے اور حسام الحرمین کی تصدیق کے بعد بھی حضور زاہد ملت نے تکفیر دیابنہ کی ہے۔ چناں چہ خود فیصل بورڈ تحریر کرتے ہیں:

’’خود مولانا جیش محمد صاحب کے بیان سے یہ ثابت ہے کہ مولانا نے یہ تسلیم کیا کہ علماے دیوبند کی تکفیر تو کر دی، مگر اہل پھلواری کے دو شخصوں کو نامزد کر کے ان کی تکفیر کے

مطالبہ پر خاموش رہے‘‘۔

فیصل بورڈ کی یہ عبارت کہ’’ مولانا (جیش محمد صاحب) نے یہ تسلیم کیا کہ علماے دیوبند کی تکفیر تو کردی‘‘ سے بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ تکفیری تحریر پر تصدیقی دستخط کے بعد بھی حضور زاہد ملت نے علماے دیابنہ کی تکفیر کی کیوں کہ علماے اہل سنت کے مطالبے پر حضور زاہد ملت کا تصدیق کرنا الگ موقع پر ہے اور مولانا جیش محمد صاحب کی’’ تسلیم‘‘کا تعلق کسی اور موقع سے ہے کیوں کہ جس وقت علماے اہل سنت نے تصدیق لی تھی اس وقت مولانا جیش محمد صاحب وہاں نہیں تھے لیکن ان کی تسلیم نے واضح کر دیا کہ ان کے سامنے بھی حضور زاہد ملت نے تکفیر دیابنہ کی۔

زاہد ملت نے اہل پھلواری کے دو اشخاص کی نامزد تکفیر کیوں نہ کی: ہاں! حضور زاہد ملت نے اگر تکفیر نہیں کی تو وہ اہل پھلواری کے دو شخصوں کو نامزد کر کے تکفیر نہیں کی بلکہ خاموش رہے۔کیوں خاموش رہے اور تکفیر کیوں نہیں کی؟ اہل علم پر روشن ہے کہ کسی بھی شخص کو نامزد کر کے تکفیر اسی وقت کی جاتی ہے جب اس شخص کے کفر کا قطعی طور پر علم ہو اور حضور زاہد ملت کو اہل پھلواری کے دو شخصوں (شاہ امان و شاہ عون جن کی تکفیر کا مطالبہ مولانا جیش صاحب حضور زاہد ملت سے کر رہے تھے) کے کفر (یعنی مذکورہ دونوں کے علماے دیوبند کی تکفیر نہ کرنے) کا علم نہیں تھا اور جب علم نہیں تھا تو تکفیر کیوں کر کرتے۔ اور علم نہ ہونے کو خود فیصل بورڈ نے تسلیم کیا۔ جیسا کہ فیصل بورڈ کے درج ذیل عبارت سے اظہر من الشمس ہے:

’’ مولانا جیش محمد صاحب سے ان کے بیان پر جرح کرتے ہوئے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حافظ زاہد حسین قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اہل پھلواری علماے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے۔تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ مجھ کو ان کے اقرار سے ہی معلوم ہوا کہ وہ اس بات سے مطلع ہیں۔کس موقع پر اقرار کیا؟ اس کا جواب یہ دیا کہ جب مولوی عبد الحمید وغیرہ حافظ زاہد کی تصدیقی تحریر لائے تھے تو میں نے حافظ زاہد حسین سے کہا تھا کہ خدا کی قسم بے ایمان امان علماے

دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا اور آپ کو بھی اس کا علم یقینی حاصل ہے۔کہ وہ کافر نہیں کہتے، اور عون احمق چوں کہ علماے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتا اور خدا کی قسم نہیں کرتا اور آپ کو بھی اس کا علم ہے تو آپ کہیے کہ بے ایمان امان اور عون احمق کافر و مرتد ہے، اس وقت حافظ زاہد حسین نے کہا کہ ہاں وہ لوگ خاطی کہتے ہیں ، کافر نہیں کہتے۔

پہلے کے تحریری بیانات کے پیش نظر یہی مانا جائے گا کہ اس موقع پر حافظ زاہد حسین نے علماے پھلواری کو کافر کہنے سے نہ صراحۃً انکار کیا نہ ہی صراحۃً یہ اقرار کیا کہ ہاں یہ لوگ خاطی کہتے ہیں، کافر نہیں کہتے ۔۔۔ اس لیے مولانا جیش محمد صاحب نے جو یہ کہا کہ مجھے اس موقع پر ان کے اقرار سے ہی علم یقینی ہوا“ وہ صحیح نہیں۔کیوں کہ مبنیٰ ہی صحیح نہیں“ ۔

جب فیصل بورڈ کو خود یہ تسلیم کہ حضور زاہد ملت کو شاہ امان و شاہ عون کے کفر کا علم نہیں تھا اس کے باوجود فیصل بورڈ کا یہ کہنا کہ خود تحریر پیش ہونے کے وقت مواخذات پر ان کے سکوت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں متہم ضرور ہیں اور ان کی سنّیت مشتبہ ہے۔کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔کیوں کہ جب کفر کا علم نہیں تو سکوت کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے اور یہی حضور زاہد ملت نے کیا۔

اب جب کہ مذکورہ بالا تحریر سے فیصل بورڈ کی بنیاد غلط ثابت ہو گئی تو اس بنیاد پر جو حکم دیا گیا وہ حکم بھی غلط ہو گیا۔لہٰذا فیصل بورڈ کا یہ کہنا کہ حافظ زاہد حسین مشتبہ و متہم ہیں، غلط ہے۔

کتاب ”حیات مفتی اعظم نیپال : گوشۂ حیات و خدمات“ کی تضاد بیانیاں: یہ ہے ”مقدمہ حافظ زاہد حسین“ کا حاصل مطالعہ اور فیصلے کا تنقیدی جائزہ۔ اب کتاب ”حیات مفتی اعظم نیپال: گوشۂ حیات و خدمات“ کی وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں جو اس مقدمہ کے سراسر خلاف اور متضاد ہیں۔

تضاد ۱:- کتاب مذکور میں خانقاہ مجیبیہ پھلواری کے چوتھے سجادہ نشیں حضرت والا درجت شاہ بدر الدین کے بارے میں دیوبندی ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے جیسا کہ کتاب

کے صفحہ ۵۷ میں ''آثار پھلواری'' کے حوالے سے ہے:

''حضرت پیر و مرشد (شاہ بدر الدین) کی شرکت کے پیش نظر فاتحہ فرغ کا پہلا جلسہ خانقاہ پھلواری میں ہوا جس میں عبد الماجد بدایونی، سید سلیمان ندوی وغیرہما شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ و دیگر علماے کرام کے اجتماع میں دستار فضیلت باندھی گئی''۔

نیز اسی صفحہ میں ''غم پر ملال'' کا درج ذیل اقتباس نقل کیا گیا:

''ندوۃ العلما کے تمام عمر آپ (شاہ بدر الدین) سرپرست رہے اور گوشہ نشینی میں جو خدمتیں ممکن ہو سکیں کرتے رہے''۔

اور اسی صفحہ پر ماہ نامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ۹ / جلد ۱۲ / بابت ماہ رجب ۱۳۹۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۲ء کے صفحہ ۲۴ کے حوالے سے مرقوم ہے:

''سجادہ نشین چہارم مولانا شاہ بدرالدین حب جاہ کے لیے رسواے زمانہ دیوبندی دین کے پیر و علما کی سرپرستی میں امیر شریعت بن گئے اور بد عقیدہ و بد مذہب افراد و اشخاص کی صحبت و مجالست اور وداد ان کا طریقہ بن گیا۔ رفتہ رفتہ پوری طرح دیوبندیوں کی گود میں چلے گئے''۔

اب اس کتاب اور مقدمہ میں تضاد ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں شاہ بدر الدین کے تعلق سے دیوبندی ہونے کا واضح موقف پیش کیا گیا اور تقریباً ۲۸ سال قبل ان کے پاس شاہ بدرالدین کے بارے میں کوئی واضح موقف ہی نہیں تھا جیسا کہ ''مقدمہ حافظ زاہد حسین'' میں ہے:

''شاہ بدرالدین کے بارے میں فریق مخالف (مولانا جیش محمد اور اس کے اذناب) نے کوئی واضح موقف نہیں پیش کیا''۔

غور فرمائیں کہ کتنا زبردست تضاد ہے کہ آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل مولانا جیش محمد اور اس کے اذناب کے پاس شاہ بدر الدین کے بارے میں کوئی واضح موقف ہی نہیں تھا لیکن نہ جانے ۲۸ / سال کے بعد کون سی دلیل نازل ہو گئی کہ شاہ صاحب کے بارے میں دیوبندی ہونے کا واضح نظریہ پیش کیا۔

ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو بڑا تعجب ہوتا ہے کہ جس کتاب ''غم پر ملال'' کے حوالے سے آج ۲۸ / سال بعد شاہ بدرالدین کے بارے میں دیوبندی ہونے کا واضح نظریہ پیش کیا جارہا ہے وہ کتاب ۲۸/ سال قبل بھی ''مقدمہ حافظ زاہد حسین'' کے وقت ان کے پاس موجود تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس وقت فیصل بورڈ کے سامنے کوئی واضح موقف پیش نہیں کیا۔

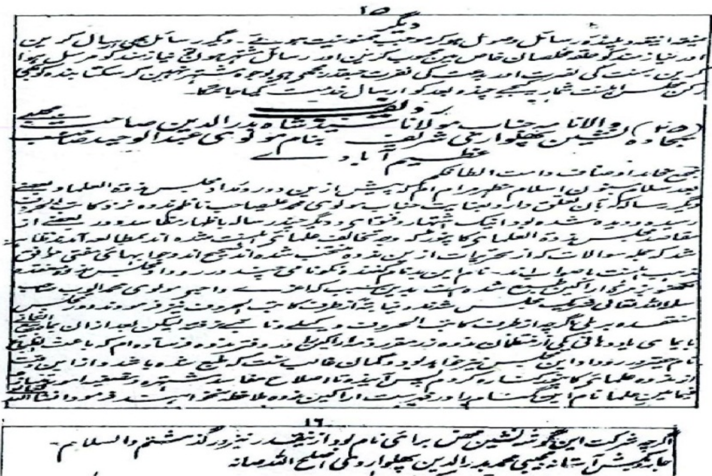
شاہ بدر الدین کی دیوبندیت کو ثابت کرنے کے لیے '' آثار پھلواری'' کا درج بالا اقتباس بھی پیش کیا گیا ہے حالاں کہ اس سے اس کے سوااور کچھ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ اس جلسہ میں شاہ بدر الدین کے علاوہ کچھ دیوبندی بھی شریک تھے۔ اگر اتنی سی بات پر ان کو دیوبندی کہا جائے تو اس کے زیادہ لائق مولانا جیش صاحب ہیں جس نے دیوبندیوں کے ایک مشہور و معروف ادارہ ''اشرف العلوم ''کنہواں سیتامڑھی میں تعلیم بھی حاصل کی اور وہاں سے دستار حفظ سے بھی سرفراز ہوئے۔

یہ بھی توجہ طلب امر ہے کہ شاہ بدر الدین کی دیوبندیت و بد مذہبیت پر'' مفتی اعظم نیپال'' میں جن تین کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے، کیا یہ کتابیں'' مقدمہ حافظ زاہد حسین'' کے موقع پر ان کے پاس تھی یا نہیں ؟ اگر تھی اور اس کے باوجود کوئی واضح موقف اس وقت اختیار نہ کرنا، واضح اشارہ کرتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت ان کے نزدیک بھی معتبر نہیں تھی جبھی تو سماعت مقدمہ کے وقت کوئی واضح موقف نہ تھا۔ اور اگر نہیں تھی اور بعد میں حاصل ہوئی تو عرض ہے کہ کسی شخص کی سنیت اور بزرگی کی خبر مشہور و معروف اور عام و تام ہو پھر ''آثار پھلواری اور غم پر ملال'' جیسی کتاب جن کے مصنف یا مرتب خود غالی قسم کے نہ صرف دیوبندی ہوں بلکہ اس کے مبلغ و مؤید اور حامی و ناصر ہوں، کی بنیاد پر کیا اس شخص کو اہل سنت سے خارج قرار دینا صحیح ہے یا ہمارے علماے اہل سنت کا اس شخص کو سنی صحیح العقیدہ ماننا، نہیں نہیں بلکہ انہیں بزرگ جاننا اور ان کے حق میں محترم و مکرم القاب و آداب لکھنا اور بارگاہ خداوندی میں ان کے وسیلہ سے دعا کرنا ان کی بزرگی اور ان کی سنیت کے لیے کافی ہے ؟۔

اب ذیل میں شاہ بدر الدین کی شخصیت کی ایک مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے

روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ آپ کی شخصیت کیا تھی اور علمائے اہل سنت آپ کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت شاہ بدر الدین کی شخصیت یہ تھی کہ آپ ''خانقاہِ مجیبیہ'' پھلواری شریف کے سجادہ نشیں تھے اور مرجع اہل سنت، مرکز اہل سنت اور علامت اہل سنت یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل اعتماد رکھتے تھے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آپ بھی تاعمر تحریک ندوہ سے ناراض و بیزار اور علیٰحدہ رہے اگرچہ شاہ عون احمد پھلواری نے اپنی کتاب ''غم پر ملال'' میں لکھا کہ آپ تاحیات ندوہ کے حامی و سرپرست رہے لیکن یہ بات کیوں کر قابل تسلیم ہوسکتی ہے جبکہ ''مکتوباتِ علما و کلام اہل صفا'' مرتبہ جناب حافظ سید محمد عبدالکریم قادری میں خود ان کا مطبوعہ مکتوب تحریک ندوہ کی مخالفت میں موجود ہے۔ ذیل میں وہ مکتوب ملاحظہ فرمائیں:



۱۵

دیگر

(ص ۲) جناب مولانا سید شاہ بدر الدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف بنام مولوی عبدالوحید صاحب عظیم آباد کے

جمیع حامیان و حمات دامت الطافکم

۱۶

پھر یہ بھی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاحیات تحریک ندوہ کے مخالف رہے اور ایسی حالت میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے صدر و سرپرست کا علم نہ ہو ممکن ہی نہیں، اب اگر شاہ بدر الدین تاحیات ندوہ کے حامی و سرپرست ہوتے تو اعلیٰ حضرت ضرور ان کی بھی مخالفت کرتے حالاں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بھی ان کی مخالفت نہیں فرمائی بلکہ جب شاہ

بدرالدین کے امیر اسلام ہونے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بارے میں محدث بریلوی کی بارگاہ میں استفتا کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی مخالفت کی نہ ان کا دیوبندی ہونا بتایا نہ ان کا حامی و سرپرستِ ندوہ ہونا بتایا اور نہ ان کے ہاتھ پر بیعت ہونا ناجائز و حرام قرار دیا۔ تو کیا جواب عطا فرمایا؟ ذیل میں جواب کا وہ حصہ جو شاہ بدرالدین سے متعلق ہے، درج کیا جاتا ہے ساتھ ہی سوال بھی۔ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ ۲۳: از واناپور محلہ شگونہ مسجد حنفیہ مسئولہ محمد حنیف خاں ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مولانا مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس، السلام علیکم! گزارش خدمت ہے کہ یہاں شہر پٹنہ ایک جگہ پر مجمع ہوا، جس میں علمائے بہار بھی شریک تھے اور عام لوگ بھی۔ مولوی ابوالکلام حامی ترک موالات نے تحریک کی کہ بہار واڑیسہ کے لیے ایک امیر اسلام ہونا چاہیے اس پر لوگوں نے حضرت اقدس شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی کو تجویز کر کے امیرِ اسلام بنایا، اب اعلان ہے کہ لوگ شہر کے امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کریں، لہٰذا حضور والا سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور امیرِ اسلام کے لیے کیا کیا شرائط از روئے قرآن شریف وفقہ شریف ہونا چاہیے اور جو لوگ بیعت نہ کریں کیا وہ لوگ گنہگار ہیں جواب تفصیل سے مع دلائل کے عنایت ہو بینوا توجروا۔

الجواب: ------اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کے دستور، نہ اس کا ترک گناہ و محذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار واڑیسہ کے جملہ علما پر نظر تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور۔۔۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۱۶۹۔۱۷۰)

اور پھر خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شاہ بدرالدین کی وفات کے ۲۶ر سال بعد اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر مشتمل ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ لکھی جس میں حضرت ملک العلما نے تحریک ندوہ سے بیزار اور علیٰحدہ رہنے والے حضرات کے اسمائے گرامی میں حضرت شاہ بدرالدین کے نام نامی کو اس طرح سے محترم و

مکرم الفاظ میں تحریر فرمایا: ''حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی سید شاہ بدرالدین صاحب جعفری زینبی زیب سجادہ پھلواری شریف۔

مزید برآں یہ کہ شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی فریدی مجیبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت شاہ بدرالدین کے جانشیں حضرت شاہ محی الدین علیہ الرحمہ کی باگاہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی اور یہ اجازت و خلافت حضرت شاہ بدرالدین کی وفات کے تقریباً ٦/ سال بعد حضرت شیخ المشائخ کو ۲۸/ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ کو ملی۔ اب توجہ طلب بات یہ ہے کہ اگر شاہ بدرالدین ''ندوہ'' کے حامی و سرپرست رہے ہوتے تو ضرور بالضرور حضرت شیخ المشائخ کو اس کی اطلاع ہوتی کیوں کہ ٦/ سال کا عرصہ کوئی مختصر عرصہ نہیں ہوتا نہیں، نہیں بلکہ ۱۰/ سال کی مدت۔ کیوں کہ مولانا جیش محمد صاحب کے نزدیک تو شاہ بدر الدین ۱۳۳۹ھ ہی میں دیوبندی ہو گئے تھے جیساکہ ''مفتی اعظم نیپال'' کے صفحہ ۵۷ میں ان کی دیوبندیت پر ماہ نامہ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے عیاں ہے۔ حالاں کہ حضرت شیخ المشائخ نے نہ صرف شاہ بدرالدین کے جانشین شاہ محی الدین کی اجازت و خلافت قبول کی بلکہ اپنے منظوم شجرہ قادریہ وارثیہ مجیبیہ بدریہ میں حضرت شابدرالدین کے واسطے سے بارگاہ باری تعالیٰ میں یوں دعاگو ہیں:

بدر کامل کی طرح روشن رہے سینہ میرا پیر بدرالدین بدر الاولیاء کے واسطے

مولانا جیش محمد کے ''محبوب'' شاگرد حاجی احمد حسین نے بزرگانِ مجیبیہ پھلواری شریف کو دیوبندی ثابت کرنے کے لیے ''مفتی اعظم نیپال'' کے صفحہ ۵۸/ میں ماہ نامہ اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۲۴ کا درجہ ذیل حوالہ پیش کیا:

''انحراف و گریزگی کی جو کسر رہ گئی تھی اسے مولانا بدرالدین کے بیٹے مولانا محی الدین نے پوری کردی''۔

حضرت شاہ بدرالدین کے متعلق اوپر مذکور ہوا کہ حضرت شاہ بدرالدین سنی صحیح العقیدہ بزرگ تھے کیوں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفتا کے جواب میں نہ ان کے امیر اسلام ہونے کی مخالفت کی، نہ ندوہ کے حامی و سرپرست ہونے کا ذکر کیا اور نہ ان کے دیوبندیت و وہابیت

سے متاثر ہونے کا کوئی تذکرہ فرمایا بلکہ اوپر پیش کیے گئے مکتوب سے خود ان کا ندوہ سے بیزار ہونا ثابت ہے۔ نیز شاہ بدر الدین کے جانشین شاہ محی الدین کی اجازت و خلافت کو حضرت شیخ المشائخ شاہ تیغ علی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف قبول فرمایا بلکہ اپنے منظوم شجرہ میں ان کے وسیلہ سے دعا کی اور ان کو " بدر الاولیا " سے یاد کیا۔

اب جب ثابت ہوا کہ حضرت شاہ بدر الدین سنی صحیح العقیدہ تھے تو اہل سنت و جماعت سے نہ انحراف رہا اور نہ گریزگی۔ اور جب انحراف و گریزگی رہی ہی نہیں تو "کسر رہ گئی" کا وجود ہی نہ ہوا پھر یہ کہنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ انحراف و گریزگی کی جو کسر رہ گئی تھی اسے مولانا بدرالدین کے بیٹے مولانا محی الدین نے پوری کر دی۔

تضاد ۲ :- شاہ بدر الدین کے بعد شاہ محی الدین کو بھی دیوبندی ثابت کرنے پر پورا زور صرف کرتے ہوئے " مفتی اعظم نیپال " کے صفحہ ۵۸ ہی میں شاہ عون احمد کی کتاب "محی الملۃ و الدین " کی عبارت پیش کی گئی کہ میں (شاہ محی الدین) دیوبندیوں کو خاطی سمجھتا ہوں، کافر نہیں کہتا۔ اس کے علاوہ اور بھی اسی کتاب کی کئی عبارتیں اپنی دلیل میں پیش کیں۔ لیکن یاد رہے کہ " محی الملۃ والدین " کسی سنی کی کتاب نہیں جس کو دلیل بنا کر کسی سنی صحیح العقیدہ کے ایمان پر ڈاکہ زنی کی جائے بلکہ یہ کتاب کس کی ہے، اس کتاب کی کیا حیثیت ہے اور کیا کتاب مذکور قابل استدلال ہے ؟؟؟ ان کے جواب ناچیز خود نہ دے کر صرف " فیصل بورڈ " کی درج ذیل عبارت پیش کر رہا ہے جس سے مذکورہ سوالات کے جواب حاصل ہو جاتے ہیں:

" یہ کتاب شاہ عون احمد کی لکھی ہوئی ہے جو دیوبندیت سے بہت قریب ہیں، اور اپنی پیری برقرار رکھنے کے لیے عرس و فاتحہ جیسے مراسم اہل سنت کے بھی پابند ہیں، انہوں نے پھلواروی مسلک کے نام سے ایک مستقل نظریہ، عدم تکفیرِ علمائے دیوبند اپنا رکھا ہے، جس کے وہ سرگرم مبلغ اور داعی ہیں۔ ایسے لوگ اپنے موقف کی تقویت کے لیے بہت سی اختراعی باتیں پیدا کر لیتے ہیں۔ انھیں میں سے یہ بھی ہے کہ معروف بزرگوں کی طرف یہ منسوب کر دیتے ہیں کہ ان کا بھی وہی نظریہ تھا جو ہمارا ہے۔

اس لیے اس بات کا قوی احتمال ہے کہ شاہ محی الدین کی طرف عدم تکفیر کا انہوں نے

غلط انتساب کر دیا ہو، اور ان کا فتوی یا مکتوب بھی وضع کر لیا ہو۔ جیسے ”غم پر ملال“ میں شاہ بدر الدین کے متعلق اظہار ہے کہ وہ تا حیات ”ندوہ“ کے حامی و سرپرست رہے، جبکہ خود ان کا مطبوعہ مکتوب واضح اور صریح طور پر ”غم پر ملال“ کے بالکل برخلاف ہے“۔

مندرجہ بالا ”فیصل بورڈ“ کی عبارت سے دو باتیں اظہر من الشمس وابین من الامس ہیں:

(۱) شاہ عون احمد اور اس کی تصنیف ”محی الملۃ والدین“ لائق اعتبار نہیں کیوں کہ شاہ عون دیوبندیت سے قریب ہیں جو اپنے موقف کی تقویت کے لیے بہت سی اختراعی باتیں پیدا کر لیتے ہیں جیسے اس نے ”غم پر ملال“ میں بتایا کہ وہ (شاہ بدر الدین) تا حیات ”ندوہ“ کے حامی و سرپرست رہے۔

(۲) شاہ عون نے پھلواروی مسلک کے نام سے ایک مستقل نظریہ، عدم تکفیرِ علماے دیوبند اپنا رکھا ہے، جس کے وہ سرگرم مبلغ اور داعی ہیں۔

ظاہر ہے جو شخص اپنے موقف کے استحکام کے لیے اختراعی باتیں پیدا کر لیتے ہیں وہ اور اس کی تحریر اہل سنت کے کسی بھی منصف مزاج عالم دین کے نزدیک اہل سنت کی کسی مشہور و معروف شخصیت تو بڑی بات ہے کسی عام سنی کے حق میں بھی کیوں کر قابل اعتبار ہو سکتی ہیں۔ ہاں اس کے نزدیک لائق استناد ہو سکتی ہیں جو سنیت کے لبادہ میں دیوبندیت و وہابیت کے فروغ کا فریضہ انجام دے رہا ہو۔

درج بالا باتوں سے عیاں ہے کہ شاہ محی الدین کے تعلق سے دیوبندی ہونے کا موقف سراسر غلط ہے اور دلیل میں ماہ نامہ اعلیٰ حضرت کا حوالہ لائق اعتبار نہیں اور کتاب ”محی الملۃ و الدین“ قابل استناد نہیں۔ اب شاہ محی الدین کی شخصیت و بزرگی پر روشنی ڈالی جا رہی ہے تا کہ صحیح حقیقت سے آشنائی حاصل ہو۔ سب سے پہلے تو یہ کہ شاہ محی الدین دیوبندی نہ تھے نہ دیوبندیت نواز اور نہ دیوبندیت پناہ بلکہ دیوبندیت پناہ ، دیوبندیت فروغ اور سنیت سوز تحریک ”ندوہ“ کے تا حیات مخالف رہے یہی وجہ ہے کہ شاہ محی الدین کے وصال کے تقریبًا ۳۰ر سال بعد ۱۳۶۹ھ میں ملک العلما حضرت سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ تصنیف فرمائی اور اس میں ان علماے اہل سنت کے اسماے گرامی تحریر فرمائے جو

نہ صرف تحریک ردندوہ میں شریک رہے بلکہ تاحیات ''ندوہ'' سے ناراض وبیزار رہے۔ان اسمائے گرامی میں ۴۵ویں نمبر پر شاہ محی الدین کے نام کو ان الفاظ میں سپرد قرطاس فرمایا:

جناب مولانا سید شاہ محی الدین صاحب صاجزادہ حضرت شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف''۔

شاہ محی الدین کے متعلق شکوک وشبہات کے بادل اس سے بھی چھٹ جاتے ہیں کہ مجدد اعظم امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم جلیل ہستی شاہ محی الدین کی عظمت وبزرگی کی معترف تھی اور عزت واحترام بجالاتی جیساکہ اعلیٰ حضرت اور شاہ محی الدین کی الفت ومحبت بھری اس ملاقات سے ظاہر وباہر ہے کہ ''مدرسہ فیض الغربا آرہ، بہار'' کے جلسۂ دستار میں اعلیٰ حضرت اور شاہ محی الدین مدعو تھے اور دونوں ہستیاں شریک بھی ہوئیں، ان میں سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کے لیے کیسی محبت اور کیسا احترام تھا، کتاب ''مرشد کامل کی تلاش'' میں مولانا ابودانش زکریا قالب، مولانا جیش محمد صاحب کے ہم نسب استاذ العلما حضرت مولانا مقبول احمد صدیقی دربھنگوی علیہ الرحمہ کی روایت سے لکھتے ہیں:

''ایک بار اعلیٰ حضرت ایک جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔اتفاقاً وہاں امیر شریعت ثانی حضور محی الدین پھلواروی بھی تشریف لے گئے۔ جب آپ کو حضرت فاضل بریلوی کی تشریف آوری کی خبر ملی تو آپ نے یہ خبر بھیجی کہ ناچیز بغرض ملاقات حاضر ہو رہا ہے۔تو حضور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں خود ہی چل کر حاضر خدمت ہوں گا۔اور اس ارادے سے آپ نے عمامہ باندھنے کی خاطر سر پر شملہ رکھا ہی تھا کہ کسی نے خبر دی کہ وہ (شاہ محی الدین) تشریف لے آئے۔اس خبر کو سن کر بے تاب ہو گئے اور والہانہ انداز سے اسی طرح ایک ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اس حالت میں عمامہ کا دوسرا کنارہ زمین سے لٹکا ہوا تھا آگے بڑھ کر سلام کے بعد معانقہ کیا اور یہ فرمایا کہ میں خود حاضر خدمت ہونے والا تھا''۔(مرشد کامل کی تلاش، ص:۳۳۰)

شاہ محی الدین کی ولایت وبزرگی اور عظمت ورفعت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ

اپنے وقت کے ایسے ولی کامل جن کی ولایت و بزرگی کے قائل ان کے معاصر کھلے دل سے تھے یعنی شیخ المشائخ حضرت شاہ تیغ علی آبادانی فریدی مجیبی علیہ الرحمہ کو شاہ محی الدین سے اجازت و خلافت حاصل تھی جیسا کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ علی احمد جید القادری صاحب قبلہ سلسلہ تیغیہ کی مشہور و معروف کتاب ''انوار صوفیہ'' میں رقم طراز ہیں:

'' حضرت سجادہ نشیں قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے احترام کے ساتھ استقبال کیا اور بغل گیر ہو کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھلایا۔ کچھ دیر تصوف کے ضمن میں گفتگو رہی۔ بعدہ سجادہ نشیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلسلہ قادریہ وارثیہ و عمادیہ جنیدیہ اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ اور صابریہ قلندریہ کی آپ کو اجازت دی اور کچھ تبرکات عطا فرما کر رخصت کیا اور فرمایا کہ خرقۂ خلافت میں اپنے اکابر سلسلہ کے حسب ہدایت آپ کو دے رہا ہوں یہ آپ کی امانت تھی''۔ (انوار صوفیہ، ص:۲۰۶)

حضرت جید القادری صاحب قبلہ نے اس اجازت و خلافت کو عظیم نعمت کا درجہ دیتے ہوئے اسے '' دولت بے بہا'' سے تعبیر کیا۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

'' واضح ہو کہ خانقاہ مجیبیہ میں آپ اس دولت بے بہا سے ۲۸/ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ بروز شنبہ مالا مال ہوئے''۔ (مصدر سابق)

خود سرکار سرکاہی شاہ تیغ علی علیہ الرحمہ اس اجازت و خلافت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے، اسی لیے آپ اس اجازت و خلافت کے سبب اپنے نام کے ساتھ '' آبادانی فریدی'' کے علاوہ '' مجیبی''بھی لکھتے۔ چناں چہ مناظر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

'' خانقاہ پھلواری کے سجادہ نشیں حضرت مولانا سید شاہ محی الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خانوادہ مجیبیہ کے جملہ سلاسل کی اجازت آپ کو عنایت فرمائی تھی اس لیے حضرت شیخ المشائخ (شاہ تیغ علی) اپنے آپ کو مجیبی بھی لکھتے اور کہتے تھے۔ اس طرح حضرت شیخ المشائخ آبادانی، فریدی اور مجیبی ہیں''۔ (شخصیات، ص:۱۴۵)

حضرت شیخ المشائخ نے نہ صرف اجازت و خلافت قبول کی اور اس مناسبت سے اپنے آپ کو ''مجیبی'' لکھا بلکہ اپنے منظوم شجرہ قادریہ وارثیہ مجیبیہ بدریہ میں حضرت شاہ محی الدین

کے وسیلہ سے دعا بھی کی اور انہیں ''سید اولیا'' سے یاد کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

میرے مردہ دل کو زندہ کر تو اے مولا میرے شاہ محی الدین سید اولیا کے واسطے

حضرت والا درجت شاہ بدر الدین اور ان کے جانشین حضرت شاہ محی الدین کی شخصیت کی ایک جھلک پیش کی گئی جس سے دونوں کی دیوبندیت نواز تحریک ''ندوہ'' سے نفرت، علمائے اہل سنت و اولیائے امت کی ان سے الفت و محبت اور ان کی عظمت و بزرگی اظہر من الشمس ہے۔

اب اس جھلک کو ذہن میں رکھیں اور ''مفتی اعظم نیپال'' میں ان بزرگوں کے حق میں استعمال کیے گئے ان نازیبا کلمات کو دل تھام کر ملاحظہ کریں:

''باپ (شاہ بدرالدین) کی فتنہ پروری اور گمراہ گری میں جو کمی رہ گئی تھی اسے اسی (شاہ محی الدین) نے پورا کیا اور سلفِ بد کا خلف بد ہونے کا حق ادا کر دیا بلکہ یوں کہا جائے کہ باپ سے بھی چند قدم آگے بڑھ گیا''۔ (مفتی اعظم نیپال، ص:۵۷)

قارئین فیصلہ کریں کہ جن ہستیوں کو علمائے اہل سنت قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور جن کی شان میں اپنے وقت کے مسلم ولی کامل ''بدر الاولیا'' اور ''سید اولیا'' فرمائیں ان کے حق میں کتاب ''مفتی اعظم نیپال'' کا ''سلفِ بد کا خلفِ بد'' کہنا بزرگوں کی شان میں صریح گستاخی نہیں تو اور کیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ ملک نیپال میں اولیائے کرام کی شان میں اس طرح کی گستاخی مصنف ''مفتی اعظم نیپال'' کی ''اولیات'' سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایسی ''اولیات'' سے مسلمانانِ اہل سنت کو محفوظ رکھے۔

تضاد ۳:- ''مفتی اعظم نیپال'' میں جن پیرانِ پھلواری پر ''عدمِ تکفیر علمائے دیوبند'' کا نظریہ رکھنے کی بنیاد پر صلح کلی یا دیوبندی ہونے کا الزام لگایا گیا ہے ان میں سب سے آخری نام شاہ امان اللہ پھلواری کا ہے۔ لیکن کیا شاہ امان اللہ واقعی ''عدمِ تکفیر علمائے دیوبند'' کا نظریہ رکھتے تھے یا کتاب ''مفتی اعظم نیپال'' میں صرف ان کی طرف نسبت کر دی گئی ہے؟؟ اس کا جواب اس سوال کے جواب سے خود بخود حاصل ہو جائے گا کہ ''عدمِ تکفیر علمائے دیوبند'' کے نظریہ کی بنیاد پھلواری میں کس نے رکھی؟ اور اس سوال کے جواب کے

لیے پھر ’’فیصل بورڈ‘‘ کے تحریر کردہ ’’مقدمہ حافظ زاہد حسین‘‘ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
مذکورہ سوال کا جواب ’’ مقدمہ‘‘ کی اس عبارت سے واضح ہے:

’’ انہوں (شاہ عون احمد) نے پھلواروی مسلک کے نام سے ایک مستقل نظریہ ، عدم تکفیرِ علماے دیوبند اپنا رکھا ہے،جس کے وہ سرگرم مبلغ اور داعی ہیں‘‘۔

اہل علم کے نزدیک مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ’’عدم تکفیر علماے دیوبند‘‘ کا نظریہ پھلواری میں شاہ عون کا ایجاد کردہ ہے پھر ’’مفتی اعظم نیپال‘‘ میں مذکورہ نظریہ کے سبب شاہ امان اللہ کی تکفیر کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے۔ہاں ایک بات یہ رہ جاتی ہے کہ شاہ عون کا زمانہ اور شاہ امان اللہ کا زمانہ سجادگی ایک تھا تو شاہ امان نے اس وقت اس نظریہ کی تردید و مخالفت کیوں نہ کی بلکہ سکوت اختیار کیا۔ تو اس سکوت کے تین احتمال ہو سکتے ہیں۔

احتمال اول: شاہ امان اللہ ، شاہ عون کے خلاف اعلان میں اپنی جان و آبرو کے لیے خطرہ محسوس کرتے تھے۔

احتمال دوم: شاہ امان اللہ اپنی سجادہ نشینی برقرار رکھنے اور بچانے کے لیے سکوت میں عافیت سمجھتے تھے۔

احتمال سوم: شاہ امان اللہ بھی شاہ عون احمد ہی کی طرح اس نظریہ کے حامی تھے

درج بالا تینوں احتمالات میں سے صرف ایک احتمال ایسا ہے جس سے شاہ امان اللہ کے ایمان کو خطرہ ہے جبکہ باقی دونوں احتمال سے ان کے ایمان پر آنچ بھی نہیں آتی ۔ اور فقہاے اسلام کا یہ اصول ہے کہ کسی شخص کے اسلام کے لیے ضعیف سا ضعیف احتمال بھی نکلتا ہو تو وہی غالب ہو گا اگر چہ اس کے کفر کے لیے ہزار احتمال ہوں، لائق توجہ نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’ بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمہ طیّبہ میں جرأت وجبارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال صریح کا اندیشہ والعیاذ باللہ رب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگر چہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہو تو

اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔۔۔احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین"۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۳۱۷)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں اور ''مفتی اعظم نیپال'' میں شاہ امان اللہ کے تعلق سے نظریہ ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ کیا '' مفتی اعظم نیپال'' میں فقہاے اسلام اوراعلیٰ حضرت کا نظریہ اپنایا گیا ہے یا کوئی ذاتی نظریہ اپنایا گیا ہے؟کیوں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہے کہ اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں اور شاہ امان اللہ کے ''سکوت'' کے تعلق سے مذکورہ تین احتمالات میں سے صرف ایک احتمال جانبِ کفر ہے اور دو احتمال جانبِ اسلام۔ یہی وجہ ہے کہ ''مقدمہ'' میں فیصل بورڈ نے شاہ امان اللہ کی تکفیر نہ کی بلکہ انہیں سخت مجروح قرار دیا۔لیکن ''مفتی اعظم نیپال'' میں جانبِ اسلام کے دو احتمال کو پسِ پشت ڈال کر جانبِ کفر کے ایک احتمال کی بنیاد پر شاہ امان اللہ کی گردن میں کفر کا طوق ڈال دیا۔کیا یہی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت ہے؟کیا اسی کو مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت کا نام دیا جائے؟کیا اسی کو مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسبانی تصور کی جائے؟۔نہیں نہیں بلکہ احتمال اسلام کو چھوڑ کر احتمالات کفر کی جانب جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔

یہ واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب '' مفتی اعظم نیپال'' میں جن پیران پھلواری کو دیوبندی اور صلح کلی ثابت کرنے پر زور صرف کیا گیا ہے وہ صرف اور صرف اس لیے کہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی دیوبندی اور صلح کلی ثابت کر سکے کیوں کہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ شاہ محی الدین کے مرید تھے اور پیران پھلواری سے عقیدت و محبت رکھتے تھے جو کہ کسی بھی مرید کا فطری تقاضا ہے۔لیکن اوپر واضح طور پر ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ بدالدین اور حضرت شاہ محی الدین کا شمار اہل سنت کے اکابر علما میں ہوتا تھا اور علماے اہل سنت ان سے

عقیدت و محبت رکھتے اور ان کی تعظیم و توقیر بجالاتے۔ اور شاہ امان اللہ سخت مجروح ہیں کیوں کہ ان کی طرف ”عدم تکفیر علمائے دیوبند“ کا انتساب درجہ یقین کو نہیں پہنچ پایا۔ ان صورتوں میں پیران پھلواری سے زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عقیدت و محبت کیوں کر کفر کا سبب ہو سکتی ہے۔ نیز حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر اور ہر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکفیر کے قائل بھی تھے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ ”حسام الحرمین“ کی بھی تصدیق کرتے تھے۔ اب ذیل میں اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر اور ہر گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکفیر کے متعلق حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصدیقی تحریر پیش خدمت ہے:

۷۸۶/۹۲

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

عبدالرشید گنگوہی (رشید احمد)، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، مرتضیٰ حسن دربھنگوی و دیگر علمائے دیوبند خذلہم اللہ فی الدنیا و الآخرہ نے شان رسالت علیہ التحیۃ و الثناء میں جو اہانت آمیز کلمات لکھے ہیں اور جن کلمات شنیعہ کی بنیاد پر علمائے حرمین شریفین نے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے بلکہ ان کے کفر و عذاب میں شک کرنے والے کو بھی کافر فرمایا ہے۔

لہٰذا جو شخص عبدالرشید گنگوہی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، مرتضیٰ حسن دربھنگوی اور دیگر شان رسالت میں گستاخی کرنے والے کو کافر نہ کہے اور انھیں کافر نہ جانے بلکہ اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، خواہ وہ علمائے بریلوی ہوں یا علمائے پھلواری۔

تصدیق

میں محمد زاہد حسین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر مذکورہ بالا عبارتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والے خواہ علمائے بریلوی ہوں یا علمائے پھلواروی یا اور کوئی ہوں، میں انھیں کافر مانتا ہوں۔ بلکہ ان کے کفر و عذاب میں بھی شک کرنے والے کو کافر مانتا ہوں۔

محمد زاہد حسین

فیصل بورڈ نے ہرگز زاہد ملت کی تکفیر کا حکم نہیں دیا: فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اور صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہم پر مشتمل فیصل بورڈ نے حامیانِ زاہد ملت اور مخالفین زاہد ملت کے دلائل کے پیش نظر حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مندرجہ ذیل حکم بیان فرمایا:

"مذکورہ جملہ تفصیلات کی روشنی میں "فیصل بورڈ" اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ مشتبہ ومتہم حافظ زاہد حسین مذکور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا مانا جائے۔ اور ان کا عرس کیا جائے اسی طرح مسئلہ تکفیر کی نزاکت اور اس کے طویل الذیل جزئیات و مباحث پر نظر کرتے ہوئے، اور " الاسلام یعلو و لا یعلیٰ " کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ثبوت غیر قطعی کو قطعی مان کر ان کی تکفیر کی جائے، اور ان کو سنی جاننے ماننے والے افراد کو بھی انھیں کے زمرے میں شمار کیا جائے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

فیصل بورڈ کے فیصلے سے زاہد ملت کے اسلام کا ثبوت: درج بالا " فیصلہ " پڑھنے کے بعد عقل سلیم، فکر صحیح اور نظر انصاف رکھنے والا کسی بھی شخص پر مخفی نہیں کہ اس فیصلہ میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جس سے "کفر" ثابت ہوتا ہو بلکہ خود حضور زاہد ملت کا اسلام اظہر من الشمس ہے کیوں کہ فیصل بورڈ کے اس حصے " اسی طرح مسئلہ تکفیر کی نزاکت اور اس کے طویل الذیل جزئیات و مباحث پر نظر کرتے ہوئے، اور " الاسلام یعلو و لا یعلیٰ " کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ثبوت غیر قطعی کو قطعی مان کر ان کی تکفیر کی جائے" میں ان (حضور زاہد ملت) کی تکفیر کی اجازت نہ دینا ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ حضور زاہد ملت کا اسلام ثابت ہے کیوں کہ جب بات اسلام و کفر کی ہو اور کفر ثابت نہ ہو تو اسلام خود بخود ثابت۔ مزید فیصل بورڈ کا یہ جملہ "اور (نہ) ان کو سنی جاننے ماننے والے افراد کو بھی انھیں کے زمرے میں شمار کیا جائے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے" بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضور زاہد ملت کا مسلمان ہونا بدستور

ثابت ہے کیوں کہ فقہ سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ شریعت مطہرہ میں کسی کافر کو سنی مسلمان جاننے ماننے کی قطعاً اجازت نہیں، حالاں کہ مذکورہ جملے میں ان کو سنی جاننے ماننے کی اجازت دی گئی ہے۔ ہاں فیصل بورڈ نے حضور زاہد ملت کو ”مشتبہ متہم“ ضرور لکھا ہے لیکن اس لفظ ”مشتبہ و متہم“ کی صحت و عدمِ صحت پر کلام گزر چکا۔ نیز یہ کوئی ایسا حکم نہیں جس سے حضور زاہد ملت کے اسلام و سنیت کا خون ہو کیوں کہ کسی فرد کے بارے میں کسی ایسے شخص جو نہ اس فرد کو جانتا اور پہچانتا ہو اور نہ اس سے کبھی ملاقات ہو، کے سامنے دو طرح کے اقوال و افعال، دلائل و شواہد اور بیانات ہوں تو اس شخص کا اس فرد کے بارے میں شک و شبہ کا شکار ہونا کوئی بعید امر نہیں۔ یہی فیصل بورڈ کے ساتھ پیش آیا کہ حضور زاہد ملت کے اسلام و کفر کے تعلق سے فیصل بورڈ کے سامنے دو طرح کے اقوال و افعال، دلائل و شواہد اور بیانات پیش کیے گئے جس کے نتیجے میں فیصل بورڈ کو ان کے تعلق سے شک و شبہ ہوا اور فیصل بورڈ نے ”مشتبہ و متہم حافظ زاہد حسین“ لکھ دیا۔

لیکن کتاب ”مفتی اعظم نیپال“ میں حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جبراً کفر ثابت کرنے کے لیے کیا گل کھلائے گئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”نیپال میں پھلواریت کا مبلغ حافظ زاہد حسین ہیں، انہوں نے نیپال میں خاص اپنے گاؤں میں شاہ امان اللہ کے نام پر بنام ”الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین“ تعمیر کیا اور نیپال میں اختلاف و نزاع انہیں کے سبب پیدا ہوا۔ ان کے بارے میں علما کے فتاوے نقل کیے جائیں گے۔ واضح رہے کہ یہ حافظ صاحب پھلواروی پیر شاہ محی الدین کے مسلک سے واقف اور دانستہ ان سے مرید تھے اور شاہ محی الدین کا مسلک عدمِ تکفیر تھا اور اس بارے میں وہ بریلویوں کے شدت سے مخالف تھے“۔ (مفتی اعظم نیپال: گوشۂ حیات و خدمات، ص: ۱۷)

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر لکھا ہے:

”خود بھی آپ (مولانا جیش محمد) نے مدلل و مفصل فتویٰ قلمبند فرمایا۔ ۱۴۰۸ھ سے لے کر اب تک ایک عرصہ دراز اور انتظار بسیار کے باوجود جب حامیانِ پھلواری کی جانب سے کوئی توبہ نامہ شائع نہ ہوا اور نہ رجوع۔ فلہذا ۲۷/ سال کے بعد مسلمان بھائیوں کی

ہدایت کے لیے مفتیان کرام کے فتاوے اور ان فتوؤں پر علما اور مشائخ کے تصدیقات کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں“ ۔(مصدر سابق، ص:۶۲)

قارئین درج بالا دونوں اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور ایک مرتبہ پھر ” مقدمہ حافظ زاہد حسین“ اور فیصل بورڈ کا ”حکم“ پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ کتاب ” مفتی اعظم نیپال“ کے دونوں اقتباس ” مقدمہ حافظ زاہد حسین“ اور فیصل بورڈ کے ”حکم“ سے متضاد ہیں یا نہیں ؟۔اور قارئین پر مخفی نہ رہے کہ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ”پھلواریت“ بمعنیٰ ” عدمِ تکفیر دیابنہ“ کے مبلغ نہ تھے بلکہ وہ سلسلہ مجیبیہ کے مبلغ تھے ۔اور انہوں نے خاص اپنے گاؤں میں شاہ امان اللہ کے نام پر بنام ” الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین“ تعمیر ضرور کیا اور کیوں نہ کرتے جبکہ شاہ امان اللہ حضور زاہد ملت کے مخدوم زادہ و پیزادہ تھے اور رہ گئی بات شاہ امان اللہ کے عقیدے کی تو شاہ امان اللہ مسلک اہل سنت پر قائم تھے یا نہیں ؟ یہ بات حضور زاہد ملت پر پوشیدہ تھی اور صرف حضور زاہد ملت ہی پر نہیں بلکہ خود اسی ملک ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے کرام پر مخفی تھی یہی وجہ ہے کہ جب شاہ امان اللہ کی وفات ہوئی تو حضرت علامہ نجم الحسن صاحب رضوی علیہ الرحمہ خیر آباد ضلع سیتا پور نے لکھا:

” ان (شاہ امان اللہ) کی ذات اس وقت بہار کے مسلمانوں کے لیے بڑی نعمت تھی“ ۔(سوانح حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی، ص:۴۶۲)

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا:

” حضرت (شاہ امان اللہ) صاحب سجادہ کی ذات اس پر فتن دور میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھی۔آہ !کہ یہ آخری چراغ بھی گل ہوگیا“ ۔(مصدر سابق، ص:۴۶۹)

حضرت مولانا سید شاہ عزیز احمد علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ والد ماجد حضرت علامہ سید شمیم گوہر مصباحی صاحب قبلہ نے اپنے غم کو ان الفاظ میں بیان کیا:

” حضرت علامہ سید شاہ امان اللہ مجیبی پھلواری کے وصال نے عظیم صدمہ پہنچایا ہے۔ میں ان دنوں کراچی میں ہوں کہ اس افسوس ناک سانحہ کی خبر ملی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں غریق رحمت فرمائے۔ صوبہ بہار کے سجادہ نشیان

میں وہ بڑی انفرادی و علمی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کی زبانی و قلمی خدمات کو ہمیشہ نگاہِ قدر سے دیکھا جائے گا۔ مرحوم کے اوصاف و محاسن اور سرگرمیوں کا ایک بڑا طبقہ دلدادہ ہے"۔ (مصدر سابق، ص: ۴۷۰)

امین شریعت اول حضرت مفتی انیس عالم قادری، ادارہ شرعیہ پٹنہ، بہار نے اپنی روداد غم ان الفاظ میں بیان فرمائی:

" آہ! پھلواری شریف نہیں بلکہ صوبہ بہار کا آفتاب رشد و ہدایت غروب ہو گیا، ہم بیکسوں کا سہارا ٹوٹ گیا، مرشد مشفق مادی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ آہ

کیوں اماں آج گلی سونی ہے

اٹھ میرے دھوم مچانے والے

آہ! یہ کیا ہو گیا، آہ! یہ عالم اندھیرا ہو گیا۔ کیا اسی روح فرسا خبر کو سننے کے لیے اب تک بقید حیات صاحب فراش ہوں"۔ (مصدر سابق، ص: ۴۷۱)

محقق بے مثیل حضرت علامہ علی احمد جید القادری صاحب، خانقاہِ آبادانیہ تیغیہ سرکانہی شریف نے اپنے رنج و الم کو بایں انداز الفاظ کا جامہ پہنایا:

" حضور سیدی و سندی دامت برکاتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اخبارات کے ذریعہ حضور (شاہ امان اللہ) صاحب سجادہ آستانہ عالیہ مجیبیہ کے وصال پر ملال کی خبر وحشت اثر ملی، سخت صدمہ ہوا مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں مخصوص مقام عنایت فرمائے"۔ (مصدر سابق، ص: ۴۷۲)

درج بالا علمائے کرام کا اہل سنت و جماعت میں کیا مرتبہ ہے، محتاج بیان نہیں۔ جب ان علمائے اہل سنت نے شاہ امان اللہ کو" بہار کے مسلمانوں کے لیے بڑی نعمت، پر فتن دور میں اپنے اسلاف کا نمونہ، صوبہ بہار کے سجادہ نشیان میں بڑی انفرادی و علمی حیثیت کے مالک، صوبہ بہار کا آفتاب رشد و ہدایت "قرار دیا اور ان کے حق میں ان الفاظ میں" اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں غریق رحمت فرمائے اور مولیٰ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں مخصوص مقام عنایت فرمائے" دعا گو ہوئے تو کوئی حرج نہیں، ان کی

سنیت کے تعلق سے ایک جملہ منہ سے نہ نکلا اور نکلتا بھی کیوں کر کہ مولانا جیش کو نیپال میں قیادت و سربراہی حاصل کرنی تھی جس کے لیے بس زاہد ملت کی شخصیت کو مجروح دکھانا کافی تھا اگر چہ حضور زاہد ملت کی ذات بالکل بے غبار ہے اور اگر ان علماے اہل سنت پر ایک جملہ بھی اپنی زبان سے نکالتے تو سیادت و قیادت کیا ملتی خود مولانا جیش کی شخصیت نیست و نابود ہو جاتی اس لیے ان علماے کرام کے تعلق سے خاموش رہے لیکن حضور زاہد ملت نے شاہ امان اللہ کے نام سے اپنا ایک مدرسہ منسوب کر دیا تو وہ کافر ہو گئے ؟ حالاں کہ حضور زاہد ملت خانقاہ مجیبیہ سے میلوں دور ملک نیپال میں رہتے تھے اور مذکورہ علماے کرام خانقاہ سے قریب ہی نہیں بلکہ قریب تر تھے خصوصًا امین شریعت اول مفتی انیس عالم صاحب، قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہما اور محقق بے مثیل علامہ علی احمد جید القادری صاحب۔ جب ان علماے اہل سنت نے شاہ امان اللہ کو سنی جانا تو مولانا جیش کی کیا حیثیت کہ وہ کافر کہے۔

اور یہ کہنا کہ ”نیپال میں اختلاف و نزاع انہیں (حضور زاہد ملت) کے سبب پیدا ہوا“ اس بات میں کتنی صداقت ہے ترائی نیپال کے مسلمانوں پر پردۂ خفا میں نہیں بلکہ اگر کوئی غیر جانب دار فرد ترائی نیپال میں برپا ہونے والے اختلاف و انتشار کا منصفانہ جائزہ لے تو وہ یہی تجزیہ پیش کرے گا کہ ملک نیپال میں صرف اپنی تعلی و برتری کے ہوس میں شیرازۂ اہل سنت کو پارہ پارہ کرنے اور اختلاف و انتشار کی آگ جلانے والے صرف اور صرف مولانا جیش محمد ہیں اور اس کی اتباع میں اس کے اذناب۔ ورنہ مولانا جیش کو بھی اس بات کا اعتراف ہو گا کہ زاہد ملت پر جھوٹا الزام لگانے سے قبل ترائی نیپال میں علماے اہل سنت انہیں قائد و رہنما تسلیم کرتے تھے اور ان کی باتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

یہ کہنا کہ حافظ (زاہد حسین) صاحب پھلواروی پیر شاہ محی الدین کے مسلک سے واقف اور دانستہ ان سے مرید تھے۔ اس سے کس نے انکار کیا۔ یقینا حضور زاہد ملت، حضرت شاہ محی الدین کے مسلک سے واقف اور دانستہ ان سے مرید تھے اور شاہ محی الدین کا مسلک کوئی نیا نہیں تھا بلکہ وہی مسلک تھا جسے مسلک اہل سنت کہتے ہیں اور موجودہ زمانہ میں اسی کو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کرتے ہیں اور شاہ محی الدین کا مسلک عدمِ تکفیر علماے دیوبند نہ تھا جیسا

کہ دلائل سے واضح کیا جا چکا۔ مزید کچھ اور دلیل پیش خدمت ہیں۔

حضرت شاہ محی الدین مجیبی کا مسلک عدم تکفیر علماے دیوبند نہ تھا بلکہ ان کا مسلک تکفیر علماے دیوبند تھا یہی وجہ ہے کہ جب صلح کلیت تحریک ''تحریک ندوہ'' کے مفاسد ظاہر ہوئے تو علماے اہل سنت نے اس کی سخت مخالفت کی، انہیں علماے اہل سنت میں شاہ محی الدین بھی تھے۔ چناں چہ ندوہ شکن ندوی فگن حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریک پر ''تحریک ندوہ'' کی مخالفت میں جب پٹنہ میں اجلاس ہوا جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تاج الفحول حضرت عبد القادر بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی آمد ہوئی۔ اسی موقع پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصیدۂ دالیہ ''آمال الابرار'' منظوم فرمایا جو قاضی عبد الوحید فردوسی علیہ الرحمہ کی طرف سے پیش ہوا۔ اس قصیدہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے ''ندوہ'' کے مفاسد و خرافات بیان فرمائے اس کے بعد ''ندوہ'' کے مخالف علماے اہل سنت کے اسماے گرامی شمار کرائے لیکن تمام شرکا کے نہیں جیساکہ ''آمال الابرار'' کے صفحہ ۱۰ پر اس کا بیان یوں ہے:

أسمي بعضهم إسماء نظمي فليس الكل يحتمل لنشيد

ترجمہ: میں اپنے نظم کو رفعت دینے کے واسطے بعض علما کے نام بیان کروں۔ کیوں کہ اشعار میں تمام کی گنجائش نہیں۔

شاہ محی الدین کی شان میں اعلیٰ حضرت کا شعر: یعنی

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نظم کو رفعت و بلندی عطا کرنے کے لیے رد ندوہ میں حصہ لینے والے چند علماے اہل سنت کے نام بیان فرمائے کیوں کہ اشعار میں تمام کی گنجائش نہ تھی لیکن جن علماے اہل سنت کے اسما کی گنجائش ہوئی ان میں حضرت شاہ محی الدین بھی تھے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت اپنے قصیدہ دالیہ کے صفحہ ۱۲ پر شاہ محی الدین کی شان میں لکھتے ہیں:

بفلواريه محی الدين ورد لبدر سمائها نجم حريد

ترجمہ: شاہ محی الدین اپنے پھلواری کے پھول ہیں۔ اس کے آسمان کے بدر کے لیے یکتا ستارہ ہیں۔

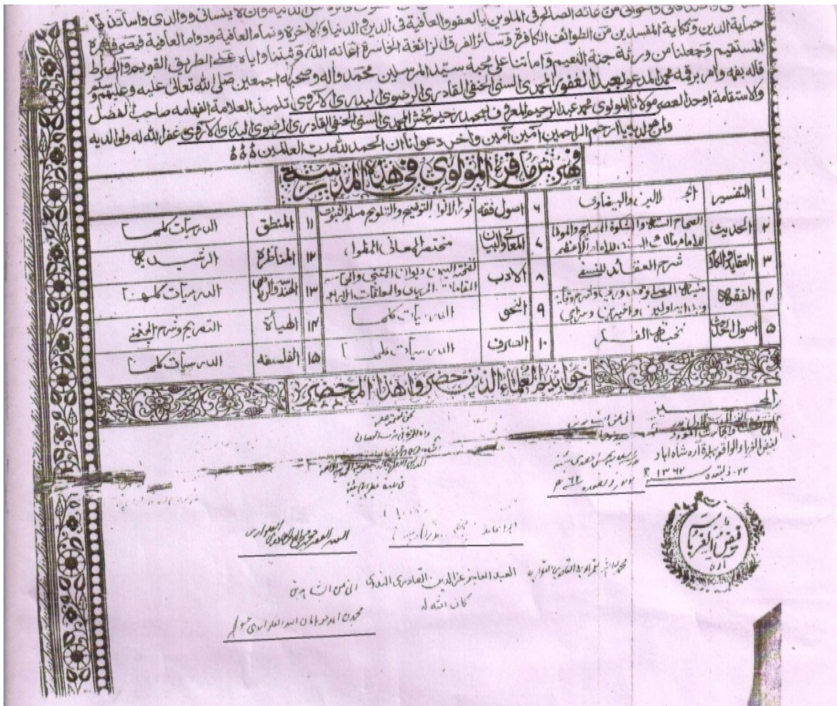
اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جس شخصیت کو پھول کہیں اور آسمانِ پھلواری کے بدر یعنی شاہ بدر الدین کے لیے یکتا ستارہ فرمائیں اس ہستی کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ دیوبندی یا دیوبندیت نواز یا کافر ہیں۔

مولانا جیش اور اس کے اتباع فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے یہ ذہن دینے کی سعی ناکام کرتے ہیں کہ تحریک ندوہ کے رد میں جو اجلاس پٹنہ میں منعقد ہوا اس میں حضرت شاہ بدرالدین اور حضرت شاہ محی الدین جلوہ افروز تھے اس لیے اعلیٰ حضرت نے ان کی شان میں بھی شعر نظم فرمایا اور ان کی تعظیم فرمائی۔ جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے بالکل عیاں ہے:

"واضح رہے کہ یہ اجلاس جس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تاج الفحول تشریف فرما تھے، اس اجلاس کا مقصد صرف ندوۃ العلما کے مفاسد کا انسداد تھا جس میں بدر الدین اور ان کے بیٹے موجود تھے جیسا کہ اوپر ماہ نامہ اعلیٰ حضرت کا اقتباس مذکور ہوا۔ یہاں پھلواریت کے حامی یہ ذہن دینے کی سعی کرتے ہیں کہ جس اجلاس میں اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے اس میں شاہ محی الدین بھی تھے، اعلیٰ حضرت سے ان کی ملاقات بھی ہوئی، اعلیٰ حضرت نے ان کا احترام بھی کیا تو پھر انہیں گمراہ کہنا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے؟ یہ صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت سے شاہ محی الدین کی ملاقات ہوئی ہے اور ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ان کا احترام بھی کیا ہو مگر اس وقت تو یہ جناب بظاہر اس مقصد خیر کے حامی تھے جس کے لیے یہ اجلاس منعقد ہوا تھا مگر بعد میں جب ان کے والد شاہ بدر الدین حب جاہ کے لیے ندوۃ العلما کے سرپرست ہوکر بد عقیدوں کے ساتھ گھل مل گئے اور جو کسر رہ گئی اس کی بھرپائی اس کے بیٹے اسی محی الدین ہی نے تو پوری کی تھے"۔(مفتی اعظم نیپال، ص:۵۶)

اقتباس مذکور میں کس قدر غلط بیانی سے کام لیا گیا کہ شاہ بدر الدین حب جاہ کے لیے ندوۃ العلما کے سرپرست ہوکر بد عقیدوں سے گھل مل گئے۔ حالاں کہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ خانقاہ مجیبیہ اس وقت بہار کی مشہور ومعروف خانقاہ میں سے ایک تھی اور ایک جہان وہاں کے سجادگان کی عزت ومرتبہ، قدرومنزلت اور عظمت وبزرگی کے قائل تھے۔

خیر! مولانا جیش اور اس کے ماننے والوں کا یہ کہنا کہ بعد میں شاہ بدر الدین بد عقیدوں سے گھل مل گئے۔ بعد میں کب گھل مل گئے؟ کتاب ’’ مفتی اعظم نیپال ‘‘ کے مطابق ۱۹ / شوال ۱۳۳۹ھ کو گھل مل گئے جیسا کہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۵۷ پر تحریر ہے۔ لیکن یہ بات سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ جس کی دلیل اوپر مذکور ہوئی۔ نیز ذیل میں ’’ فیض الغربا، آرہ ‘‘ میں ۲۲ / ذوالقعدہ ۱۳۶۲ھ کے ایک فارغ التحصیل کی سند پیش ہے جس میں اعاظم علمائے اہل سنت کے ساتھ شاہ محی الدین اور شاہ امان اللہ کے بھی دستخط ہیں:



حماية الدين ونكاية المفسدين من الطوائف الكافرة وسائر الفرق الزائغة الخاسرة اعانه الله ... في الدين والدنيا والآخرة ... المستقيم وجعلنا من ورثة جنة النعيم وامتنا على محبة سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم ... مولانا المولوي محمد عبد الرحيم المعروف بمحمد رحيم بخش ... السني الحنفي القادري الرضوي ... آمين آمين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

فهرست ما قرأ المولوي في هذه المدرسة

#	الفن	الكتب	#	الفن	الكتب	#	الفن	الكتب
۱	التفسير	الجلالين والبيضاوي	۶	اصول فقه	نور الانوار التوضيح والتلويح مسلم الثبوت	۱۱	المنطق	الدرسيات كلها
۲	الحديث	الصحاح الستة والمشكوة المصابيح والموطا للامام مالك ... للامام الاعظم	۷	المعاني والبيان	مختصر المعاني المطول	۱۲	المناظرة	الرشيدية
۳	العقائد والكلام	شرح العقائد للنسفي	۸	الادب	نفحة اليمن ديوان المتنبي والحماسة المقامات ... والمعلقات	۱۳	الهندسة والرياضي	الدرسيات كلها
۴	الفقه	منية المصلي ... [illegible] ... وسراجي	۹	النحو	الدرسيات كلها	۱۴	الهيأة	التصريح وشرح الچغميني
۵	اصول الحديث	نخبة الفكر	۱۰	الصرف	الدرسيات كلها	۱۵	الفلسفة	الدرسيات كلها

خواتيم العلماء الذين حضروا هذا المحضر

فیض الغربا آرہ

مذکورہ سند کو بنظرِ غائر ملاحظہ کرنے سے واضح ہے کہ بالترتیب حضرت علامہ محمد عبد الغفور شیخ الحدیث فیض الغربا، آرہ، ملک العلما سید ظفر الدین بہاری ، محدث اعظم ہند ابو المحامد سید محمد کچھوچھوی، شاہ محی الدین اور شاہ امان اللہ کے دستخط سے سند مزین ہے۔ علاوہ ازیں ان دستخط کے اوپر اصل سند میں دو خط کشیدہ اسمائے گرامی کو دیکھیں پہلا اسم گرامی حضرت علامہ عبد الغفور شیخ الحدیث فیض الغربا، آرہ اور دوسرا اسم گرامی خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ رحیم بخش

آروی کا ہے اور دونوں نام کے ساتھ جہاں ”المحمدی السنی الحنفی القادری اور الرضوی“ لکھا ہے وہیں ان کے نام کے ساتھ ” البدری “ بھی لکھا ہے جو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ دونوں حضرات حضرت شاہ بدر الدین سے تاحیات عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ مولانا جیش اور اس کے احباب کا نظریہ کہ خانقاہِ مجیبیہ پھلواری میں بدعقیدگی ۱۱؍ شوال ۱۳۳۹ھ سے آئی ، کیا درست ہے؟ حالاں کہ ۲۲؍ ذوالقعدہ ۱۳۶۲ھ کی مذکورہ سند سے اظہر من الشمس ہے کہ ۱۳۶۲ھ میں فیض الغربا، آرہ کے جلسہ دستار فضیلت میں ملک العلما سید ظفرالدین بہاری، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہما موجود تھے جو ” ندوۃ العلما“ کے سخت مخالف تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف تو دونوں بزرگ ندوہ کے سخت مخالف ہوں اور دوسری طرف ندوہ کے سرپرست اور حامی اور ان سے عقیدت و محبت رکھنے والے کے ساتھ جلسہ میں شرکت کریں۔ کیا ان باتوں سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں نہیں کہ مولانا جیش نے مذکورہ بزرگوں پر جو الزام لگایا ہے وہ کذب محض ہے۔ اب بھی اگر مولانا جیش اور اس کے اذناب مذکورہ بزرگان پھلواری کے تعلق سے اپنی ضد پر اڑے رہیں تو عرض ہے کہ ملک العلما سید ظفرالدین بہاری ، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، حضرت علامہ عبدالغفور شیخ الحدیث فیض الغربا، آرہ اور خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ رحیم بخش آروی پر آپ حضرات کے نزدیک کیا حکم شرعی عائد ہوگا۔ اس مقام پر یہ کہنا فضول ہوگا کہ ان حضرات کو پیران پھلواری کے عقائد کا علم نہ رہا ہوگا کیوں کہ ” مفتی اعظم نیپال“ کے مطابق شاہ بدر الدین ۱۳۳۹ھ میں ندوہ کے سرپرست ہوئے اور پھر بدعقیدگی پھیلتی گئی۔ اگر حقیقت یہی ہوتی تو ضرور مذکورہ علمائے اہل سنت کو اس کی خبر ہوتی کیوں کہ یہ حضرات ندوہ کے مخالف ہی نہیں سخت مخالف تھے اور یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ کوئی کسی تحریک کا سخت رد کرتا ہو اور اسے اس کے بانی اور صدر و سرپرست کا علم نہ ہو۔ علاوہ ازیں حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضرور یوپی کے تھے جو پٹنہ بہار سے دور ہے لیکن باقی تین حضرات تو بہار کے تھے اور ان میں بھی حضور ملک العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو پٹنہ ہی کے تھے اور وہیں ان کا قیام بھی تھا۔ نیز حضرت علامہ رحیم بخش آروی اور حضرت علامہ عبد

الغفور آروی رحمۃ اللہ علیہا آرہ بہار کے تھے جو پٹنہ سے زیادہ دور نہیں۔ تو پھلواری سے قریب رہنے والے اہل سنت کی عظیم شخصیات کو خانقاہ مجیبیہ کے بزرگان کے عقائد میں کوئی خرابی نظر نہ آئی لیکن مولانا جیش کو دور رہ کر خانقاہ مجیبیہ کے بزرگان کے عقائد میں خرابی نظر آنے لگی۔ یہ کمال نہیں تو اور کیا ہے۔

کتاب ''مفتی اعظم نیپال'' کے نقل کردہ دو اقتباس میں سے دوسرے اقتباس میں ہے کہ ''خود آپ (مولانا جیش) نے مدلل و مفصل فتویٰ قلمبند فرمایا''۔۔۔جی ہاں! فتویٰ ضرور لکھا لیکن اس فتویٰ میں دینی حمیت کار فرمانہیں بلکہ برادرانہ تعصب اور اپنی تعلی و برتری کی ہوس جلوہ گر ہے۔ اگر راقم کے اس دعویٰ کی دلیل چاہیے تو ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا جیش نے ۱۴۰۸ھ کو حضور زاہد ملت کے کفر کا فتویٰ دیا اور پھر علمائے اہل سنت سے تصدیقات بھی لی لیکن حامیان زاہد ملت نے بھی علمائے اہل سنت سے استفتا کر کے فتویٰ حاصل کیے۔ آخر کار بات حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پہنچی لیکن تاج الشریعہ نے اپنی مصروفیات کے سبب تین علمائے اہل سنت پر مشتمل ''فیصل بورڈ'' بنایا اور مولانا جیش اور اس کے احباب نے حضور زاہد ملت کے کفر کا دعویٰ کیا جبکہ حامیان زاہد ملت نے ان کے سنی صحیح العقیدہ ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر دونوں فریق نے اپنی اپنی دلیلیں پیش کیں جن کے تنقیدی، تنقیحی اور شرعی جائزے کے بعد ۳/ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ کو فیصلہ سناتے ہوئے فیصل بورڈ نے مولانا جیش کے دلائل کو غیر قطعی قرار دیتے ہوئے حضور زاہد ملت کی تکفیر کی تردید کی اور انہیں مسلمان قرار دیا اوپر فیصلہ گزر چکا لیکن موقع کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کیا جارہا ہے:

''مذکورہ جملہ تفصیلات کی روشنی میں ''فیصل بورڈ'' اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ مشتبہ و متہم حافظ زاہد حسین مذکور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو اہل سنت کا مقتدا و پیشوا مانا جائے۔ اور ان کا عرس کیا جائے اسی طرح مسئلہ تکفیر کی نزاکت اور اس کے طویل الذیل جزئیات و مباحث پر نظر کرتے ہوئے، اور ''الاسلام یعلو و لا یعلیٰ'' کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ثبوت غیر قطعی کو قطعی مان کر ان کی تکفیر کی جائے، اور ان کو سنی

جاننے ماننے والے افراد کو بھی انھیں کے زمرے میں شمار کیا جائے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔

کیا حامیانِ زاہد ملت حامیانِ پھلواری ہیں؟: مذکورہ فیصلہ کو بار بار پڑھیں کہیں بھی نہیں ہے کہ حافظ زاہد حسین کافر ہیں اس کے باوجود برادری تعصب اور اپنی تعلی و تفوق کے ہوس نے مولانا جیش کو اپنے غلط دعویٰ اور ضد پر اڑے رہنے پر مجبور کیا اور آج بھی مولانا جیش، حضور زاہد ملت کو کافر کہتا پھرتا ہے۔ یہاں یہ بھی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ مولانا جیش اور اس کے اذناب حامیان زاہد ملت کو بھی کافر ثابت کرنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ حامیان زاہد ملت کو حامیان پھلواری کہتے اور بولتے ہیں اور یہی کارنامہ "مفتی اعظم نیپال" میں انجام دیا گیا ہے۔ چناں چہ کتابِ مذکور کے صفحہ ٦٢ پر مرقوم ہے کہ " ۱۴۰۸ھ سے لیکر اب تک ایک عرصہ دراز اور انتظار بسیار کے باوجود جب حامیانِ پھلواری کی جانب سے کوئی توبہ نامہ شائع نہ ہوا"۔ حالاں کہ حامیان زاہد ملت کا موجودہ پیران پھلواری اور نظریہ پھلواری سے کوئی تعلق نہیں جس کا اعتراف تحقیق و تفتیش کے بعد قاضی ملت قاضی عبد الرحیم بستوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، محقق بے مثیل علامہ علی احمد جید القادری صاحب مظفر پوری، شہزادہ صدر الشریعہ مفتی بہاء المصطفیٰ صاحب، علامہ توصیف رضا خان صاحب اور مولانا قمر رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کیا۔ جیسا کہ ذیل کی تحریر سے ظاہر و باہر ہے:

۹۱۷/۷۸۶

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

آج بتاریخ ۲۱ر ۲۲ر فروری ۱۹۹۲ء کو آل نیپال سنی کانفرنس - للا دو بیلا - نیپال میں جاری منعقد ہوئی جو آل نیپال سنی جمعیۃ العلماء، صدر دفتر مدرسہ مصباح المسلمین، علی پٹی کے زیر اہتمام حضور سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی عظیم یاد میں منعقد کی گئی ہے۔

آل نیپال سنی جمعیۃ العلماء سے وابستہ علمائے اہلسنت خصوصًا جناب مولانا محمد عثمان صاحب رضوی، جناب مولانا محمد اسرائیل صاحب رضوی، جناب مولانا ساجد حسین صاحب رضوی، جناب مولانا محمد نعیم الدین صاحب رضوی، جناب مولانا محمد مستقیم صاحب برکاتی سے خصوصی تبلیغی ملاقات ہوئی اور تبادلہ خیال ہوا۔

تبادلہ خیال اور مذاکرات کے بعد کانفرنس کے جوش و جذبہ اور مشائخ اہلسنت سے بیعت وارادت کی بنیاد پر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ سب کے سب حضور سیدنا اعلیٰ حضرت، حضور سیدنا مفتی اعظم ہند، مشائخ مارہرہ مطہرہ اور مشائخ کچھوچھہ مقدسہ کے مسلک سے مکمل ہم آہنگ ہیں اور حسام الحرمین شریف کی مکمل حرف بحرف تصدیق کرتے ہیں اور موجودہ ارباب [illegible] سے ان کا کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا اس مذکورہ بالا تصریح کی روشنی میں یہ لوگ سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور یہ سب کے سب ہمارے اکابر کے [illegible] علماء ہیں۔ ہماری نیک دعائیں اور تمنائیں ان کے ساتھ ہیں۔ ہماری قلبی دعائیں ہیں کہ رب کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اولیاء کرام و اکابر اہلسنت کے صدقہ وطفیل ان کو مسلک اعلیٰ حضرت پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ہر حاسد سے بچائے۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

فقط والسلام مع الاکرام

فقیر محمد [illegible] رضا القادری [illegible]

فقیر محمد یوسف رضا خانی [illegible]
خادم مرکز اہل سنت بریلی شریف

میرے علم و دانش کے مطابق
حضرت حافظ زاہد صاحب مرحوم کا بھی یہی نظریہ تھا
واللہ اعلم [illegible]

[illegible] قادری
خادم الطلبہ [illegible]
بریلی شریف
22/2/92

فقیر [illegible]
مفتی دار العلوم [illegible]

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی [illegible]
مرکزی دار الافتاء ۸۲ سوداگران بریلی

قارئین کرام! حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی میں کیے گئے فیصل بورڈ کے فیصلے اور درج بالا تحریر کو بغور پڑھیں، خصوصًا استاذ الاساتذہ محقق بے مثیل علامہ علی احمد جید القادری صاحب کی خط کشیدہ تحریر ''میرے علم و دانش کے مطابق حضرت حافظ زاہد صاحب مرحوم کا بھی یہی نظریہ تھا'' کو پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ حضور زاہد ملت کو کافر کہنے کے سلسلے میں کیا مولانا

جیش حق پر ہیں ؟اور مولانا جیش کا حامیان زاہد ملت کو حامیان پھلواری کہنا درست وصحیح ہے ؟ نیز ۱۴۱۸ھ میں تاج الشریعہ کی سرپرستی میں کیے گئے فیصل بورڈ کے فیصلے سے پہلے ۱۴۰۸ھ میں دیے گئے مولانا جیش کے فتویٰ اور مختلف مقامات سے مولانا جیش کے حاصل کردہ فتاویٰ کی اب کیا حیثیت رہی ؟ علاوہ ایں حامیان زاہد ملت کے حق میں فیصلہ ہونے اور علمائے اہل سنت کی تائیدات کے بعد حامیان زاہد ملت سے ’’ مفتی اعظم نیپال ‘‘ میں توبہ کے مطالبہ کی کوئی حیثیت اور حقیقت رہ جاتی ہے یا نہیں ؟ اور ہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جو تحریری عکس پیش کیا گیا ہے وہ ’’آل نیپال نوری کانفرنس‘‘ کے موقع پر ملک و بیرون ملک کے علمائے اہل سنت اور عوام اہل سنت کے مجمع کثیر میں پڑھی گئی اور اسی موقع پر قاضی ملت قاضی عبد الرحیم بستوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختلاف و انتشار کو ختم کرنے اور اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لیے بار بار مولانا جیش کو دعوت بحث دی لیکن وہ نہ آئے ، اس موقع پر اختلاف وانتشار کو ختم کرنے کے لیے دینی غیرت و حمیت کے جذبہ کے تحت مولانا جیش کو آنا چاہیے تھا یا نہیں ؟ معاملہ کے تصفیہ کے لیے بلائے جانے کے باوجود مولانا جیش کا نہ آنا ، ان کے اپنے فتویٰ اور موقف میں حق پر ہونے کی دلیل ہے یا غلطی پر ہونے کی ؟ راقم الحروف ان سوالات کے جواب علمائے اہل سنت ، دانشوران ملت اور قارئین پر چھوڑتا ہے۔

کتاب ’’ مفتی اعظم نیپال ‘‘میں کی گئی کذب بیانیاں اور فریب کاریاں: یہ تو فیصل بورڈ کے فیصلے کی روشنی میں کتاب ’’ مفتی اعظم نیپال ‘‘ کے ذریعہ کی گئی مولانا جیش اور اس کے احباب کی تضاد بیانیاں پیش کی گئیں ۔ اب کتاب ’’ مفتی اعظم نیپال ‘‘میں کی گئی کذب بیانیاں اور فریب کاریاں پیش کی جاتی ہیں ۔

کذب و فریب نمبر ۱ : مولانا جیش صاحب ملک نیپال میں ’’شیخ‘‘ برادری سے جانے جاتے تھے لیکن بعد میں ’’صدیقی‘‘ کہلانے لگے اور مذکورہ کتاب میں مولانا جیش کے سلسلہ نسب خلیفہ اول حضور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا دیا ۔ چناں چہ ’’ مفتی اعظم نیپال ‘‘ میں ہے:

’’ آپ (مولانا جیش) کا نسب عالی امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین امام المشاہدین حضرت

سیدنا و مولانا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے معروف ہے"۔(مصدر سابق، ص:۱۰)

معروف کب سے ہو گیا؟ یہ تو مصنف کتاب ہی اپنے استاذ محترم سے پڑھ کر بتائیں گے۔ ورنہ تو جنک پور اور اس کے اطراف ہی میں شاید کسی کو معلوم ہو کہ وہ "خاندانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" سے ہیں اور جب قرب و جوار علاقہ والوں کو معلوم نہیں تو دور دراز کی بات ہی کیا اور جب معلوم نہیں تو معروف کیسے ہے؟ اور راقم کی اس بات کی تصدیق علاقہ کا ہر منصف مزاج اور حقیقت پسند شخص کر سکتا ہے۔ مزید اس سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ مولانا جیش کی حیات پر لکھی جانے والی پہلی کتاب "حیات شیر نیپال" میں ان کا نسب "شیخ محمد دلاور حسین" تک ہی دیکھایا گیا اور کہیں بھی نہیں ہے کہ نسب "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" سے جاملتا ہے یا مشہور و معروف ہے۔ اور مولانا جیش کی خود نوشت میں بھی شاید یہ بات نہ ملے لیکن مصنف "مفتی اعظم نیپال" کو کہاں سے القا ہو گیا۔

اللہ رے تیرے حسن کی کرشمہ سازی

کذب و فریب نمبر ۲: شہر جنک پور میں مولانا جیش نے ایک عظیم الشان جلسہ "سرکار مدینہ کانفرنس" انعقاد کیا جس میں بڑے بڑے علمائے اہل سنت نے شرکت فرما کر اپنی زیارت اور خطابت سے سامعین کو شرف یاب ہونے کا موقع عطا فرمایا، انہیں علمائے اہل سنت میں حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے لیکن تاریخ اور حقیقت پر دانستہ پردہ ڈالنے کی کیسی ناکام کوشش کی کہ "مفتی اعظم نیپال" میں "سرکار مدینہ کانفرنس" اور اس میں شریک ہونے والے علمائے اہل سنت کا ذکر کیا لیکن ترائی نیپال کی عظیم شخصیت حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ نہیں کیا حالاں کہ "سرکار مدینہ کانفرنس" کے اشتہار میں حضور زاہد ملت کا اسم گرامی "استاذ العلما، علامہ" وغیرہ جیسے بڑے القاب کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ اس کی صداقت کے لیے مذکورہ کانفرنس کا اشتہار ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور غالباً "جامعہ حنفیہ غوثیہ" میں اس اشتہار کو مولانا جیش کے کمرہ میں یادگار کے طور پر رکھا گیا ہے۔

کذب و فریب نمبر ۳: کتاب "مفتی اعظم نیپال" میں

"باسوپٹی کا مناظرہ" کی سرخی کے تحت ۱۳۹۲ھ کے ایک مناظرہ کی ایک روداد پیش کی گئی جس میں اکابر مناظرین و علماے اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ اس مناظرہ میں بحیثیت مناظر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے لیکن کتاب " مفتی اعظم نیپال" کی کذب بیانیاں ملاحظہ کریں۔ اس میں لکھا ہے:

" اور بحیثیت مناظر خود مخدوم گرامی مفتی اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی جیش محمد صدیقی دام ظلہم العالی والنورانی تھے اور حق و باطل کے اس تصادم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی"۔ (مفتی اعظم نیپال، ص: ۲۴)

اس مناظرے میں بحیثیت مناظر مولانا جیش نہ تھے بلکہ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور اس مناظرہ میں اہل سنت کے اکابر علماے کرام ضرور تشریف فرما تھے لیکن دیوبندیوں اور وہابیوں کا کوئی فرد نہ آیا جس کے سبب عقائد اہل سنت پر علماے اہل سنت کے صرف خطاب اور بیان ہوئے اور مناظرہ نہیں ہوا لیکن مذکورہ کتاب میں حصول شہرت کے لیے مصنف کتاب نے لکھ دیا کہ "حق و باطل کے اس تصادم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی"۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر راقم کی کتاب " فرزندانِ اشرفیہ اور میدانِ مناظرہ" کا حوالہ پیش کیا جائے جس میں مناظرہ باسوپٹی میں مولانا جیش کے مناظر ہونے اور عین الحق بلکٹوی سے بحث و مباحثہ کا ذکر ہے تو راقم وضاحت کر دینا چاہتا ہے کہ اس مناظرہ اور اس کے علاوہ دیگر مناظروں کی جو بھی تفصیل درج کی گئی ہے وہ خود مولانا جیش نے راقم کو بتایا لیکن اس مناظرہ کی حقیقی روداد سے اس وقت آشنا ہوا جب ناچیز نے اپنی کتاب " فرزندان اشرفیہ اور میدان مناظرہ" کی اشاعت کے بعد قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی مد ظلہ العالی کی خدمت میں پیش کی تو قاضیِ شریعت نے مطالعہ کتاب کے بعد ناچیز سے فرمایا کہ مناظرہ باسوپٹی میں مناظر مولانا جیش نہیں تھے بلکہ شارح بخاری مفتی شریف الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور بحث و مباحثہ کی نوبت ہی نہ آئی کیوں کہ فریقِ مخالف کا کوئی فرد آیا ہی نہیں۔ نیز یہی بات فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ نے بھی ناچیز کو بتائی جو کہ اس مناظرہ کے عینی

شاہدین سے ہیں۔

کذب وفریب نمبر ۴: مولانا جیش نے ملک نیپال میں اپنی شخصیت منوانے اور حضور زاہد ملت کی ہستی کو مجروح کرنے کے لیے کذب وفریب کے کسی بھی طریقہ کو اپنانے سے گریز نہ کیا۔ اسی کذب وفریب کی ایک جھلک وہ فتویٰ ہے جو کتاب ”مفتی اعظم نیپال“ میں ”شارح بخاری کا فتویٰ“ کے نام سے ہے۔ اس فتویٰ کا مستفتی خود مولانا جیش ہیں اور اس استفتا کو بھی خود مولانا جیش ہی نے ترتیب دیا لیکن خدا جانے کس سبب سے مستفتی میں اپنا نام نہ دیا بلکہ (مولانا) محمد عیسیٰ برکاتی کا نام لکھا ہے جیسا کہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۴۷ پر ہے۔ یہاں اس واقعہ کو بھی تحریر کا جامہ پہنانا بہتر ہے جس میں بھی مولانا جیش کے کذب وفریب کی جھلک ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ چناں چہ جب حضور زاہد ملت کے تعلق سے تحقیق و تفتیش کرنے والے تین علماے کرام پر مشتمل ”فیصل بورڈ“ نے دونوں فریق کو غوث منزل مظفر پور میں طلب فرمایا تو اسی موقع پر محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ نے مولانا جیش سے دریافت فرمایا کہ حافظ زاہد حسین کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے اور آپ کیا کہتے ہیں؟ تو مولانا جیش نے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ میں تو کچھ بھی نہیں کہتا ہوں، مولانا عیسیٰ صاحب نے استفتا کیا ہے۔ عجیب اتفاق تھا کہ وہاں مولانا محمد عیسیٰ برکاتی بھی موجود تھے، یہ سن کر وہ بول پڑے ”میں نے کچھ نہیں کیا، انہوں (مولانا جیش) نے اپنی مرضی سے میرا نام لکھ دیا ہے۔ یہ منظر قابل دید تھا جس میں مولانا جیش کے جھوٹ اور فریب کے آثار صورت ہی سے بالکل ظاہر و باہر تھے۔ مولانا عیسیٰ برکاتی صاحب آج بھی باحیات ہیں کوئی تصدیق چاہے تو ان سے رابطہ کر لے اور اگر صداقت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا ہے تو مولانا جیش بھی اس واقعہ کی تصدیق ضرور کریں گے۔

کذب وفریب نمبر ۵: کتاب ”مفتی اعظم نیپال“ کے صفحہ ۷۸ پر ایک فتویٰ بنام ”مفتی عبد الحفیظ ادارہ شرعیہ کا فتویٰ“ پیش کیا گیا ہے۔ اگر اس فتویٰ کو تعصب و تنگ نظری کا اعلیٰ نمونہ اور کذب وفریب کا آئینہ دار کہا جائے تو ذرہ برابر مبالغہ نہ ہوگا۔ اس مقام پر یہ انکشاف ضروری ہے کہ مذکورہ کتاب میں جس ”مفتی عبد الحفیظ کا فتویٰ“

نقل کیا گیا ہے وہ مولانا جیش کے ایک پر زور حامی اور مخالفین زاہد ملت کے ایک اہم رکن ہیں اور یہ کون نہیں جانتا کہ اگر کسی فریق کو اپنے فریق مخالف کے تعلق سے فیصلہ کا اختیار دے دیا جائے تو وہ کیا فیصلہ کرے گا۔ علاوہ ازیں مخالفین زاہد ملت تمام دار الافتا پر سبقت کرتے ہوئے ریکارڈ قائم کیا کہ مستفتی کو فتویٰ موصول نہ ہوا لیکن علاقہ میں اس کی فوٹو کاپی پھیلا دی گئی۔ مزید یہ کہ اس فتویٰ میں جو جواب ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، یہ فتویٰ ادارہ شرعیہ سے جاری کردہ ہے یا نہیں، اس فتویٰ کے محرر مولانا عبد الحفیظ ہے یا کوئی اور، اس فتویٰ کا اندراج وہاں کے ریکارڈ رجسٹر میں ہے یا نہیں اور اس میں حکم شرعی بیان کیا گیا ہے یا حکم بغض و عناد پیش کیا گیا ہے؟؟؟ ان تمام سوالات کے جواب قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ العالی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"۱۴۰۸ھ میں مولانا عبد الحمید صاحب قادری مرحوم ادارہ شرعیہ پٹنہ استفتاء کیے تھے اور انھیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ مولوی عبد الحفیظ جے نگری جو ہمارے ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں وہ فی الحال ادارہ شرعیہ کے دار الافتا سے منسلک ہیں۔ جب ان کا استفتا بذریعہ ڈاک ادارہ شرعیہ پہونچا مولوی عبد الحفیظ کے ہاتھ آیا۔ انھوں نے استفتا حضرت قاضی فضل کریم صاحب کو دکھایا تو قاضی صاحب نے مولوی عبد الحفیظ کو جواب لکھنے سے منع فرمایا۔ مگر مولوی عبد الحفیظ نے استفتا اپنے پاس رکھ کر اس کا جواب خود لکھا یا اپنے استاذ مولانا جیش محمد سے لکھوایا۔ واللہ اعلم۔ مگر اس فتوی کے زبان و ادب اور انداز تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ اس فتویٰ کے محرر خود مولانا جیش محمد صاحب ہیں۔ بہر کیف جواب جس نے بھی لکھا ہو جب ادارہ شرعیہ کے صدر مفتی حضرت قاضی فضل کریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فتویٰ کو دیکھا تو انھوں نے مولوی عبد الحفیظ سے سخت لہجہ میں فرمایا جواب صحیح نہیں ہے اور اس کو ادارہ شرعیہ کی طرف سے جاری کرنے سے صاف منع فرمادیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فتویٰ پر نہایت چابک دستی سے ادارہ شرعیہ کی مہر تو لگا دی گئی لیکن اس کا اندراج وہاں کے ریکارڈ رجسٹر میں بالکل نہیں ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف ۱۴۰۸ھ میں خود قاضی فضل کریم صاحب کی زبانی ہو گیا تھا۔ چنانچہ حامیان حضرت حافظ زاہد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیصل بورڈ کے نزدیک بشکل تحریر اپنی پیش کردہ

فائل میں بھی اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔

ارباب علم و دانش مولوی عبد الحفیظ کے فتویٰ کو اگر بغور پڑھیں گے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ کوئی حکم شرعی ہے یا کسی ذاتی بغض و عناد کی بناء پر حضرت حافظ زاہد حسین صاحب پر الزام تراشی ہے اور یہ بھی روشن ہو جائے گا کہ یہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ منصب افتا سے ہٹ کر حضرت حافظ زاہد حسین صاحب کو مورد الزام قرار دیتے ہوئے اپنے ایک مخصوص نظریے کی تبلیغ کی گئی ہے"۔(آئینہ حق نما، ص:۱۰۴،۱۰۵)

کذب و فریب نمبر۶ : مذکورہ کتاب میں حضور زاہد ملت کی تکفیر پر مبنی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی اور مفتی قدرت اللہ رحمۃ اللہ علیہما کے فتاویٰ نقل کیے گئے ہیں جو ۱۴۰۸ھ کے تحریر کردہ ہیں۔ اسی طرح حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری میاں اور قاضی ملت قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ کے بھی فتاویٰ شامل کیے گئے ہیں، یہ فتاویٰ بھی ۱۴۰۸ھ کے ہیں۔ قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمہ سے حامیانِ زاہد ملت نے استفتا کیا اور جواب حضور زاہد ملت کے موافقت میں آیا اس کے بعد مولانا جیشؔ نے بھی ایک استفتا تیار کر کے قاضی ملت علیہ الرحمہ سے فتویٰ حاصل کیا جو پہلے فتویٰ کے برعکس آیا۔ دونوں فریق کے ان حالات کو ملاحظہ کرنے کے بعد قاضی ملت علیہ الرحمہ نے معاملہ کی تحقیق و تفتیش کے لیے ۱۴۰۹ھ میں دونوں فریق کو بریلی شریف بلایا تاکہ صحیح حکم شرعی دیا جا سکے۔ چناں چہ ۱۲ر شوال المکرم ۱۴۰۹ھ کو دونوں فریق بریلی شریف حاضر ہوئے لیکن یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہ تھا بلکہ کسی سربرآوردہ شخصیت کے ایمان و کفر کا تھا اس لیے دونوں فریق سے اپنے اپنے دلائل و شواہد طلب کیے گئے اور پھر یہی سلسلہ بڑھا اور بڑھتا چلا گیا اور مکمل تحقیق و تفتیش کے بعد اس کا فیصلہ ۱۴۱۸ھ کو سنایا گیا جس کا ذکر "مقدمہ حافظ زاہد حسین" میں گزر گیا۔

مذکورہ باتوں سے کوئی بھی صاحب عقل سلیم سمجھ سکتا ہے کہ مفتی شریف الحق امجدی، مفتی قدرت اللہ صاحب، قاضی عبد الرحیم بستوی رحمۃ اللہ علیہم اور حضور تاج الشریعہ مد ظلہ العالی کے جو فتاویٰ، کتاب "مفتی اعظم نیپال" میں چھاپے گئے ہیں وہ تمام ۱۴۰۸ھ کے ہیں اور ان سوالات کی بنیاد پر ہیں جنہیں مولانا جیشؔ نے استفتا میں ترتیب دے کر فتویٰ حاصل کیا

لیکن جب ۱۴۰۹ھ سے فریقین کی موجودگی میں معاملے کی تفتیش کی گئی، فریقین کے پیش کردہ دلائل و شواہد کا تنقیدی اور شرعی جائزہ لیا گیا تو آخر کار حضور زاہد ملت کے ایمان کا حکم شرعی سنایا گیا اور جب حضور زاہد ملت کے ایمان واسلام کا حکم دیا گیا تو واضح ہے کہ کتاب " مفتی اعظم نیپال " میں شائع شدہ یہ فتاویٰ منسوخ کردیے گئے پھر بھی انہیں منسوخ شدہ فتاویٰ کو دوبارہ شائع کرنا کیا عوام اہل سنت کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنا نہیں ہے؟۔

کذب و فریب نمبر ۷ : کتاب " مفتی اعظم نیپال " میں سب سے اخیر میں ایک فتویٰ بنام " فتویٰ مفتی اعظم نیپال " کو جگہ دی گئی ہے۔ قابل رحم ہیں مرتب کتاب کہ مصنف بننے کا جنون اس قدر سوار تھا کہ یہ بھی بھول گئے کہ جس فتویٰ کو " حافظ زاہد حسین فتاویٰ اہل سنت کی زد میں " شامل کررہے ہیں ہرگز ہرگز اس کا تعلق حضور زاہد ملت سے نہیں ہے کیوں کہ استفتا میں خانقاہ پھلواری سے متعلق سوال کیا گیا ہے اور جواب بھی خانقاہ پھلواری کے بارے میں ہے لیکن عوام کو فریب دینے کے لیے اس فتویٰ کو یہاں ذکر کیا۔ مولانا جیش نے بھی اپنی عادت سے مجبور اپنے اس فتویٰ میں جھوٹ کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا یہی وجہ ہے کہ ۱۴۱۶ھ میں استفتا کا جواب دیتے ہوئے لکھ رہے ہیں:

" ایک صدی پیشتر اہل سنت جماعت سے کلی طور پر کٹ چکے ہیں، ان کے عقائد و خیالات، افکار و نظریات بگڑ چکے ہیں، دیوبندیت، وہابیت اور ندویت کے قطعًا اور یقینًا حامی بن چکے ہیں " ۔ (مفتی اعظم نیپال، ص:۱۱۱)

مذکورہ اقتباس کے مطابق ۱۳۱۶ھ میں خانقاہ پھلواری اہل سنت سے بالکل کٹ چکی تھی حالاں کہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیوں کہ ۱۳۱۸ھ میں " تحریک ندوہ " کا زور توڑنے کے لیے پٹنہ میں ہونے والے اجلاس (جس کے سبب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی بار پٹنہ میں تشریف آوری ہوئی) میں خانقاہ پھلواری کے سجادہ نشین اور ان کے صاحب زادے بنفس نفیس شریک ہوئے جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی۔ اور نہ صرف شریک رہے بلکہ اس اجلاس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرکت کی دعوت دینے کا مشورہ دینے والوں میں ایک خانقاہ پھلواری کے سجادہ نشین حضرت والا درجت شاہ بدرالدین

مجیبی بھی تھے۔ جیسا کہ پروفیسر فاروق احمد صدیقی لکھتے ہیں:

" قاضی (عبدالوحید فردوسی) صاحب اور ان کے اعوان وانصار نے ندویوں کو پر پُرزہ نکالتے ہوئے دیکھا تو مجلس علمائے اہل سنت کے بھی اجلاس کا اعلان کر دیا اور جناب حضور مولانا شاہ امین احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ بہار شریف اور شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ پھلواری شریف کے مشورے پر حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور دیگر علمائے اعلام رحمہم اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ دونوں بزرگوں نے قاضی صاحب اور ان کے احباب کی پر خلوص دعوت پر لبیک کہا اور اجلاس میں شرکت فرما کر اس کے وقار اور عظمت میں چار چاند لگایا۔ ۷/ رجب تا ۱۳/ رجب ۱۳۱۸ھ اس کے شاندار اجلاس ہوئے اور ندویوں کا زور ٹوٹا"۔ (ماہ نامہ معارف رضا کراچی، ص: ۲۵۳)

جب ۱۳۱۸ھ میں ندویوں کا زور توڑنے والے اجلاس میں حضرت شاہ بدرالدین اور حضرت شاہ محی الدین شریک تھے نیز اس اجلاس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت کا مشورہ شاہ بدرالدین نے بھی دیا تھا تو یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک صدی پیشتر یعنی ۱۳۱۶ھ میں خانقاہ پھلواری اہل سنت سے کٹ چکی تھی۔

اسی " فتویٰ مفتی اعظم نیپال" میں ایک جگہ اور کس طرح فریب اور کذب کا سہارا لیا گیا ہے، قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

" اور ان صلح کلیوں نے سوانح امان میں یا جہاں کہیں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز یا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان یا کسی بھی اکابر اہل سنت کی طرف اپنے احترام کا انتساب کیا ہے وہ بے ثبوت و بے بنیاد و عیب واقعی ہے، کذب محض وافترائے خالص و بہتان عظیم ہے بلکہ ان کا دجل و فریب ہے"۔ (مفتی اعظم نیپال، ص: ۱۱۴)

دیکھیے کس طرح فریب اور جھوٹ کے دامن میں پناہ لیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ وہ باتیں بے ثبوت و بے بنیاد و عیب واقعی ہے، کذب محض وافترائے خالص و بہتان عظیم ہے بلکہ ان کا دجل و فریب ہے۔ جب کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت شاہ محی الدین کا ادب واحترام کرنا باثبوت و بابنیاد ہے جیسا کہ " شیخ کامل کی تلاش مصنفہ: ابو دانش محمد زکریا قالب آروی کے

مطالعہ سے ظاہر و باہر ہے۔ نیز اس کتاب کے مطابق مولانا مقبول احمد خان اور مولانا مقبول احمد صدیقی در بھنگوی اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ اور اس واقعہ کے ایک راوی حضرت مولانا سید الزماں حمدوی بھی ہیں۔

ایک نکتہ: یہ فتویٰ چار تصدیقات سے مزین ہے جو ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں۔کیوں کہ پہلے تین مصدقین نے اپنی تصدیق میں یہی کہا کہ شاہ امان وغیرہ صلح کلی ہیں لیکن کسی بھی تصدیق میں نہیں کہ شاہ بدرالدین وغیرہ یا شاہ محی الدین وغیرہ صلح کلی ہیں۔ جس سے بالکل واضح ہے کہ مصدقین کے نزدیک خانقاہ مجیبیہ میں شاہ امان یا شاہ عون سے خرابی آئی ورنہ مصدقین ضرور یہ لکھتے کہ شاہ بدرالدین یا شاہ محی الدین وغیرہ صلح کلی ہیں۔

ممکن ہے کہ مولانا جیش اور ان کے اصحاب کہیں کہ ''وغیرہ''میں یہ حضرات بھی شامل ہیں تو عرض ہے کہ '' وغیرہ'' میں شاہ امان اللہ کے بعد والے شامل ہیں یا پہلے والے اگر بعد والے تو ہمارا مدعا ثابت اور اگر پہلے والے بھی شامل ہیں تو شاہ امان اللہ سے پہلے والوں میں وہ دو بزرگ بھی ہیں جن کے اسمائے گرامی کتاب '' مفتی اعظم نیپال '' میں بالترتیب '' تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ پھلواری بانی خانقاہ مجیبیہ اور مخدوم شاہ نعمت اللہ بن مخدوم شاہ مجیب اللہ پھلواری'' تحریر کیے گئے ہیں۔ اب اس تقدیر پر '' وغیرہ ''کا شاہ امان اللہ کے پہلے والوں پر کیسے اطلاق کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ان دونوں بزرگوں کو تو مولانا جیش اور اس کے متبعین بھی بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔

احبابِ مولانا جیش کا نظریہ اور اس کی تردید: آخر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ مولانا جیش محمد صاحب کے ماننے والے بڑے اچھے انداز میں یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے نزدیک اگر حافظ زاہد مقبول و محبوب ہوں تو ہمارے عرس نہ منانے سے ان کے درجات میں کوئی کمی نہ آئے گی؛ کیوں کہ اس صورت میں اللہ کی عطا انہیں بے نیاز کردے گی۔ اور ان کا عرس چھوڑ کر ہم کسی گناہ کے مرتکب بھی نہیں ہوں گے۔

اور خدا نخواستہ صد بار خدا نخواستہ اگر وہ اللہ کے نزدیک مردود ہوں تو اللہ کے عذاب سے ہمارا عرس منانا انہیں نہیں بچا سکتا۔ اس صورت میں ان کا عرس منا کر ہم صرف اپنی

طاقت و قوت ضائع کریں گے کوئی کار خیر نہیں۔

ان لوگوں سے عرض ہے کہ مولانا جیش محمد صاحب کے تمام دلائل کو فیصل بورڈ نے دلیل غیر قطعی قرار دیتے ہوئے حضور زاہد ملت کی تکفیر نہیں کی بلکہ ان کے فیصلے سے خود حضور زاہد ملت کا ایمان و اسلام ثابت ہوتا ہے۔ البتہ فیصل بورڈ نے تکفیر دیابنہ کے سلسلے میں متہم اور ان کی سنیت کے مشتبہ سمجھتے ہوئے زاہد ملت کو اہل سنت کے مقتدا اور پیشوا نہ ماننے اور عرس نہ کرنے کا فیصلہ دیا۔ لیکن فیصل بورڈ زاہد ملت کو متہم اور مشتبہ سمجھنے میں غلطی پر ہیں یا نہیں؟ اس کی وضاحت خود فیصل بورڈ کے ترتیب کردہ مقدمہ سے کی جا چکی۔

اب جب کہ فیصل بورڈ نے تکفیر کا حکم دیا ہی نہیں تو اس نیک مشورہ پر تو مولانا جیش صاحب اور ان کے احباب کو عمل کرنا چاہیے؛ کیوں کہ جب حضور زاہد ملت کا اسلام ثابت ہے تو وہ مسلمان ہوئے اور کسی کو ایصال ثواب کرنے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں اور حامیانِ زاہد ملت یہی کرتے ہیں۔ ہاں! لیکن بلا وجہ کسی مسلمان کی تکفیر ضرور بالضرور مکفِر کو ضرر دے گی بلکہ خود اس بلا میں گرفتار ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور مولانا جیش صاحب تو صرف زاہد ملت ہی کی نہیں بلکہ حامیانِ زاہد ملت کو حامیانِ پھلواری اور پھلواروی کہہ کر تکفیر کرتے ہیں اور صرف مولانا جیش ہی نہیں بلکہ ان کے متبعین بھی یہی کہتے اور کرتے ہیں۔

اب یہ حضرات خود بتائیں کہ کسی مسلمان شخص کے عرس کرنے اور تکفیر سے ممانعت ہو اس کا عرس کرنا بڑا جرم ہے یا تکفیر کرنا جرم ہے صرف جرم نہیں بلکہ بہت بڑا جرم؟ اور عرس سے ایمان پر خطرے کا بادل منڈلائے گا یا بلا وجہ اور غیر قطعی دلیل سے کسی کی تکفیر سے ایمان کی کھیتی خاکستر ہوگی؟۔

آپ بیتی: اب باب کو بند کرنے سے قبل اپنی ایک آپ بیتی پیش کرتا ہوں۔ ہوا یوں کہ کسی موقع پر ہمارے ایک سینئر رفیق کی ہمارے گاؤں "بیلا" میں مولانا عنایت اللہ امجدی کے یہاں تشریف آوری ہوئی۔ ہمیں بھی ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو ہم بھی دیدارِ یار کے لیے پہنچے اور پھر کچھ دیر گفتگو کے بعد وہ رخصت ہوئے تو راقم، برادرِ عزیز و صغیر مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی اور مولانا عنایت اللہ امجدی صاحبان "زیرو مائل" تک ان کے

ساتھ رہے۔ وہیں پر رفیقِ محترم نے " مذکورہ نظریہ " بیان فرمایا کہ اگر آپ حضرات عرس نہ کریں تو یہی بہتر ہے؛ کیوں کہ اگر وہ بزرگ ہیں اور ہم عرس نہ کریں تو ان کی بزرگی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن اگر خدا نخواستہ گڑبڑ رہے تو ہمارا عرس کرنا ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا بلکہ یہ ہمارے حق میں وبال بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس پر راقم نے عرض کیا کہ مان لیجیے ! مولانا جیش صاحب کا انتقال ہو جائے اور زاہد ملت اور حامیانِ زاہد ملت کی تکفیر کے سبب خدا نخواستہ زاہد ملت ہی کی طرح ان پر بھی معاملات ہوئے اور بورڈ نے وہی فیصلہ سنایا جو زاہد ملت کے حق میں سنایا تو آپ لوگ عرس کریں گے یا نہیں ؟ تو رفیقِ محترم ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، ہم کریں گے ؛ کیوں کہ ہم نے ان کی ظاہری زندگی دیکھی ہے شریعت کے

دائرے میں گزر رہی ہے تو ان کا عرس کرنے میں کیا حرج ہے ؟ پھر راقم اور دیگر حضرات نے کہا کہ ہمارے علمائے اہل سنت نے بھی زاہد ملت کی زندگی کا اپنی آنکھوں سے مطالعہ کیا ہے اور انہوں نے ان کی زندگی کو شریعت کے دائرے میں دیکھا بلکہ سنتوں کا پیکر اور مجسمہ دیکھا تو اگر ہم عرس کرتے ہیں تو ہم پر اعتراض کیوں ؟

بالکل اسی طرح کا واقعہ " روپیٹھا " گاؤں میں راقم اور برادرِ عزیز وصغیر کے ساتھ پیش آیا تو یہی سوال وہاں بھی کیا گیا تو عرس کرنے کا جواب ملا۔ اس پر ہم نے کہا کہ یہی مسئلہ مولانا جیش صاحب کے ساتھ پیش آئے تو آپ ان کا عرس کرنے سے احتراز نہیں کریں گے لیکن ہم کرتے ہیں تو ہمیں احتراز کی نصیحت کیوں ؟ تو خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں ملا۔

بابِ نہم

منظومات

ہیں بفضل خدا نائب مصطفٰے رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین

محمد اسمعیل حسینی چترویدی

ہیں بفضل خدا نائب مصطفٰے رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین
ہیں وہ عبد نبی اور عبد خدا رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین
خوب شفقت بھی ہے خوب جرآت بھی ہے خوب عظمت وخوب ہیبت بھی ہے
رات دن ہیں شریعت پہ ہوتے فدا رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین
جب کبھی زور باطل ہوا سامنے تو حدیث اور قرآن کی ڈھال سے
دی ہے تکبیر دا علون ہی کی صدا رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین
اور نصر من اللہ وفتح قریب شان و شوکت ہوئی ان سے نزدیک تر
قوم وملت کا غم ان کوہر دم رہا رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین
ان کا معمولی بستر اور سادہ خور اک زیب تن ایک ادنی سا سادہ لباس
ایسی شان فقیری میں شان شہا رہبرو رہنما سب کے زاہد حسین
ہے ظہور الحسین کا آسیؔ غلام جدّ امجد کے صدقے درود و سلام
ان کی نسبت سے ہے تم پہ رحمت سدا رہبر و رہنما سب کے زاہد حسین

سرِبزم کس نے کیا ذکرِ زاہد

مولانامحمد اسمعیل حسینی چترویدی

چلو زائر و دم بدم دھیرے دھیرے
علی پٹی میں رکھ قدم دھیرے دھیرے

تصوّ ر میں زاہد کے خود کو ڈوبو کر
خو شی سے بدلتا ہے غم دھیرے دھیرے

کر ے دل سے جو یا دز اہد یقینا
کھلے سا رے باب کرم دھیرے دھیرے

ترے حسن کر دارو سیرت کے آگے
ہوئے سر لعینوں کے خم دھیرے دھیرے

ہو ئیں د ور ظلمت تو کا فور کلنت
منور ہو ے محترم دھیر ے دھیرے

ہو ئیں را ئیگا ں ساز شیں با طلو ں کی
ہوا اونچا حق کا علم دھیر ے دھیرے

سر بزم کس نے کیا ذکر زاہد
کہ ہو نے لگی آنکھ نم دھیر ے دھیرے

سند مل گئی جب شہ دیں کے در سے
بڑھے جا نب خلد ہم دھیر ے دھیرے

یہ دیوا نگی اور یہ کیف و مستی
اے آسیؔ چلاؤ قلم دھیرے دھیرے

غیر بھی جن کی ولایت کے رہے ہیں معترف

بلبل نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین اشرفی

پیکرِ صبر و رضا ہیں زاہد ملت پیا
معدنِ جود و سخا ہیں زاہد ملت پیا
شمعِ عرفانِ وفا ہیں زاہد ملت پیا
اور ولیِ با صفا ہیں زاہد ملت پیا
ان کی ہر اک بات میں پنہا ہے اسرار و رموز
نائبِ خیر الوریٰ ہیں زاہد ملت پیا
ہیں شریعت اور طریقت کے وہ اک ماہِ منیر
عاشقِ شاہِ ہدیٰ ہیں زاہد ملت پیا
آسمانِ عزم و استقلال کے مہرِ حسیں
بامروت بے ریا ہیں زاہد ملت پیا
غیر بھی جن کی ولایت کے رہے ہیں معترف
پاک طینت پارسا ہیں زاہد ملت پیا
یادگارِ اہل سنت ،ہیں قطب نیپال کے
عاشقِ غوث الوریٰ ہیں زاہد ملت پیا
اشرفیؔ نیپال میں ہیں پیشوا کہتے جسے
آئینہ دارِ رضا ہیں زاہد ملت پیا

تیرا ثانی کوئی بھی پایا نہیں نیپال میں

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

اہل سنت کا منارہ زاہد ملت شہا
قوم و ملت کا سہارا زاہد ملت شہا

کر دیا ہے بول بالا دین کا نیپال میں
کام ہے ایسا تمھارا زاہد ملت شہا

دین و سنت کا سفینہ ڈوبتا کیوں کر بھلا
ناخدا جب ہے ہمارا زاہد ملت شہا

ناز کرتا ہے تمھاری ذات پر زہد و ورع
رب تعالیٰ کا ہے پیارا زاہد ملت شہا

تیرا ثانی کوئی بھی پایا نہیں نیپال میں
ڈھونڈا ہر سو ہے کنارہ زاہد ملت شہا

آج بھی روشن ہے تیری سیرتِ حسنِ عمل
ایسا جلوہ ہے خدارا زاہد ملت شہا

در پہ آتے ہی سوالی پاتا ہے مانگی مراد
در تمھارا ہے نیارا زاہد ملت شہا

جب کبھی نجدی وہابی دیکھتا گر آپ کو
بھاگ کر لیتا کنارہ زاہد ملت شہا

قادریہ اور امانیہ نہ کیوں شاداب ہو
جس کے بانی اور سہارا زاہد ملت شہا

شرک و بدعت کا اندھیرا چھٹ گیا نیپال سے
تیری کوشش سے خدارا زاہد ملت شہا
آگیا در پر حسینؔی کیجیے اس کو عطا
دین و دنیا میں سہارا زاہد ملت شہا

وہ علی پٹی، ہے مرکز کا شرف حاصل جسے

مفتی محبوب رضا مصباحی قادری

ہے بنائے مسلک احمد رضا نیپال میں
میرا زاہد سنیوں کا رہنما نیپال میں
زہد و تقویٰ کا تھا پیکر ، نازش اہل صفا
بحر علم و معرفت مردِ خدا نیپال میں
بت کدوں میں کی صدا اللہ اکبر کی بلند
پرچم اسلام کو اونچا کیا نیپال میں
وہ علی پٹی ،ہے مرکز کا شرف حاصل جسے
نسبتِ زاہد سے ہے روشن دیا نیپال میں
حاجی و غازی کہو یا میر بزمِ اہل دل
وہ جہانِ علم کا ہے مقتدا نیپال میں
ان کا ہوں ادنیٰ سا واصف اس لیے میں بھی قمؔر
مصطفیٰ کے عشق میں تھا وہ فنا نیپال میں

نیپال کی زمین کا وہ آفتاب تھا

حضرت مولانا عبد الرحمن، سمر دہی

نیپال کی زمین کا وہ آفتاب تھا
زاہد حسین باغِ نبی کا گلاب تھا
ان کے کرم سے پہلے ان کی عنایتوں سے قبل
نیپال کا علاقہ بہت ہی خراب تھا
اس نے ہزار عالم و فاضل بنا دیے
وہ درسِ آگہی کی مکمل کتاب تھا
عبدل انہیں کا نقشِ قدم چومتے چلو
جن کی نظر سے اتنا بڑا انقلاب تھا

ہو کر بریلی آئیں گے ہر سال تمہارے جلسے میں

شاعر اسلام شفیق بدر جھمری تلیا

زاہد پیا ہم آئیں گے ہر سال تمہارے جلسے میں
آ کے کرم سے ہوں گے مالامال تمہارے جلسے میں
توری چادر لائیں گے تربت پہ ہم چڑھائیں گے
ہو کر بریلی آئیں گے ہر سال تمہارے جلسے میں
ہوگی بھیڑ فقیروں کی، ولیوں کی اور درویشوں کی
ہم دیکھیں گے مفسد نجدی کو بے حال تمہارے جلسے میں
سب کو کرم دن رات ملے، پنجتنی خیرات ملے

کہ فیض رضا کا بٹتا ہے ہر سال تمھارے جلسے میں
خواجہ پیا کا صدقہ دو اور غوث پیا کا ٹکڑا دو
بدؔر ہمیشہ آئیں گے ہر سال تمھارے جلسے میں

سرزمیں نیپال کے زاہدؔ تو آفتاب ہیں

مولانا اسلم القادری

رتبۂ زاہد کو دیکھ ، نجدی کی عقل دنگ ہے
توہین ان کی جو کرے اس سے ہماری جنگ ہے
عالمِ حیات میں بت کو اُکھاڑ پھینک دی
حضرت کی زندگی کا تو یہ بھی انوکھا ڈھنگ ہے
سر زمیں نیپال کے زاہدؔ تو آفتاب ہیں
ان کی سبھی اداؤں میں محبوبیت کا رنگ ہے
ملتا ہے مصطفیٰ کا در زاہد حسین کے طفیل
طیبہ تلک چلی گئی جو نورانی سرنگ ہے
جن کی زبان پر رواں نامِ حبیبِ کبریا
دیوانگیِ مصطفیٰ ان کے تو انگ انگ ہے
منقبت گوئی کرو اسلمؔ تجھے کہاں شعور
صدقۂ زاہد سے ہی تجھ کو ملی یہ ڈھنگ ہے

گوہر دیا ہے فخرِ نیپال جیسا جس نے

مولانا رحمت علی رضوی برداہوی

زاہد پیا کا عرس مناتے رہیں گے ہم
شمعِ عقیدت ان کی جلاتے رہیں گے ہم

گھر گھر سے جس نے جا کر پیڑی اکھاڑ دی
ایسے ولی کی یادیں مناتے رہیں گے ہم

جس نے ہمیں سکھایا احمد رضا کا مسلک
تا عمر ان کا جلسہ مناتے رہیں گے ہم

آئے گا جب بھی کوئی مفسد ہمارے آگے
زاہد کا نام لے کر بھگاتے رہیں گے ہم

چاہے زمانہ روکے ، روکے نہیں رکیں گے
زاہد کا نعرہ ہر دم لگاتے رہیں گے ہم

گوہر دیا ہے فخرِ نیپال جیسا جس نے
ہر سمت ان کا نعرہ لگاتے رہیں گے ہم

رحمتؔ کی یہ صدا ہے مولا تیری عطا سے
باتیں ولی کی سب کو بتاتے رہیں گے ہم

زمیں پر زہد و تقویٰ کا نشاں معلوم ہوتا ہے

مفتی محمد شوکت علی، جنک پور

مہک تیری ولایت کی سدا محسوس ہوتی ہے

سبھی اہل بصیرت کو جہاں میں زاہد ملت

زمیں پر زہد و تقویٰ کا نشاں معلوم ہوتا ہے

دفن ہے گرچہ تو اندر زمیں میں زاہد ملت

گلستانِ ولایت کے گلِ شاداب کی خشبو

تری تربت سے آتی ہے فضا میں زاہد ملت

عدو ہر دم پریشاں ہے ذلیل و خوار ہے یارو!

کہ اندر خلد میں سوئے ہوئے ہیں زاہد ملت

الٰہی فضل جس پر ہو گیا بس ہو گیا سن لیں

انہیں جلتے ہوئے ہی چل دیے ہیں زاہد ملت

اگر عزت کا طالب ہے تو جلدی کرلے توبہ آج

وصیت کر کے تجھ کو چل دیے ہیں زاہد ملت

علیؔ نے جو کیا منظوم عیاں ہے اہل عرفاں پر

کہ اپنی قبر میں مسرور ہی ہیں زاہد ملت

ملک نیپال ایساملک ہے جہاں اہل ہنود کا غلبہ ہے لیکن دین اسلام بھی کئی صدیوں سے اس
اس در میان ہمارے بزرگانِ دین وا ولیاے کاملین نے دینِ اسلام کی خوب خوب اشاعت
ح ملک نیپال میں مسلمان بھی ایک خاصی تعداد میں موجود ہیں ہمارے بزرگانِ دین
پنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے دین متین کی خدمات سے اسلام و سنیت کو زندہ تابندہ رکھ
ریر و قلم سے کچھ زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس دور میں افکارِ فاسدہ پر مشتمل کتابیں اور خیالاتِ
گزین کے ذریعہ لادینیت اور بدمذہبیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس لیے ضرورت ہوئی ایک
فاؤنڈیشن کی جو کتابوں، لیٹریچر اور مضامین کی اشاعت کر کے لادینیت اور بدمذہبیت کی را
سے نیست و نابود کر دے اور اسلام و سنیت کا خوب خوب فروغ ہو۔

الحمدللہ علی احسانہ اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ملک نیپال سے ذریعہ معاش
ہوئے چند حساس حضرات نے جون 2016ء میں **"فخر ملت فاؤنڈیشن"** کی بنیاد رکھ

اغراض و مقاصد: اس فاؤنڈیشن کے اغراض و مقاصد اس کے پس منظر سے واضح ہیں
کر کیا جا رہا ہے:

(۱) تحفظاتِ سرمایۂ اہل سنت یعنی علماے اہل سنت کی معیاری کتب کی اشاعت و طباعت
(۲) یوں تو کسی بھی زبان کی کتاب مقاصد میں شامل ہیں جو اصلاحِ عقائد و معمولاتِ اہل
ح معاشرہ کی باعث ہو۔

فاؤنڈیشن کا تعارف اور اس کے اغراض و مقاصد آئندہ بالتفصیل ذکر کیے جائیں گے۔

امید ہے کہ بزرگانِ دین کی نگاہِ التفات اور اہل خیر و صاحبِ ثروت حضرات کی توجہ خاص
زلیں طے کرتے ہوئے قوم و ملت کی صحیح خدمات انجام دے گا۔

المعلن: فخر ملت فاؤنڈیشن، حالیہ پتہ: دوحہ، قط